الميوں کا المیہ

دہشت گرد کون؟

حیدر جاوید سیّد

جملہ حقوق محفوظ ہیں

81601

نام کتاب	المیوں کا المیہ (دہشت گرد کون؟)
نام مصنف	حیدر جاوید سید
اشاعت	ستمبر ۲۰۰۱ء
ناشر	اے۔ایم شکوری
پبلشرز	برائٹ بکس۔۸بی اقراء سنٹر اردو بازار لاہور
پرنٹر	سن فلاورز پیکیجز پرائیویٹ لمیٹڈ لاہور
قیمت	۱۲۰روپے

Marfat.com
Marfat.com
Marfat.com

انتساب

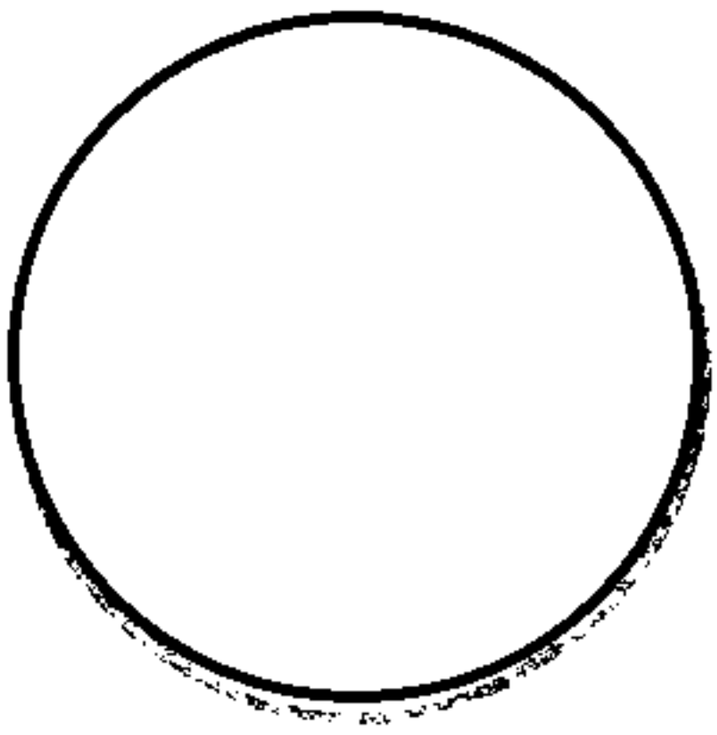

اپنے مربی و محسن

سید ناصر نقوی

اور۔ یارِ عزیز!

عزیز نیازی ایڈووکیٹ

کے نام

Marfat.com
Marfat.com
Marfat.com

اظہار تشکر

کتاب کی تدوین کے مرحلہ میں ہم نے جناب سید ارشاد احمد عارف' جناب ارشاد احمد حقانی 'جناب محمد علی بشیر' جناب انوار حسین حقی ' جناب عبدالرحمٰن خان 'ڈاکٹر ظہور احمد اعوان 'جناب ڈاکٹر صلاح الدین رحیم اللہ یوسف زئی' جناب نثار مظلوم لیوہارڈنگ کی حالیہ دنوں میں شائع ہونے والی تحریروں سے استفادہ کرتے ہوئے ان تحریروں کو شامل کتاب کیا۔ موضوعات کے اعتبار سے مطعلقہ مقامات پر صاحب مضمون کا تذکرہ لازم تھا ہم وطن عزیز کے ان معروف دانش مندوں کے شکر گزار ہیں کہ ان کے مقالات سے ہمیں رہنمائی حاصل ہوئی اور کتاب کی تدوین اور پروف کے مرحلوں میں مخلصانہ تعاون پر محترم دوست محمد اقبال راناصاحب کا بھی شکر گزار ہوں۔ اسی ضمن میں ہم نے روزنامہ "آج" پشاور روزنامہ "نوائے وقت" لاہور' روزنامہ "جنگ" لاہور' ہفت روزہ "وجود" کراچی' ہفت روزہ "غازی" کراچی ماہنامہ "دستک" "دی نیوز" روزنامہ "خبریں" لاہور "گارڈین" برطانیہ اور "واشنگٹن پوسٹ" سے استفادہ کیا۔

Marfat.com
Marfat.com
Marfat.com

ترتیب

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
-1	(عرض مصنف) امریکہ طالبان تنازعہ	7
-2	برق گرتی ہے تو بے چارے مسلمانوں پر	10
-3	دہشت گردی اور امریکہ کا حفاظتی نظام	31
-4	افغانستان تاریخی و سیاسی پس منظر	44
-5	پہلے پاکستان کی سلامتی پھر کچھ اور صدر جنرل پرویز مشرف کی تقریر کا مکمل متن	53
-6	المیوں کا المیہ	59
-7	پاکستان کہاں کھڑا ہے	87
-8	زمینی حقائق سے انکار کیوں	97
-9	یقین دہانیاں اور تجدید عہد	113
-10	کچھ ان سوالوں کے بارے جو ہتھیلیوں پر رقص کر رہے ہیں	124
-11	کھیل ختم ہونے کو ہے یا نیا کھیل شروع	134
-12	تصویر کا ایک رخ یہ بھی ہے	179

Marfat.com
Marfat.com
Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
	حرف آخر	
-13	جمعیت علمائے اسلام پاکستان کے سربراہ مولانا فضل الرحمٰن کا خصوصی انٹرویو اداریے	191
-14	صدر کا قوم سے خطاب' چار ترجیحات کا اعلان (روزنامہ ''آج'' پشاور)	200
-15	جنگ کے بادلوں سے امید کی نئی کرن بیدار ہو گئی (روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور)	203
-16	سنگین خطرات کا تقاضا۔ حکمت اور دانش مندی (روزنامہ ''جنگ'' لاہور)	208
-17	تعاون دہشت گردی کے خلاف ہے' افغان عوام کیخلاف نہیں (روزنامہ ''خبریں'' لاہور)	212
-18	صدر مملکت کا قوم سے خطاب پاکستان کی بقاء و سلامتی کا راستہ (روزنامہ ''الاخبار'' اسلام آباد)	216

Marfat.com

Marfat.com
Marfat.com

امریکہ طالبان تنازعہ

عرض منصف

ذاتی طور پر یہ اعتراف کرنے میں کوئی تامل نہیں کہ طالبان کی فکری اساس، طرز حکومت اوران کے قائم کردہ نظام اور میری فکر میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ میرے لیے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ میں نے 96ء میں ٹھوس شواہد کی روشنی میں طالبان کی "انقلابی فتوحات" اور "نظام عدل" میں پائی جانے والی پسندو ناپسند پر بعض انداز میں روشنی ڈالی تھی روزنامہ مشرق پشاور میں شائع ہونے والی اس تحریر کے جواب میں طالبان کے افغانی نمائندوں اور ان کے پاکستانی حامیوں نے تحریر اور میرے خوب لتے لئے۔ بعد ازاں بھی گاہے گاہے ملنے والی معلومات کی بنیاد پر افغانستان طالبان اور پاکستان میں مقیم افغان مہاجرین کے علاوہ افغان مسئلہ میں سرتاپیر دھنسی پاکستان ایجنسیوں کے کردار پر لکھنے کا سلسلہ جاری رہا سوویت افغان جنگ پھر افغان لیڈروں کی ہوس اقتدار سے جنم لینے والی خانہ جنگی اور تیرے مرحلہ پر طالبان تحریک ان ساری باتوں اور گھاتوں میں سب سے زیادہ پاکستان کے عوام متاثر ہوئے فائدہ ہوا تو درجن بھر ان جرنیلوں کو جو امریکی ڈالروں سے اپنا پیٹ بھرتے اور لوگوں کے مذہبی جذبات کو مشتعل کر کے شہیدوں کے خون کی قیمت وصول کر لیتے فائدے میں رہنے والوں میں دوسرے درجہ پر بعض مذہبی رہنما اور کچھ صحافی شامل ہیں۔ جنگی سیاست اور صحافتی تجارت نے پچھلے دو عشروں کے دوران دن دگنی اور رات چوگنی ترقی کی یہی وہ بنیادی وجہ اور اختلاف تھا جسکی بنا پر میں نے اپنے محترم دوست اے ایم شکوری کی خدمت میں یہ عرض کیا کہ آپ کتاب کسی اور سے لکھوا لیجئے۔ اس انکار کی وجہ یہ تھی کہ میرا خیال تھا کہ موضوع سے انصاف نہیں کر پاؤں گا اور کہیں نہ کہیں کسی مقام پر ذاتی فکر اور غصہ دونوں تجزیہ پر غالب آ جائیں گے۔ میرے انکار پر جناب شکوری کا اصرار بڑھتا گیا اور پھر ہتھیار ڈالتے ہی بنی۔

ورلڈ ٹریڈ سنٹر اور پینٹاگون پر خودکش حملوں کے بعد دن بدن بلکہ لمحہ بہ لمحہ در آتی تبدیلیاں اور پروپیگنڈے کی بابا کاری میں توازن برقرار رکھنا ایسے میں تو بہت مشکل ہے۔ جب پورا معاشرہ دو انتہاؤں میں تقسیم ہو چکا ہو جناب جنرل پرویز مشرف کی حکومت امریکہ سے تعاون

Marfat.com
Marfat.com
Marfat.com

کو شرف انسانیت اور اصولوں کی پاسداری قرار دیتی ہے اور دوسری طرف مذہبی سیاسی جماعتیں ہیں جو امریکی ایجنٹ صدام حسین کو نجات دہندہ سمجھ کے سڑکوں پر طوفان اٹھائے ہوئے تھیں اب وہ طالبان اور اسامہ بن لادن کو عالمی استعمار کی موت قرار دیتی ہیں یہ اور بات کہ یہاں اپنی پسند کی استعماری قوت کی حمایت کو واجبات کا حصہ سمجھا جاتا ہے۔ بہر طور میرا معاملہ میرے ضمیر اور مقدس ارض وطن کے ساتھ ہے مجھے ایسے خاک نشینوں کے لئے مادر وطن ہی اول ہوتا ہے یہی آخر اللہ تعالیٰ اس ارض وطن کو بلائے بد اور جنونیوں سے محفوظ رکھے۔ (آمین)

دہشت گرد کون؟ یہ آج کا سوال ہے اہم سوال گیارہ ستمبر کو امریکہ میں ہوئے خودکش حملوں کے بعد امریکی قیادت ہوش کو دفن کر کے جوش کے گھوڑے پر سوار تباہ کردو مار دو مٹا دو کے نعرے مارتی دنیا کو بلیک میل کرنے میں مصروف ہے گیارہ ستمبر کے واقعات کے بعد سب سے نازک پوزیشن پاکستان کی ہے جس کے حکمران اور لیڈر دونوں اپنے اپنے مفادات سے بندھے ہوئے ہیں۔ خاموش اکثریت کی محبت وطن کا احترام کرنے کو کوئی بھی تیار نہیں۔ اس ہاہو میں سب کچھ گڈ مڈ ہو گیا ہے لیکن آنے والے دنوں کا منظر نامہ واضح ہے اپنے تئیں میں نے پوری کوشش کی کہ تصویر کے دونوں رخ قارئین کے سامنے پیش کر دیئے جائیں تا کہ انہیں یہ فیصلہ کرنے میں آسانی رہے کہ دہشت گرد کون ہے؟

اس امر پر دو آراء نہیں کہ گیارہ ستمبر کو امریکہ میں ہوئے خودکش حملوں میں بھاری انسانی اور مالی نقصان شرمناک حد تک قابل مذمت ہے اور اس سے دنیا میں نئی صف بندیاں ہوئی ہیں ایسی صف بندیاں جو انصاف کے نام پر ہوئی ہیں لیکن ان لشکریوں کے ہاتھوں انصاف کا قتل ہوگا دہشت گردی کے المناک واقعات کے ذمہ داروں کو کیفر کردار تک پہنچانا امریکہ کا ہی نہیں پوری انسانیت کا فرض ہے لیکن دہشت گردی کے ان واقعات کے پیچھے عوامل اور سازشوں کو بھی سمجھنے کی اتنی ہی ضرورت ہے جتنی اس بات کی کہ ہزاروں انسانوں کے قاتلوں کے سرپرستوں کو بے نقاب ہونا چاہیے۔

ایک بار پھر اس کھلے اعتراف کے ساتھ کہ طالبان کی فکر اور قائم کردہ نظام سے

Marfat.com
Marfat.com
Marfat.com

اختلاف قائم ہے۔ اس امر کا اظہار ضروری سمجھتا ہوں کہ کتاب کی تدوین میں مقدور بھر کوشش کی کہ ذاتی نظریات تعصب اور بعد کی چھاپ نہ لگے سو یہ بھی اٹل حقیقت ہے کہ آج کے معاشرے میں ہر شخص چھوٹی اور بڑی برائی کی توجیح پیش کر کے اپنی اپنی پسند کی چھوٹی بڑی برائی کا معاملہ رکھتا ہے۔ میرے نزدیک انسان کا قتل وہ بھی بے گناہ انسان کا سب سے بڑی برائی ہے اس کا مرتکب کوئی کہیں ہوں وہ نا قابل معافی ہے کہ میں اس معاملے میں حضرت سرمد شہید کا پیرو کار ہوں کہ

"انسانوں سے محبت ہی اصل انسانیت ہے اور جس دل میں انسانوں سے
محبت کا جذبہ جاگزیں نہیں ہوتا وہ ان کھنڈرات کی طرح ہے جہاں تاریک
شب میں بلائیں روتی ہیں"

سو پیارے قارین لمحہ بہ لمحہ بدلتے حالات اور جذبات کی دو انتہاؤں میں تقسیم معاشرے میں توازن اور اعتدال کو مضبوطی سے قائم رکھ کر تصویر کے دونوں رخ سامنے لانے کی اس کوشش "دبشت گرد کون؟" کو پڑھئے اور اپنے ضمیر کی صدا پر فیصلہ صادر کیجئے۔

حیدر جاوید سید
28 ستمبر دو ہزار ایک
لاہور۔

Marfat.com
Marfat.com
Marfat.com

برق گرتی ہے تو بے چارے مسلمانوں پر

گیارہ ستمبر کی صبح یوں تو امریکیوں کے لیے ایک عام سی صبح تھی لیکن اس صبح 8 بج کر 45 منٹ امریکن ایئر لائن کا بوئنگ 767 نیویارک میں ورلڈ ٹریڈ سنٹر کے شمالی ٹاور سے جا ٹکرایا تو الصبح گھروں سے دفاتر آئے ہوئے امریکیوں کے رنگ فق ہو گئے 110 منزلہ ورلڈ ٹریڈ سنٹر کے شمالی سنٹر کے شمالی ٹاور سے بوئنگ طیارے کے ٹکراتے ہی نیویارک میں موجود اداروں کے اہلکار، انتظامیہ اور ذرائع ابلاغ کے نمائندے ٹریڈ سنٹر کی طرف بھاگ اٹھے ابھی ابتدائی اندازے ہی لگائے جا رہے تھے کہ 9 بج کر تین منٹ پر یونائیٹڈ ایئر لائن امریکہ کا بوئنگ 767 ورلڈ ٹریڈ سنٹر کے جنوبی ٹاور سے جا ٹکرایا دونوں طیارے بوسٹن ایئر پورٹ سے لاس اینجلس کے لیے روانہ ہوئے تھے امریکی حکام خفیہ ادارے اور شہری ابھی اس صدمے سے ہی سنبھل نہیں پائے تھے کہ امریکن ایئر لائن کا واشنگٹن سے لاس اینجلس کے لیے روانہ ہونے والا مسافر بردار جہاز 9 بج کر اڑتیس منٹ پر واشنگٹن میں پنٹاگون کی عمارت سے جا ٹکرایا، ورلڈ ٹریڈ سنٹر کے شمالی ٹاور سے ٹکرانے والے جہاز میں 81 مسافر اور عملے کے 11 افراد سوار تھے جبکہ ٹریڈ سنٹر کے جنوبی ٹاور سے ٹکرانے والے جہاز میں 56 مسافر اور عملے کے 9 افراد سوار تھے نیویارک میں ورلڈ ٹریڈ سنٹر اور واشنگٹن میں وزارت دفاع کی ناقابل تسخیر سمجھی جانے والی پنٹاگون کی عمارت پر مسافر بردار طیاروں کے ذریعے خوش کش حملوں کی خبر جنگل کی آگ کی طرح دنیا بھر میں پھیلی گئی امریکہ میں ان حملوں کی خبر عام ہوتے ہی تمام سٹاک ایکسچینج بند کر دیے گئے نیویارک اور واشنگٹن میں معمول کا کاروبار معطل ہو گیا اور دونوں ریاستوں میں پلوں اور زیر زمین راستوں کو فوری طور پر بند کر دیا گیا 9 بج کر 31 منٹ پر امریکی صدر جارج ڈبلیو بش نے ان حملوں کو دہشت گردی قرار دیتے ہوئے سخت جوابی اقدامات کا اعلان کیا صدر بش کے اس اعلان کی بازگشت ابھی سنائی دے رہی تھی کہ امریکی میڈیا نے خبر دی کہ یونائیٹڈ ایئر لائن کی فلائٹ نمبر 93 کو پٹس برگ کے قریب مار گرایا گیا ہے اس جہاز میں جسے امریکی حکام کے حکم پر میزائلوں کا نشانہ بنایا گیا تھا 38 مسافر اور عملے کے 7 افراد سوار تھے۔

Marfat.com
Marfat.com
Marfat.com

نامعلوم دہشت گردوں نے گیارہ ستمبر کی صبح مسافر بردار جہاز اغواء کر لیے اور اپنے اہداف پر جا گرائے اغوا ہونے والے چار میں سے تین جہاز تو خودکش حملوں میں استعمال ہوئے لیکن چوتھے طیارے کو امریکی ایئر فورس نے پٹس برگ کے قریب مار گرایا۔1973ء میں مکمل ہونے والے ورلڈ ٹریڈ سنٹر کی 110 منزلیں تھیں شمالی ٹاور کی بلندی 1368 فٹ اور جنوبی ٹاور 1362 بلند تھا ورلڈ ٹریڈ سنٹر کی جنوبی ٹاور 9 بج کر 50 منٹ پر زمین بوس ہوا اور 10 بج کر 29 منٹ پر شمالی ٹاور زمین بوس ہو گیا اسٹیل اور کنکریٹ سے بنا ورلڈ ٹریڈ سنٹر طیارے کے ایندھن سے بھڑکنے والی آگ کی وجہ سے برقرار نہ رہ سکا اور شدید تپش نے لوہے کو پگھلا دیا اور یوں دونوں ٹاور ریت کے گروندے ثابت ہوئے ورلڈ ٹریڈ سنٹر کے دونوں ٹاوروں کے زمین بوس ہوتے ہی پانچ میل کا علاقہ دھوئیں اور گرد و غبار سے اٹ گیا۔18 منٹ کے وقفہ سے ورلڈ ٹریڈ سنٹر کے دونوں ٹاوروں سے ٹکرانے والے مسافر بردار جہازوں کی بدولت قیامت صغریٰ برپا ہو گئی 110 منزلہ ورلڈ ٹریڈ سنٹر کے سینکڑوں دفاتر میں لگ بھگ 50 ہزار افراد کام کرتے تھے جبکہ سنٹر میں روزانہ اوسطاً ایک لاکھ پچیس ہزار سے ایک لاکھ پچاس ہزار افراد آتے تھے ان میں وہ سیاح بھی شامل ہیں جو سنٹر کی 110 ویں منزل پر لگی دوربینوں سے 40 کلومیٹر تک کے علاقوں کا نظارہ کرتے جبکہ واشنگٹن میں وزارت دفاع کی ناقابل تسخیر سمجھی جانے والی عمارت میں 25 ہزار افراد خدمات سرانجام دیتے ہے اس عمارت کی 58 سالہ تاریخ میں دہشت گردی کی یہ پہلی واردات تھی۔

گیارہ ستمبر دو ہزار ایک کی صبح ورلڈ ٹریڈ سنٹر اور پنٹاگون پر ایک بعد دیگرے ہونے والے خودکش حملوں نے جدید ٹیکنالوجی، جاسوسی کے اعلیٰ اور ناقابل تسخیر نظام اور برتری کے دعووں کو پاش پاش کر کے رکھ دیا وزارت دفاع کی ناقابل تسخیر سمجھی جانے والی عمارت کا کل رقبہ 583 ایکڑ ہے 24 ستمبر 1941ء کو عمارت کا سنگ بنیاد رکھا گیا اس کا تعمیراتی کام 15 جنوری 1943 کو مکمل ہوا 583 ایکڑ رقبے کی اس عمارت کے 296 ایکڑ حکومت کی ملکیت ہیں 4 کروڑ 96 لاکھ ڈالر کی لاگت سے تعمیر ہونے والی اس عمارت کا سنٹر کورٹ (درمیانی حصہ) پانچ ایکڑ پر مشتمل ہے ہیٹنگ اور ریفریجریشن پلانٹ ایک ایکڑ رقبہ پر لگائے گئے ہیں پنٹاگون

Marfat.com
Marfat.com
Marfat.com

کے اندر موجود سڑکوں کی مجموعی لمبائی 30 میل اور اس کا پارکنگ ایریا 167 ایکٹر پر مشتمل ہے جس میں 8770 گاڑیاں پارک کرنے کی گنجائش ہے بیرونی سہولیات کی فراہمی اور تعمیراتی اخراجات دونوں ملا کر پینٹا گون پر 8 کروڑ 30 لاکھ ڈالر لاگت آئی وزارت دفاع کی ملکیتی اس عمارت میں روزانہ 10 گھنٹے کام ہوتا ہے یہاں ایک ڈرائنگ روم دو کیفے ٹیریا، چھ اسنیک بار اور ایک آوٹ ڈور اسنیک بار ہے آرمی کی لائبریری میں تین لاکھ سے زائد کتابیں ہیں اور دنیا بھر سے مختلف زبانوں کے سترہ سو جرائد یہاں آتے ہیں دوسری جنگ عظیم کے دوران تعمیر ہونے والی اس عمارت کو دنیا کی مضبوط ترین عمارت قرار دیا جاتا تھا یہ اور بات کہ یہ مضبوط عمارت ایک خودکش حملے کی مار ثابت ہوئی اور گیارہ ستمبر کی صبح امریکیوں کا یہ غرور خاک میں مل گیا کہ پینٹاگون ناقابل تسخیر ہے تقریباً ڈیڑھ دو گھنٹے کے دورانیے تک مسلسل ہونے والے خودکش حملوں نے امریکیوں کو سکتے میں مبتلا کر دیا امریکی تاریخ کی ان انوکھی وارداتوں نے جہاں امریکی بالادستی نظام اور حیثیت کی بنیادیں ہلا ڈالیں وہیں یہ سوال بھی زیر بحث آ گیا کہ اگر منظم دہشت گردی سے دنیا کی سپر طاقت خود کو نہیں بچا سکتی تو ترقی پذیر اور پسماندہ ممالک دہشت گردی کے مقابل کتنی دیر تک ٹھہر سکتے ہیں۔

امریکی صدر نے دہشت گردی کی ان وارداتوں کو قومی المیہ قرار دیتے ہوئے مجرموں کو تلاش کرنے اور بدلہ لینے کے ساتھ پس پردہ کرداروں کا دور تک تاقب کرنے کا اعلان تو کر دیا لیکن حقیقت یہی ہے کہ فی الوقت امریکی ہوا میں تلواریں چلا رہے ہیں یا پھر ان اہداف کو تباہ کرنے کے درپے ہیں جو پروپگنڈے کے ذریعے بنائے گئے ہیں نیویارک اور واشنگٹن میں خودکش حملوں کے بعد کس تمہید کے بغیر ان کاروائیوں کا ذمہ دار اسامہ بن لادن کو قرار دیتے ہوئے افغانستان پر حملوں کا اعلان بذات خود ایک سوال ہے ایسا سوال جس کے جواب سے تو صدر بش سمیت پوری امریکی قیادت آنکھیں چرا رہی ہے لیکن اس بات کی تکرار جا رہی ہے کہ اسامہ بن لادن اور اس کے میزبان طالبان اس بدترین دہشت گردی کے ذمہ دار ہیں گیارہ ستمبر کو مراعات یافتہ امریکیوں کی خوش فہمیوں کے ریزہ ریزہ ہونے اور ورلڈ ٹریڈ سنٹر کی فلک بوس عمارت کے دھول مٹی میں تبدیل ہونے کے منظر نے امریکیوں کی آنکھوں کو پتھرا دیا امریکی اخبارات نے

Marfat.com
Marfat.com
Marfat.com

اپنی قوم کے لیے تعطیل کے اختتام کے چرچے کرتے ہوئے اعلان کیا کہ امریکہ حالت جنگ میں ہے ان المناک واقعات پر پہلا تبصرہ فلسطینی ترجمان حنان اشروی نے کیا اُن کا کہنا تھا کہ ان واقعات نے انسانی تاریخ کا رخ موڑ دیا ہے جرمن چانسلر گیر ہارڈ کا موقف تھا کہ یہ حملے پوری مہذب دنیا کے خلاف اعلان جنگ ہیں عالمی مبصرین میں سے چند کے خیال میں یہ تنہا سپر طاقت ہونے کے زعم پر حملہ تھا جس سے اس نئے دور کی بنیاد رکھی گئی جسکا انجام تباہی و بربادی سے لکھا ہے خلیج سے بلقان تک کی مختلف جنگوں میں فتوحات کے منہ زور گھوڑے پر سوار اقوام کو بے دردی سے کچلنے والا امریکہ اتنا کمزور اور بودا ثابت ہوگا ایسا تو خود امریکیوں نے بھی نہیں سوچا تھا معروف امریکی دانشور اور امریکہ کے سابق نائب صدر ایل گور کے ایک مشیر لیون فیور پتھر کے بقول

"ہم اپنی سلامیت کو لاحق دیرینہ اور گھمبیر خطرے کا سامنا کر رہے ہیں اور اب تو ہمیں اس انتہائی پریشان کن حقیقت کو قبول ہی کر لینا چاہیے کہ ہمارے کرہ ارض پر سب سے زیادہ طاقتور بری، بحری، اور فضائی افواج کا مالک ہونے کا باوجود ہر ممکن ہے کہ جنگ کو ہمارے ملک تک لایا جائے"

لیون فیور پتھر کا تبصرہ نہ صرف اعتراف ہے بلکہ اس اعتراف میں چھپی بے بسی اور کرب سے اس صورتحال کی نشاندہی ہوتی ہے جس سے امریکہ اور امریکی دوچار ہیں ان حالات پر برطانوی ادیب میک ایوان دیگر حضرات کا بھی یہی خیال ہے مسئلہ اور بھی زیادہ گہرا ہے

"مرکزیت پسند اور مشین پر منحصر طرز زندگی نے ہمیں کمزور بنا دیا ہے ان واقعات نے اچانک ہم پر انکشاف کیا کہ اگر کسی کے پاس کافی وسائل اور ظالمانہ ارادہ ہو تو اس کے لیے ہماری تہذیب اور طرز زندگی کو تباہ کرنا کتنا آسان ہے"

تیسری دنیا سمیت دنیا کے مختلف خطوں سے امریکہ چلو کی بلندی ہوتی صداؤں اور ڈالر کی محبت میں اپنے پیاروں سے دور امریکہ جانے کے رجحان کی تالوں پر مست امریکیوں کے لیے یہ تصور کرنا ہی ممکن نہیں تھا کہ دنیا میں کوئی ایسی فکر بھی پنپ سکتی ہے جو امریکہ کو یہ دن دکھلائے یا ایسے لوگ ہوں گے جو ان کے طرز زندگی سے شدید نفرت کے ساتھ قائم بالادستی کے بت کو پاش

Marfat.com
Marfat.com
Marfat.com

پاش کرنے کے لیے اپنی جانوں کو قربان کر دیں گے امریکہ کے تحقیقاتی اداروں کا یہ دعویٰ اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ چار مسافر بردار طیاروں کو اغواء کرنے اور پھر خودکش حملوں کے ذریعے تباہی پھیلانے والے افراد کی تعداد لگ بھگ پندرہ سے انیس کے درمیان تھی اور پس پردہ بیٹھ کر ڈوریاں ہلانے والوں کو شامل کر کے یہ تعداد پچاس تک پہنچ جاتی ہے تو بھی عام امریکی یہ سوال پوچھنا نہیں بھولتا کہ اگر پچاس افراد تین خودکش حملوں کا منصوبہ کامیاب بنا کر محض ڈیڑھ گھنٹے کے اندر امریکہ کو ساڑھے چار کھرب ڈالر کا چونا لگا سکتے ہیں تو وسائل اور تعداد میں اگر زیادہ لوگ ایسے اقدامات پر اتر آئے تو مریکہ کہاں کھڑا ہوگا؟

گو کہ صدر بش نے نیکی اور بدی کے درمیان جنگ میں نیکی کے کامیابی کے لیے دعا کی بات کہی ہے مگر وہ بھی یہ بھول گئے کہ دونوں فریقوں (امریکہ اور خودکش حملے کرنے والوں) کے نزدیک نیکی اور بدی کے معیارات الگ الگ ہیں امریکی قیادت خود کو نیکی کی نمائندہ تصور کرتی ہے ایسی نیکی کی اعلیٰ ترین نمائندہ جس کے اتحادیوں نے امریکی قیادت میں عراق پر کروڑوں ٹن بارود برسایا اور درجنوں شہروں کو ویران کھنڈرات میں تبدیل کر دیا امریکہ کے نزدیک غالباً یہ بھی ایک طرح کی نیکی ہی ہے جو عراق پر اقتصادی پابندیاں عائد ہیں ان پابندیوں نے چند سالوں کے اندر چودہ سے اٹھارہ لاکھ عراقیوں کو نگل لیا ہے امریکیوں نے سوڈان میں ادویات تیار کرنے والی فیکٹری پر حملہ کر کے بھی نیکی ہی کمائی تھی امریکیوں کے نیک عزائم اور خدمت انسانیت کے جذبہ پر ایرانی ترجمان کا یہ تبصرہ حقیقت کے قریب تر ہے کہ۔

"نسل پرست اسرائیل کی اندھی حمایت کی قیمت"

تہران ٹائمز کی اس جلی سرخی کی خبر کا متن کچھ یوں ہے کہ جب ایک نسل پرست اور مجرم جن کی حمایت میں تمام تر بین الاقوامی اصولوں کی خلاف ورزی کرنے کے لیے تیار ہے تو خود امریکہ کو بھی یہ توقع نہیں کرنی چاہیے کہ اسے کوئی گزند نہیں پہنچا سکے گا ایرانی اخبار لکھتا ہے ہم ان امریکیوں کے لیے افسوس کرتے ہیں جو اپنی حکومت کی پالیسیوں کے اثرات سے بے خبر رہے ہیں۔

دائیں بازو کے ایک ایرانی اخبار کے اداریہ کا اقتباس کچھ یوں ہے

Marfat.com
Marfat.com
Marfat.com

"امریکہ کو یہ جاننا چاہیئے تھا کہ اس نے ساری دنیا میں جرم اور خونریزی کے جس طوفان کے بیج بوئے ہیں اس کی فصل اسے خود ہی کاٹنی پڑیگی امریکہ ایک شیش محل میں مقیم رہا ہے اب اس شیشے کے گھر کی ساری کھڑکیاں ٹوٹ گئی ہیں"

امریکی قیادت گیارہ ستمبر کے المناک واقعات کے بعد اپنے مقرر کردہ اہداف کو تباہ کرنے اور فوری سزا دینے کے جنون میں جس طرف گامزن ہے اس راستے کے اختتام پر تباہی و بربادی خود امریکہ کا مقدر بھی ٹھہر سکتی ہے۔ اس تلخ حقیقت کو نظر انداز کر دینا کہ افغانستان میں طالبان کے زیر اثر علاقوں میں مقیم اسامہ بن لادن یا اس کی تنظیم القاعدہ کے پاس اتنے وسائل اور تربیت یافتہ افراد نہیں جو اس درجہ کی مہارت کا مظاہرہ کر سکیں بالفرض اگر گیارہ ستمبر کے خودکش حملوں کے حوالے سے امریکیوں کا دعویٰ درست اور ہدف صحیح ہے تو بھی کسی اقدام سے قبل اس سوال کا جواب ضرور دیا جانا چاہیئے کہ دنیا کے کسی خطے میں کسی مکان کے بیڈروم یا سڑک پر چلتی گاڑی کے اندر کے معمولات کی تصویری خبر رکھنے کے صلاحیت ان سموں کہاں گئی جب ڈیڑھ گھنٹے کے دوران ہوئے تین خودکش حملوں نے امریکہ کی بنیادیں ہلا کر رکھ دیں لندن کے یونیورسٹی کالج میں صدمائی دباؤ کے شعبہ کے ڈائریکٹر جمیس تھامن گیارہ ستمبر کے سانحات پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ

"اس نوع کی تباہی کے بعد فوری طور پر قربانی کے ایسے بکرے کی تلاش جس پر سارا الزام منڈھ دیا جائے فطری بات ہے اس قسم کے واقع کے بعد لوگ تصور کرتے ہیں کہ اب کچھ پہلے کی طرح نہیں ہوگا مگر مرحلہ وار رد عمل کا تسلسل اپنا کردار ادا کرتا ہے"

سرد جنگ کے خاتمے اور آنجہانی سوویت یونین کے دو ٹکڑے ہو جانے کے بعد کے منظر نامے میں امریکہ کو مرکزی حیثیت حاصل ہو گئی دنیا کی واحد سپر طاقت ہونے کے دعویدار امریکہ نے اپنی سازشوں سے عراق کو کویت پر قبضہ کرنے پر اکسایا اور کویت کو واگزار کرانے کے نام پر اپنے اتحادیوں کے ہمراہ عراق پر چڑھ دوڑا خلیج کی جنگ میں عراق کو اس کی حد میں رکھنے کے نام پر خلیج میں اترنے والا امریکہ اب خطے میں مستقل ڈیرے ڈالے ہوئے ہے جنگی اخراجات کے نام پر

Marfat.com
Marfat.com
Marfat.com

کویت اور سعودی عرب سے کھربوں ڈالر اینٹ چکنے (یہ عمل ابھی جاری ہے) کے باوجود تحفظ کی ضمانت کے نام پر امریکی افواج کویت اور سعودی عرب میں موجود ہیں عراق کے کویت پر قبضے اور پھر امریکہ کے اتحادیوں سمیت میدان میں کودنے کے عمل کا بغور تجزیہ کیا جائے تو اس امر کی نشاندہی ہوتی ہے کہ امریکیوں کا اصل مقصد عربوں کے تیل کے چشموں پر قبضہ کرنا تھا اس دیرتک رہنے والے قبضے کی منصوبہ بندی 70ء کے عشرے میں اس وقت سے شروع کردی گئی تھی جب سعودی عرب کے شاہ فیصل نے پاکستان وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو کے مشورے پر تیل کو بطور ہتھیار استعمال کر کے امریکہ سمیت پوری ترقی یافتہ دنیا کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کردیا تھا طویل المدتی منصوبہ بندی سے 90 کے عشرے میں کھربوں ڈالر کی وصولی ثانیاً تیل کے چشموں کا طویل المدتی لیز پر حصول ثالثاً کویت میں تعمیر نو کے 62 فیصد ٹھیکے امریکی کمپنیوں کے لیے حاصل کرنا مذکورہ تین باتوں سے اس امر کی تصدیق بھی ہوتی ہے کہ جنگ خلیج گھائے کا سودا تھا عربوں کے لیے اور منافع بخش ثابت ہوئی امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے لیے ان کامیابیوں نے درحقیقت امریکہ کو ناقابل تسخیر ہونے کے جنون میں مبتلا کیا نیو ورلڈ آرڈر نے اسی جنون کی کوکھ سے جنم لیا تھا کمزور اور ترقی پذیر اقوام کو محکوم بنا کر رکھنے کی امریکی پالیسیوں میں شدت پیدا ہوئی تو مزاحمتی رد عمل فطری تھا امریکی قیادت کا ہمیشہ سے یہ المیہ رہا ہے کہ وہ اس خوش فہمی کا شکار ہے کہ امریکہ اور دنیا کے لیے اس کے فیصلے اور پالیسیاں مناسب ہیں ان میں ردوبدل غیر ضروری ہے یہ زعم اس کے باوجود ہے کہ اس کے بارے دنیا بھر میں تاثر ہر گزرنے والے دن کے ساتھ پختہ تر ہوتا چلا گیا کہ امریکی دوستی موسمی ہے اس موسمی امریکی دوستی کا سب سے زیادہ تجربہ پاکستان کو ہے 1965ء کی پاک بھارت جنگ ہو یا 1971ء کا سقوط مشرقی پاکستان ہر دو موقع پر امریکہ نے اپنے اتحادی پاکستان کو بے شرمی سے بے یارومددگار چھوڑ دیا 1970ء کی دہائی کے آخری برسوں میں ایک طرف تو ایران میں عوامی انقلاب نے امریکہ کی وفادار شاہ حکومت کا بستر بندھوا دیا تو دوسری طرف افغانستان میں سوویت یونین نئے سویرے کے نام پر در آیا ہر دو واقعات نے خطے میں پاکستان کی اہمیت اور ضرورت کو دوچند کر دیا اس وقت امریکہ نے پاکستان کو اپنی ضرورت تسلیم کرتے ہوئے حکمران فوجی قیادت کے جذبہ جہاد کو نئی جہت عطا کی اور عوامی تائید سے محروم ضیاء

Marfat.com
Marfat.com
Marfat.com

رجیم نے امریکہ پر تکیہ کرنے میں عافیت سمجھی مفادات کی اس سانجھے داری میں جنرل ضیاء اور درجن بھر اعلیٰ فوجی افسروں نے طویل عرصہ تک قوم کے سروں پر مسلط رہنے اور مال بنانے کی راہ نکالی تو دوسری جانب دنیا بھر سے امداد حاصل کرنے کا افغانستان میں سوویت یونین اور امریکہ کے مفادات کے ٹکراؤ کو جہاد اسلامی کا رنگ دیا گیا تو مسلم دنیا سے مارنے اور مرنے کا عزم لیے نوجوانوں کے قافلے اترنے لگے سوویت یونین داخلی تضادات اور مسائل ومشکلات کے ساتھ ساتھ اس بے مقصد قبضہ گیری کی جنگ چڑھ کر تقسیم ہوا تو ایک طرف سے جہاد اور اس کامیابی کی صدائیں بلند ہوئیں اور دوسری جانب سے امریکہ کے واحد قوت کے طور پر رہ جانے کا اعلان عظیم ہوا۔ 10 سال تک سوویت یونین اور اس کے ہمنوا افغان حکمرانوں سے پنجہ آزمائی کرنے والے افغان عوام کو سوویت یونین اور اس کے باقیات سے نجات اس طور ملی کہ بدلتے حالات نے بدترین خانہ جنگی کی بنیاد رکھ دی اس عرصہ میں امریکی قیادت نے احساس ذمہ داری کا مظاہرہ کرنے کی بجائے نئی ترجیحات کی روشنی میں معاملات کرنا شروع کر دیے سوویت یونین کے خاتمے سے آزاد ہونے والی وسطی ایشیائی ریاستوں کے بھاری وسائل اور تجارتی منڈیوں پر تنہا قبضہ کرنے کی امریکی حکمت عملی نے ان افغانوں کو امریکہ کے دشمنوں کی صف میں لا کھڑا کیا جو گزرے برسوں میں امریکہ کو مادر مہربان کا درجہ دیتے تھے۔

90ء کی دہائی سے جاری خانہ جنگی میں افغانستان اور افغان عوام کا نقصان اس نقصان کے مقابلہ میں کہیں زیادہ ہے جو سوویت مداخلت اور تسلط کے زمانہ میں ہوا اس بے مقصد خانہ جنگی کی وجہ سے طالبان تحریک نے جنم لیا اس تحریک کے ابتدائی منظر نامے میں امریکی کردار اور تعاون ایک ایسی حقیقت ہے جسے جھٹلانا ممکن نہیں اس حوالے سے ٹھوس شواہد تحریروں کی صورت دنیا بھر کے اخبارات وجرائد میں شائع ہوتے رہے طالبان تحریک کی بنیاد رکھنے والے پاکستانی فوج کے ریٹائرڈ میجر جنرل اور بے نظیر بھٹو کے عہد اقتدار کے وزیر نصیر اللہ بابر خود بھی اس حقیقت سے آگاہ تھے پاکستان افغانستان میں جس نئی تحریک کی بنیاد رکھنے جا رہا ہے اس کی ڈوریاں واشنگٹن سے ہلائی جا رہی ہیں ظاہری حالات اور بالخصوص بے نظیر بھٹو کی کھلی ڈھلی امریکہ پرستی بذات خود اس حقیقت کی تائید کرتی ہے کہ ہر حال میں امریکہ کی وفاداری کے جذبہ سے سرشار ہے

Marfat.com
Marfat.com
Marfat.com

نظیر بھٹو اتنا بڑا انقلابی فیصلہ کرنے کی جرات نہیں رکھتی تھیں سو یہ رائے صائب محسوس ہوتی ہے کہ واشنگٹن کے ایما پر طالبان کو منظم کر کے افغانستان میں ایسی حکومت بنوانا ہی مقصد تھا جو وسط ایشیائی ریاستوں تک محفوظ راستے فراہم کرے امریکیوں اور خود بےنظیر حکومت کے ساتھ المیہ یہ ہوا کہ طالبان تحریک ابتدائی کامیابیوں کے بعد سے آزادانہ روش پر چل نکلی اپنے خالقوں اور سرپرستوں کی توقعات کے برعکس اختیار کیے گئے ان راستوں پر طالبان تحریک کی قیادت دراصل پاکستان میں اپنے اساتذہ کی جماعت جمعیت علمائے اسلام کے مشوروں پر چلی ۔ استعماری طاقتوں کے خلاف صدی بھر کی جدوجہد کی تاریخ رکھنے والی جمعیت علمائے اسلام کی قیادت اور دینی مدارس ہی درحقیقت طالبان تحریک کی قوت و مشاورت کے مراکز تھے۔ طالبان کی جانب سے ابتدائی دنوں کے سرپرستوں کے مقاصد کے لیے لڑنے کی بجائے آزادانہ حیثیت منوانے اور اپنی فکر و سیاست کے حوالے سے زیر اثر علاقوں میں نظام حکومت قائم کرنے کو سنگین جرم قرار دیتے ہوئے امریکیوں نے ہزارویں درجہ کی الٹی قلابازی کھاتے ہوئے طالبان کے مخالف شمالی اتحاد کو اپنی گود لے لیا یہی وہ مرحلہ تھا جہاں سے امریکہ اور طالبان کھلی متحارب گروہوں کی صورت سامنے آئے اسی مرحلہ پر افغانستان کے اندر موجود عرب ممالک سے آئے ہوئے ان ہزاروں افراد نے طالبان کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا جو سوویت تسلط کے زمانہ میں عرب و عجم کے علماء کے جہادی فتووں سے متاثر ہو کر کہساروں کے اس دیس تک لمبی مسافتیں طے کرنے کے بعد آئے تھے طالبان کی حمایت کرنے والے عربوں میں اسامہ بن لادن بھی شامل تھے۔ سعودی عرب کے بن لادن خاندان کے اسامہ بن لادن 1980ء کی دہائی سے افغان جہاد کے لیے مالی امداد دے رہے ہیں اور وہ وقت تھا جب سی آئی اے کے زیر اثر عرب و عجم کے مسلمان ممالک کے اخبارات وجرائد سوویت یونین کے خلاف برسرپیکار افغانوں کی جدوجہد کی متاثر کن کہانیاں شائع کر رہے تھے نصف حلقے اسامہ بن لادن کی افغانستان میں آمد کو سی آئی اے کی ان کوششوں سے جوڑتے ہیں جو مالدار مسلمانوں کو اس راہ پر لانے کے لیے جاری تھیں اس رائے کو اگر درست بھی مان لیا جائے تو پھر بھی یہ کہا جا سکتا ہے کہ سی آئی اے کی یہ چال بھی خود اس کے گلے پڑ گئی اور اسامہ بن لادن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اپنے امریکی دوستوں سے دور ہوتے چلے گئے یہ دوری اس

Marfat.com
Marfat.com
Marfat.com

وقت مکمل ہوگئی جب وہ 1995ء میں دوبارہ سوڈان سے افغانستان چلے آئے انہوں نے شمالی اتحاد کے صدر ربانی کی طرف سے اپنی جدوجہد میں شرکت کی دعوت کو مسترد کرتے ہوئے اپنا وزن طالبان کے پلڑے میں ڈال دیا یہی وہ لمحہ تھا جب امریکیوں نے اسامہ بن لادن کو اپنے سرکردہ دشمنوں کی فہرست میں نمایاں جگہ دی اور پھر آنے والے ہر دن کے ساتھ امریکہ اسامہ دشمنی بڑھتی چلی گئی ذرائع ابلاغ پر قابض یہودیوں کے پروپیگنڈے کا فوری اثر قبول کرنے والی امریکی قیادت کو دنیا میں امریکہ کے خلاف ہوئے ہر کام کے پیچھے اسامہ بن لادن دکھائی دینے لگا زہریلے پروپیگنڈے سے پیدا ہونے والے غصے اور جنون کی تسکین کے لیے امریکہ نے 1998ء میں افغانستان اور سوڈان پر شدید فضائی حملے کیے امریکی ان حملوں کا مقصد اسامہ بن لادن کی کمر توڑنا اور کیمیائی ہتھیاروں کے اڈے تباہ کرنا بتلاتے ہیں لیکن درحقیقت افغانستان پر حملہ اسامہ کو قتل کرنے اور سوڈان پر ادویات کی ملٹی نیشنل کمپنیوں کے مفادات کے تحفظ کے نام پر کیا گیا ادویہ سازی کی سوڈانی کمپنی کی ادویات کی قیمت امریکی کمپنیوں کے مقابلہ میں عرب اور افریقی ممالک میں کہیں زیادہ تھی۔

اسامہ بن لادن کے ٹھکانوں پر امریکی میزائلوں سے حملے کے پیچھے کی ایک کہانی یہ بھی ہے کہ امریکیوں نے حملہ عین اس وقت کیا جب پاکستان کے صوبہ سرحد کے دارالحکومت پشاور سے ایک صحافی نے اپنے موبائل فون سے اسامہ بن لادن کے سٹلائٹ فون پر رابطہ کیا اس رابطے نے امریکی جاسوسی نظام کی مشکل آسان کردی اور فریکونسی کے مرکز کی نشاندہی کرنے والے آلات کی فراہم کردہ معلومات کی روشنی میں میزائل داغ دیئے گئے اس واقعہ کے بعد طالبان نے مذکورہ صحافی کو ناپسندیدہ قرار دے دیا لیکن صحافی جس اخباری گروپ سے منسلک ہے اس گروپ کے مالک نے پوشیدہ ہدایت کی بدولت حق خدمت میں اضافہ کردیا سوڈان اور افغانستان پر 1998ء میں ہوئے امریکی حملوں کی وجہ سے افریقہ اور عرب ممالک کے انقلابی مسلمانوں کی تنظیموں نے اسامہ بن لادن کو مرکزی حیثیت دے دی امریکہ سے شدید فکری بعد رکھنے اور اسے دنیا بھر کے مسائل کا ذمہ دار اور بدترین قوت قرار دینے والی مسلم تنظیموں اور اسامہ بن لادن کے درمیان غیر اعلانیہ اتحاد قائم ہوگیا امریکہ کے جاسوسی اداروں کو جونہی ان تبدیلیوں کی سن گن ہوئی انہوں نے

Marfat.com
Marfat.com
Marfat.com

وائٹ ہاؤس کو ایسی رپورٹیں بھجوانا شروع کیا جن میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی کہ اسامہ بن لادن امریکہ کو تباہ کرنے کے لیے مسلم انتہا پسندوں کی مختلف تنظیموں کو وسائل فراہم کر رہا ہے ان رپورٹوں پر صاد کرتے ہوئے امریکی قیادت نے اسامہ بن لادن کی قائم کردہ تنظیم "القاعدہ" کو دہشت گرد تنظیموں کی فہرست میں شامل کرتے ہوئے اسامہ کو بھی ان افراد میں ایک قرار دیا جو امریکہ مطلوب ہیں یہ مطلوبیت کیوں اور کس لیے تھی؟ اس کا جواب یہی ہے کہ واحد عالمی طاقت ہونے کے زعم میں مبتلا امریکی قیادت روئے زمین پر کسی ایسے فرد، گروہ یا ملک کو برداشت کرنے پر آمادہ ہی نہیں جو امریکی بالادستی اور تھانیداری کو تسلیم نہ کرے۔ لیبیا، ایران، عراق اور سوڈان سے امریکہ کا برتاؤ ان ممالک پر حملے اور عائد شدہ اقتصادی پابندیاں امریکی قیادت کی خود پسندی سے عبارت ہیں۔

گیارہ ستمبر کو دنیا کی واحد سپر طاقت کے تجارتی و دفاعی مراکز پر خودکش حملوں سے جو تباہی پھیلی وہ معصوم انسانی جانوں کے ضیاع کے اعتبار سے تو یہ سانحے المناک اور قابل مذمت ہیں ہی لیکن امریکی قیادت ان حملوں کے ذمہ داروں کے طور پر اسامہ بن لادن اور طالبان کو اپنا ہدف محض اس لیے قرار دے رہی ہے کہ وہ تین بنیادی باتوں سے بچنا چاہتی ہے اول اس سانحہ میں یہودیوں کے کردار، ثانیاً داخلی طور پر موجود انتہا پسند تنظیموں اور ثالثاً لمبی تحقیق کے جھمیلوں سے حالانکہ ایف بی آئی کو ورلڈ ٹریڈ سنٹر پر ہوئے خودکش حملوں کے دس گھنٹے بعد اس امر کی شہادتیں موصول ہو گئیں تھیں کہ ورلڈ ٹریڈ سنٹر کے سینکڑوں دفاتر میں کام کرنے والے چار ہزار یہودی ملازمین گیارہ ستمبر کو رخصت پر تھے گو چار ہزار یہودیوں کی اس اتفاقی رخصت کو یہودیوں کے سالانہ میلے کی بدولت کہا جا رہا ہے جو ہر سال گیارہ ستمبر کو نیویارک کے مشرقی ساحل پر لگتا ہے مگر اس سوال کا جواب خود یہودی تنظیموں کے پاس بھی نہیں کہ پچھلے کئی سالوں سے اس میلے میں تجارتی مراکز میں کام کرنے والے یہودیوں کی شرکت کا تناسب 17 سے 23 فیصد ہوتا ہے تو اس سال ایسی کیا بات ہوئی کہ ورلڈ ٹریڈ سنٹر میں قائم دفاتر میں کام کرنے والے چار ہزار یہودی چھٹی پر چلے گئے اس سوال سے آگے جس بات نے ایف بی آئی کو ان خطوط پر غور کرنے کی دعوت دی وہ حملے کے چند گھنٹوں کے بعد ورلڈ ٹریڈ سنٹر کے متاثرہ علاقے کی تصویریں بناتے

Marfat.com
Marfat.com
Marfat.com

ہونے خوشی کے نعرے لگانے والے نصف درجن افراد کی گرفتاری ہے جنکے بارے تحقیقات کے دوران یہ بات سامنے آئی کہ گرفتار شدگان ورلڈ جیوش کانگریس کے شعبہ یوتھ کے ارکان ہیں اور یہ گروپ سیاحتی ویزے پر 9 ستمبر کو امریکہ میں داخل ہوا تھا۔

مذکورہ دونوں نکات سے اس امر کو تقویت ملتی ہے کہ خودکش حملوں میں اگر بظاہر مسلمان ہی ملوث تھے لیکن پس پردہ یہودی تنظیمیں تھیں جنہوں نے امریکہ کے خلاف مسلمانوں کے جذبات سے فائدہ اٹھانے کی سازش تیار کی اور جذباتی مسلمانوں کا ایک گروپ ان کے سحر میں گرفتار ہو گیا خودکش حملوں کے بعد کے حالات میں یہودیوں کے زیر اثر ذرائع ابلاغ نے امریکی حکام کے رسمی یا غیر رسمی بیان کا انتظار کیے بغیر حملوں میں اسامہ بن لادن "القاعدہ" اور فلسطین کی ایک تنظیم اسلامی جہاد کے ملوث ہونے کا پروپگنڈہ شروع کر دیا اس پروپیگنڈے کے وہ سحر جمائے امریکی قیادت تحقیق کے دروازے بند کر کے وہی راگ گانے لگی جو یہودی گا رہے تھے اس حوالے سے دوسرا اہم نکتہ امریکہ کے اندر قائم 274 علیحدگی پسند تنظیموں کے امریکی نظام کے خلاف سرگرم عمل ہونے کا ہے اس حوالے سے ایک صاحب الرائے دانشور جناب عبدالرحمن خان کی یہ تحریر بھی خصوصی توجہ کی حامل ہے وہ لکھتے ہیں۔

گزشتہ صدی میں امریکا کے اندر اس کے خلاف دہشت گردی کی کاروائیوں کا تناسب خارجی سطح سے زیادہ رہا ہے۔ یہ صورت حال آج بھی اسی طرح قائم ہے۔ ڈھائی سو سے زیادہ علیحدگی پسند اور انتہا پسند تنظیمیں امریکی وفاق کے خلاف طویل عرصے سے صف آرا ہیں مگر امریکی میڈیا میں اس کی خاطر خواہ کوریج کبھی بھی نہیں کی گئی۔ داخلی معاملات میں امریکہ کی یہ پالیسی سرفہرست رہی ہے ایسی صورت حال میں امریکا کو چاہیے کہ اپنے سفارت خانوں کی تباہی اور دوسری دہشت گردی کے سلسلہ میں مسلمانوں کے خلاف قیاس کے گھوڑے دوڑانے کے ساتھ ساتھ اس تخریب کاری کے سرے اپنی داخلی صورت حال میں بھی تلاش کرے۔

نیویارک کی بندرگاہ میں داخل ہوتے ہی آزادی کی مجسمہ کی شکل میں آزادی کی ایک بہت بڑی علامت نظر آتی ہے جس پر امریکیوں کو بہت ناز ہے کہ یہ امریکی قوم انسانی آزادی کا بہت بڑا نشان ہے۔ گزشتہ صدی میں امریکیوں نے آزادی کے دوسو [illegible] مکمل ہونے پر قومی

Marfat.com
Marfat.com
Marfat.com

تقریبات منعقد کیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ نسلی اور فکری عناصر کا امریکی معاشرے میں بغض وعناد بھی ایک لمبی عمر پوری کر چکا ہے جو امریکا میں بسنے والے لاکھوں مہاجرین کے باعث پیدا ہوا ہے۔ یہ مہاجرین اپنے ممالک کے نظام سے فرار حاصل کر کے اور کچھ روزگار کی تلاش میں امریکا وارد ہوئے تھے مگر یہاں سامراجی سوچ نے مختلف نسلوں کے لوگوں میں باغیانہ خیالات پروان چڑھائے۔ اسی تباہ کن روش کو دیکھتے ہوئے امریکا کے 17 ویں صدر ابراہام لنکن نے غلامی کی لعنت سے آزادی کا اعلان کیا تھا۔ 1963ء میں امریکا کی جنوبی ریاستوں میں خانہ جنگی کو ختم کرنے کی کوشش بھی کی گئی مگر بھائی چارے کی یہ کوشش بھی گوروں کے نسلی تفاخر تلے دب گئی۔ تفرقہ بازی کی یہ فضا آج دو سو سال بعد بھی اسی طرح برقرار ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ابراہام لنکن اور لوتھر کنگ کے قتل ان ہی نسل پرست تنظیموں کے کارنامے تھے۔

یاد رہے کہ امریکی سی آئی اے کا شمار امریکا کی بہت سی تنظیموں کے نزدیک ایک سرکاری دہشت گرد تنظیم کے طور پر ہوتا ہے۔

مارٹن لوتھر کنگ کے قتل میں اس کا ملوث ہونا اب کسی سے ڈھکی چھپی بات نہیں امریکی صدر لنکن کے قتل کے بعد نسلی تعصبات کا یہ طویل سلسلہ ایک مرتبہ پھر زور پکڑ گیا تھا۔ اس کے بعد اس قوم کا دوسرا بڑا حادثہ امریکی صدر جان ایف کینیڈی (1917-1963) کا قتل ہے جنہیں 1963ء میں لی ہاروے اوسوالڈ نامی شخص نے جو علیحدگی پسند تنظیم کا ممبر تھا نے سرکاری تقریب کے دوران گولی مار کر قتل کر دیا تھا بعد میں اس قتل کی سماعت کے دوران اوسوالڈ کو ایک نامعلوم شخص نے گولی ماردی۔ یوں اس قتل کے ساری شہادتیں گول کر دی گئیں۔ حالانکہ کینیڈی کے قتل سے متعلق تحقیقات کا ایک رخ یہ بھی سامنے آیا ہے کہ صدر کینیڈی اپنی رنگین مزاجی کی وجہ سے اداکارہ مارلن منرو کے کافی نزدیک آ چکے تھے جس کی وجہ سے خلوت کے دوران صدر کینیڈی کے منہ سے ایسی باتیں نکل گئی تھیں جو امریکا کے قومی مفادات کے خلاف جا سکتی تھیں۔ اسی لیے سی آئی اے کے نزدیک صدر کینیڈی امریکا کے لیے سیکورٹی رسک قرار پائے جس کی پاداش میں انہیں جان سے ہاتھ دھونا پڑے۔ بعد میں مارلن منرو کے موت کے ساتھ اصل معاملہ ہی ختم کر دیا گیا۔ ایف بی آئی کی رپورٹ کے مطابق لی ہاروے اوسوالڈ امریکا کی نازی ازم سے متاثر

81604

Marfat.com
Marfat.com
Marfat.com

تنظیم کا رکن تھا۔ اسی طرح امریکا کے حکومتی اداروں کی جانب سے رپورٹ پیش کی جاتی ہے۔ کہ امریکا میں شہری حقوق کے سیاہ فام لیڈر میلکم ایکس (1925-1965) کو امریکا کی انتہا پسند تنظیموں نے قتل کروایا۔

ایف بی آئی کی رپورٹ کے مطابق 1969ء سے 1993ء کے دوران حکومتی اداروں پر مجموعی طور پر 23 مرتبہ مسلح حملے کی جا چکے ہیں۔ یہ حملے امریکا کی انتہا پسند علیحدگی کی تنظیموں کی جانب سے کئے گئے تھے۔ 1993ء کا سال امریکا میں بدامنی کا سال قرار دیا جاتا ہے۔ دائیں بازو کے انتہا پسند عناصر نے امریکا کے پرہجوم علاقوں پر حملے کئے ان حملوں کی تعداد 21 بتائی جاتی ہے جبکہ 1992ء میں چار حملوں کے دوران سینکڑوں امریکی لقمہ اجل بن گئے تھے۔ تمام دنیا میں انسانی حقوق اور اظہار رائے کی آزادی کا چمپئین امریکا دوسرے ممالک خصوصاً ایشیائی ممالک کو انسانی حقوق کے حوالے سے تنقید کا نشانہ بناتا رہتا ہے مگر خود اس کی داخلی صورت حال کا برا حال ہے 1990ء سے لے کر تا حال امریکا کے مضبوط حکومتی اداروں پر منظم حملے ہو چکے ہیں۔ امریکا کی نیوز ایجنسی کے مطابق انتہا پسندوں کی جانب سے گزشتہ تین سالوں کے دوران پندرہ بڑے حملے تجارتی اداروں پر دس حملے فوجی تنصیبات پر تین حملے تعلیمی اداروں پر اور ایک امریکی وزارت خارجہ کی سفارتی اکیڈمی پر کیا گیا ہے۔ ان میں چوبیس حملوں کے دوران بڑے دھماکے خیز بم بھی استعمال کی گئے ان دھماکوں میں زیادہ تر نوعیت کار بموں کی تھی۔ چھ جگہوں پر آگ پر قابو نہیں پایا جا سکا جس کی وجہ سے آگ لگنے والے مقامات مکمل طور پر جل گئے۔ ان تخریبی کاروائیوں کے نتیجے میں امریکا کو 1989ء میں 8 کروڑ 64 لاکھ ڈالر کا مجموعی طور پر نقصان ہوا۔ یہ نقصان املاک کی شکل میں تھا۔

ایف بی آئی کی رپورٹ کے مطابق 1989ء میں 1569، 1990ء میں 1991,449ء میں 1992,770ء میں 1993,514 میں 445 افراد امریکا میں دھماکوں اور دوسری تخریبی کاروائیوں کی وجہ سے ہلاک ہوئے۔ 1995ء تک ہونے والے دھماکوں کی تعداد امریکی تفتیشی ادارے کے مطابق 169 بنتی ہے 1982ء سے 1995ء ہونے والے دھماکوں میں 16 دھماکے یہودی انتہا پسند تنظیموں نے کئے جبکہ مشرق وسطیٰ سے تعلق رکھنے والی

Marfat.com
Marfat.com
Marfat.com

عرب تنظیموں کے صرف تین حملے ابھی تک ریکارڈ پر آچکے ہیں۔امریکہ کی دائیں بازو کی تنظیموں نے 129 حملے اور بائیں بازو کی تنظیموں نے 21 تخریبی کارروائیوں میں حصہ لیا۔1988ء اور 1994ء کے درمیانی دور میں 32 تخریب کاری کی بڑی وارداتیں عمل میں آئیں۔

امریکی تاریخ میں گزشتہ 57 سالوں کے دوران تخریب کاری کا شدید ترین واقعہ 19 اپریل 1995ء کو فیڈرل بلڈنگ اوکلے ہاماشی میں پیش آیا۔دھماکے کرنے والے ملزم ٹیموتھی مانکی کا تعلق علیحدگی پسند تنظیم مشی گن ملیشیا سے تھا اس کے علاوہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ عیسائیت کے انتہا پسندانہ امریکی فرقے سے تعلق رکھتا تھا۔اس دھماکے میں 182 افراد ہلاک اور 400 کے قریب زخمی ہوئے۔شروع شروع میں امریکیوں نے حسب عادت یہ دھماکا بھی مسلمانوں کے کھاتے میں ڈالنے کی کوشش کی تھی۔تمام امریکی میڈیا مسلمانوں کے خلاف صف آراء ہو چکا تھا مگر دہشت گردی کا کوئی راستہ مسلمانوں کی طرف نہیں جاتا تھا اس لیے تحقیق کا رخ امریکا کی علیحدگی پسند اور انتہا پسند تنظیموں کی طرف موڑنا پڑا جس کے بعد مذکورہ شخص کی گرفتاری عمل میں آسکی۔فلسطینی نژاد امریکی اسکالر ایڈورڈ سعید نے ان حالات کے تناظر میں کہا تھا کہ امریکی معاشرہ مزاج کے لحاظ سے فکری اونچ نیچ کا مظہر ہے جس کی وجہ سے مختلف افکار کے گروپ یہاں شروع سے ہی زور آزمائی کی کیفیت میں ہیں۔امریکا کی خاتون اول ہیلری کلنٹن نے بھی امریکا میں ہونے والے تشدد کے ان واقعات پر بیان دیتے ہوئے کہا تھا کہ اس صدی کے آخر تک امریکا دائیں اور بائیں بازو کی تنظیموں کے درمیان کشمکش کا مرکز رہے گا۔ایڈورڈ سعید کے مطابق امریکی معاشرے اور ریاست میں مذہب کا اہم کردار رہا ہے اور اب تک زور و شور سے جاری ہے یہ امریکا کے اس دعوے کے خلاف جاتا ہے جس میں پروپیگنڈہ کی حد تک کہا جاتا ہے کہ امریکہ تمام دنیا میں آزادی کی علامت ہے امریکا کے بنیاد پرست معاشرے میں اسلامی فکر ایک خاص انداز لئے ہوئے ہے جس کے لاکھوں ارکان اس وقت امریکی معاشرے کا اہم حصہ ہیں مگر امریکی حکومت اور میڈیا چونکہ یہودی اجارہ داری میں ہے اس لیے امریکا خارجہ سطح پر مذہبی فکر کا سیاست سے الگ ہونے کا کتنا ہی پرچار کیوں نہ کرے داخلی سطح پر اس کے وجود سے انکار نہیں کرسکتا۔امریکی میڈیا پر اسے بڑی حد تک چھپانے کی کوشش کی جاتی ہے تا کہ باہر کی دنیا امریکا

Marfat.com
Marfat.com
Marfat.com

میں پکنے والی اس فکری اور سیاسی کچہری سے بڑی حد تک ناواقف رہے اور امریکی نظام کو ایک محفوظ نظام تصور کرتی رہے مگر صورت حال اس سے بالکل مختلف ہے۔ امریکا داخلی طور پر جتنا غیر محفوظ ہے دنیا میں کوئی اور نہیں ہوگا۔ اس وقت مجموعی طور پر علیحدگی پسند اور انتہا پسند تنظیموں کی تعداد 274 کے قریب بتائی جاتی ہے جنہوں نے دنیا کی اس واحد سپر طاقت کا وجود خطرے سے دوچار کر دیا ہے۔

تجارت کے میدان میں جاپان اور چین کے ساتھ امریکی جنگ کسی سے ڈھکی چھپی بات نہیں ہے مگر اس اقتصادی جنگ کا زیادہ تر تعلق حکومتی سطح پر ہے مگر امریکا کے بڑے تجارتی ادارے امریکا کی اس پالیسی سے متفق نہیں ہیں۔ انہیں اپنے تجارتی مفادات عزیز ہیں مگر حکومت امریکا ان تجارتی مفادات کو سیاسی سیہ گردی سے منسلک رکھتی ہے۔ امریکا کی سرزمین پر تجارتی مفادات کی یہ جنگ کاروباری حلقوں کے نزدیک تجارتی آزادی کے خلاف ہے۔ تجارت کی یہ نوعیت اسلحے کی قسم تک جا پہنچتی ہے۔ تجارتی بنیادوں پر اسلحہ تیار کرنیوالے بہت سے ممالک امریکا کی تجارتی استعماریت کے خلاف پرائیویٹ اسلحہ ساز کمپنیوں کو استعمال کرتے ہیں۔ جن ممالک نے کیمیاوی اور بارودی سرنگوں کے عدم پھیلاؤ کے معاہدے پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا ہے وہ بھی امریکا کی پرائیویٹ اسلحہ ساز کمپنیوں سے تجارتی لین دین رکھتے ہیں۔ جس کی وجہ سے بہت سی تنظیموں کے ہاتھ کیمیاوی ہتھیار لگ چکے ہیں جو کسی وقت بھی امریکی معاشرے کو تباہی سے دوچار کر سکتے ہیں۔ عیسائیت کے بہت سے فرقوں کی نمائندہ جماعتیں بھی امریکا میں کثرت سے پائی جاتی ہیں جو عوام میں اس قسم کے خیالات پھیلاتی ہیں کہ امریکی قوم اللہ کی پسندیدہ قوم ہے 1998 کے شروع میں امریکہ میں ایک سروے کے دوران جو رپورٹ مرتب کی گئی اس کی رو سے 86 فیصد امریکیوں کا خیال ہے کہ وہ اللہ کی پسندیدہ قوم ہیں جس کی وجہ سے انہیں تمام قوموں پر برتری حاصل ہے اس قسم کے نسلی تفاخر بھی امریکی معاشرے میں تشدد کی لہر کو ہوا دیتے ہیں کیونکہ اس عقیدے کی رو سے امریکی ہر دوسری قوم اور نسل کے افراد کو کمتر سمجھتے ہیں۔ بہت سے لوگ جواب ہجرت کر کے امریکی معاشرے کا حصہ بن رہے ہیں انہیں بہت سی وقتوں سے نبرد آزما ہونا پڑتا ہے۔ اب تک امریکہ میں مقیم مہاجرین کی تعداد 5 کروڑ 20 لاکھ سے تجاوز کر چکی ہے جو

Marfat.com
Marfat.com
Marfat.com

اپنے روزگار سے ہر سال خطیر رقم امریکا کو ٹیکس کے طور پر ادا کرتے ہیں۔ 1997ء کے دوران ان مہاجرین نے ایک ارب 33 کروڑ ڈالر ٹیکس کے طور پر ادا کیے یہ اعداد وشمار ماہ رواں میں اکانو انسٹی ٹیوٹ امریکا کی جانب سے شائع کیے گئے ہیں۔

عیسائیت کے بہت سے انتہا پسند فرقے امریکہ کی صہیونی لابی کے ساتھ مل کر کام رہے ہیں۔ ان تمام کا مطمح نظر اسرائیلی مفادات کا تحفظ ہے۔ یہی لابی حکومت پر زیادہ اثر انداز ہے یہی وجہ ہے کہ امریکی صدر کے فیصلوں میں اسرائیلی مفادات کا خیال سب سے زیادہ رکھا جاتا ہے بصورت دیگر اسے صدر کلنٹن والی صورت حال کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ عیسائیت کے انہیں فرقوں میں ایک فرقہ "انجیلی عیسائیت" کا ہے۔ اس فرقے کے اہم ارکان میں امریکا کے سابق صدر رونالڈ ریگن بھی ہیں۔ اس فرقے کی بنیاد اس عقیدے پر ہے کہ جب تک تمام یہودی اسرائیل میں بس نہیں جائیں گے۔ اس وقت تک مسیح موعود کا ظہور نہیں ہوگا۔ اس لیے امریکی پالیسی میں عبرانی ریاست کی بھرپور معاونت لازمی جز ہے یوں استعماری دور کا یورپی فلسفہ کہ دنیا انسان کی غلام ہے نئی شکل میں سامنے آ چکا ہے جو دنیا بھر میں یہودی مفادات کی شکل لئے ہوئے ہے سابق امریکی صدر ریگن کے دور میں اسٹاروار پروگرام جس تیزی سے پروان چڑھایا گیا تھا اس کے پس منظر میں یہی فکر کارفرما تھی کہ دنیا کو امریکی طاقت میں جکڑ دیا جائے تاکہ اسرائیلی مفادات کو کوئی ضرب لگانے کی جرات نہ کر سکے۔

پچھلے چند برسوں سے امریکا میں انتہا پسند اور علیحدگی پسند تنظیمیں زیادہ زور پکڑ چکی ہیں جس کی وجہ سے امریکی معاشرے میں تشدد کے واقعات میں کافی تیزی آ چکی ہیں جو عیسائیت کے بہت سے فرقوں پر مشتمل ہیں۔ علیحدگی پسند تنظیم کی سب سے بڑی کارروائی 1995ء میں اوکلے ہاما سٹی میں فیڈرل بلڈنگ میں دھماکا تھا جس نے امریکی حکومت کو بری طرح ہلا کر رکھ دیا 1996ء میں امریکا کے اولمپک کھیلوں کے دوران بھی بم دھماکا ایسی ہی تنظیم نے کرایا تھا۔ اس میں متعدد امریکی تماشائی مارے گئے تھے۔ پچھلے ماہ امریکا میں ٹیکساس ریاست کے علاقے جاسپر میں ایک سیاہ فام کو انتہائی بے دردی سے اس کی کار میں قتل کر دیا گیا۔ اس افسوسناک واقعے سے زیادہ امریکی میڈیا کا وہ افسوسناک رویہ تھا جو اس نے اس خبر سے صرف نظر کر کے اختیار کیا۔ اس

Marfat.com
Marfat.com
Marfat.com

سے پہلے بھی ایک سیاہ فام امریکی کے قتل سے لاس اینجلس ریاست فسادات کی زد میں آ چکی ہے۔

سیاہ فام امریکی کے قاتل شون برلی لورنس بریورا اور جون کنک کا تعلق سفید فام تنظیم کو کلاس کلاں سے تھا یہ تنظیم گوروں کی اتھارٹی قائم کرنے کی مدعی ہے۔ اس تنظیم کے جرائم کی تاریخ خاصی طویل ہے۔ امریکا کے سیاہ فام مسلمانوں کے رہنما مالکم ایکس کے قتل کے پیچھے بھی اسی انتہا پسند تنظیم کا ہاتھ تھا۔ یہ حال امریکا کے لبرل معاشرے کا ہے۔

اس کے علاوہ امریکا کی دو خطرناک تنظیمیں (انتہا پسندوں کی انجیل) اور (دائیں بازو) کے گورے اب تک امریکا میں بہت سی خطرناک کاروائیاں کر چکے ہیں۔ "مذاکرات ٹیریز" کے عنوان سے انتہا پسندوں کا ایک زیر زمین اجلاس بھی ہو چکا ہے جس کی رو سے ان جماعتوں نے سفید فام استعماریت کے لیے جدوجہد کے عزم کا اظہار کیا اور اس سلسلے میں سفید فام لبرل حکومتی حلقوں کو کچلنے سے بھی دریغ نہیں کیا۔ یہ مذاکرات ایرل ٹیریز نامی امریکی کے نام سے موسوم کیے گئے تھے جو انتہا پسندی میں دہشت کی علامت سمجھا جاتا تھا۔ اس کی سربراہی میں انتہا پسندوں نے زیر زمین تخریبی کاروائیاں کر کے امریکی حکومت کو مصیبت میں مبتلا کر دیا تھا۔ ان کے ہدف امریکا کے سفید فام لبرل حکومتی حلقے تھے تاکہ سفید فام استعماریت کی راہ کا ہر پتھر ہٹا دیا جائے چاہے وہ خود بھی سفید فام ہی کیوں نہ ہو۔ ان انتہا پسند عناصر کی تخریبی کاروائیاں یہاں تک پہنچ چکی تھیں کہ ایک مرتبہ انہوں نے واشنگٹن میں ایف بی آئی کا مرکزی دفتر دھماکے سے تباہ کر دیا تھا کہ یہ کارروائی دائیں بازو کی انجیل نامی جماعت کا کارنامہ ہے جبکہ ایف بی آئی کے مطابق کوکلاس کلاں، جس کا مخفف" کے کے کے" اس میں ملوث ہے مگر امریکی میڈیا بغیر کسی ثبوت کے مسلمانوں کو اس دہشت گردی میں ملوث کر رہا تھا جس کی وجہ سے وقتی طور پر امریکی مسلمانوں کو پریشانی کا سامنا کرنا پڑا۔ امریکی میڈیا کی یہ مجرمانہ غفلت مسلمانوں کو پریشانی کا سامنا کرنا پڑا۔ امریکی میڈیا کی یہ مجرمانہ غفلت مسلمانوں کے لیے خطرناک ثابت ہو سکتی تھی اس طرح اصل مجرم پر بھی پردہ پڑ جاتا مگر اس اقدام کے خلاف کوئی کاروائی نہیں کی گئی۔ امریکا کی ان انتہا پسند جماعتوں کا دائرہ کار صرف امریکا تک محدود نہیں ہے بلکہ امریکا سے باہر ان تنظیموں کو امریکا

Marfat.com
Marfat.com
Marfat.com

مخالف ممالک کی تائید حاصل ہوتی ہے اس طرح امریکا نے بھی کئی مخالف ممالک کی باغی تنظیموں کو اپنے ہاں پناہ دی ہوئی ہے جس میں لیبیا، ایران سرفہرست ہیں۔ لیبیا کے باغی افراد پر مشتمل تنظیم کو امریکا میں گوریلا ٹریننگ بھی دی جاتی رہی ہے۔ امریکا کی اس تخریبانہ سوچ نے آج خود اسے اس انجام پر پہنچا دیا ہے کہ جہاں وہ خود اپنے ہی دہشت گردوں کے ہاتھوں لرزاں ہے۔

گزشتہ سال فروری میں امریکا میں ایف بی آئی نے نیفاڈا میں دو امریکیوں کو گرفتار کر کے جب تفتیش کی تو معلوم ہوا کہ ان کا تعلق ایرین پیپل نامی دہشت گردی تنظیم سے ہے اور وہ نیویارک میں چلنے والی زیرزمین مسافر ٹرین میں کیمیاوی ہتھیار سے حملے کا منصوبہ ترتیب دے رہے تھے۔ تخریبی کاروائی میں انہوں نے انتراکس گیس استعمال کرنی تھی جس کا شمار انسانی جان کے سلسلے میں انتہائی مہلک گیسوں میں ہوتا ہے۔ مگر انتہائی پراسرار انداز میں انہیں رہا کر دیا گیا۔ اس کے علاوہ امریکن ایف بی آئی کے بیان کے مطابق امریکی ریاست لاس ویگاس کے میڈیا میں خاموشی کے ساتھ اس پر بھی پردہ ڈال دیا گیا تا کہ امریکی عوام میں خوف و ہراس نہ پھیل سکے۔ اس کارروائی میں ملوث پہلا مجرم لاری دین ہاریس (64 سال) اوہایو ریاست میں جراثیمی ہتھیاروں کا ماہر تصور کیا جاتا ہے جس کا تعلق امریکی جریدے (جنرل) کے مطابق ایرین پیپل نامی دہشت گرد تنظیم سے ہے۔ اس کے علاوہ " کرسچین ایڈنٹی" نامی انتہا پسند جماعت نے جو امریکا کے سیاہ فام اور نئے مہاجرین کے خلاف کارروائیاں کرتی ہے کچھ عرصے پہلے ڈاک کے لفافوں کے ذریعے جراثیمی مواد لوگوں میں پھیلانا شروع کر دیا۔ انکشاف ہونے پر امریکی میڈیا نے حسب عادت مسلمانوں کو ملزم ٹھہرانا شروع کر دیا۔ اس مرتبہ کہا گیا کہ عراق اپنے کیمیائی ہتھیاروں کے ذریعے امریکا سے بدلہ لے رہا ہے مگر جب مزید تفتیش کی گئی تو اس سازش کے تانے بانے مذکورہ تنظیم سے جا ملے۔ ان مختصر مثالوں سے با آسانی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ امریکہ کی علیحدگی پسند اور انتہا پسند تنظیموں نے کس حد تک اس سپر طاقت کا وجود خطرے سے دوچار کر دیا ہے۔

امر واقعہ یہ ہے کہ گیارہ ستمبر کے المناک واقعات کے بعد تحقیقات کرنے والے اداروں کو ان خطوط پر بھی سوچنا چاہیے تھا لیکن جوش اور انتقام میں اندھی امریکی قیادت جس طرح

Marfat.com
Marfat.com
Marfat.com

خود ہی مدعی اور منصف بن بیٹھی ہے اس سے یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ امریکی حکام اور تحقیقاتی ادارے حقیقت کو سمجھتے ہوئے بھی محض اس لیے آنکھیں چرا رہے ہیں کہ انہیں من پسند نتائج حاصل کرنے کا موقع مل رہا ہے امریکی میڈیا نے جس طرح پچھلے عشرہ بھر کے دوران اسامہ بن لادن کو امریکہ کے سب سے بڑے دشمن کے طور پر ایک آسیب کی طرح اپنی قوم پر مسلط کیا ہے اب وہ دنیا کے تعاون سے امن عالم کے تحفظ اور انسداد دہشت گردی کے نام پر چھٹکارا حاصل کرنا ضروری خیال کرتا ہے امریکی قیادت اعتراف سے گریزاں ہے ورنہ یہ امر اس پر بھی دو چند ہے کہ گیارہ ستمبر کے واقعات جس منظم انداز میں ہوئے اسامہ یا طالبان یا پھر اسامہ بن لادن کی تنظیم القاعدہ کے پاس اتنے وسائل نہیں انتقام انتقام صدائیں بلند کر کے امریکی قیادت دراصل گیارہ ستمبر کے واقعات کی آڑ لے کے جنوبی ایشیا میں اپنی مرضی کے مطابق مستقبل کا منظر نامہ تشکیل دینے کی خواہاں ہے جنوبی ایشیاء فی الوقت استعماری مخالف تحریکوں کا مرکز ہے اس نے خطے کے عوام امریکہ کو سارے فساد کی جڑ قرار دیتے ہیں تو بلاشبہ یہ فسادات اور مسائل امریکہ کے ہی پیدا کردہ ہیں امریکیوں کو یہ خوف بھی لاحق ہے کہ اس خطے میں چین، ایران اور پاکستان نے تیزی کے ساتھ ایک سیاسی اتحاد بنالیا تو عالمی سیاست میں امریکہ کو حاصل مقام برقرار نہیں رہے گا حالات کا دیانتدارانہ تجزیہ اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ خودکش حملوں کے بعد امریکی اقوام عالم کے جذبات کو اپنے مفادات کے حق میں استعمال کرنا چاہتے ہیں اور اس کے لیے وہ طالبان اور اسامہ بن لادن کا شکار کھیلنا چاہتا ہے جو ان کے نزدیک قدرے آسان شکار ہے۔

امن عالم کے تحفظ، انسداد دہشت گردی اور انصاف کے نام پر اعلیٰ انسانی اقدار قوموں کی آزادی وخودمختاری کو اپنی طاقت سے کھیلنے کے جنون کو امریکی جو نام بھی دیں اس حقیقت کی پردہ پوشی نہیں کر سکتے امریکہ کے اعلان کے مطابق کئے جانے والے اقدامات درحقیقت انصاف کے نام پر انصاف کا سفاکانہ قتل ہی قرار پائیں گے بدقسمتی یہ ہے کہ امریکی کوئی صائب رائے سننے پر آمادہ ہیں نہ طالبان نے اس صحیح مطالبہ پر توجہ دینے کی ضرورت محسوس کرتے ہیں کہ اگر گیارہ ستمبر کے واقعات میں اسامہ بن لادن کے ملوث ہونے کا ثبوت موجود ہے تو سامنے لایا جائے پھر یہ محض طالبان کا مطالبہ ہی نہیں چین، روس اور دوسرے چند ممالک بھی اسی

Marfat.com
Marfat.com

موقف کا اظہار کر رہے ہیں یہی وہ بنیادی اہمیت کا نکتہ ہے جس کی جانب متوجہ کرتے ہوئے یہ کہا جا رہا ہے کہ ٹھوس ثبوتوں کو سامنے لائے بغیر اسامہ یا طالبان کے خلاف امریکہ کی کسی قسم کی کارروائی کو دہشت گردی کا تسلسل ہی سمجھا جائے گا ستم ظریفی یہ ہے کہ صدر بش نے ان مطالبات پر غور کرنے کی بجائے امریکہ کے جوابی اقدام کے حق کی مخالفت کو دہشت گردی میں تعاون قرار دینے کے قانون کے منظوری دے دی ہے اس قانون کی منظوری سے امریکہ ان ممالک کے دباؤ بڑھانا چاہتا ہے جو موجودہ صورتحال میں غیر جانبدار رہنے کے آرزومند ہیں۔

Marfat.com
Marfat.com

دہشت گردی اور امریکہ کا حفاظتی نظام

امریکہ میں دہشت گردی کے حالیہ واقعات کے بعد امریکہ سمیت دنیا بھر میں یہ بحث جاری ہے کہ دنیا کی واحد سپر یم طاقت ہونے کے دعویدار ملک کا حفاظتی نظام تھا کیا جو تنکوں کی طرح ڈھے گیا اور یہ کہ اگر امریکی نظام ریت کی دیوار ثابت ہوا ہے تو ترقی پذیر ممالک دہشت گردی اور بیرونی جارحیت کا مقابلہ کیونکر کر پائیں گے۔ امریکہ کے حفاظتی نظام کے حوالہ سے یہ امر اہم ہے کہ۔

> ''قومی استحکام' سلامتی اور دفاع کو امریکہ کی خارجہ اور داخلہ پالیسی میں کلیدی حیثیت حاصل رہی ہے' یہی وجہ ہے کہ گزشتہ 200 سال میں برسر اقتدار آنے والی ہر حکومت نے امریکہ کو محفوظ سے محفوظ تر بنانے کے لئے اقدامات کئے ہیں۔ جس طاقت نے بھی ایسے میزائل یا ہتھیار بنانا شروع کئے' جو امریکہ کے لئے کسی طرح کا بھی براہ راست یا بالواسطہ خطرہ ثابت ہو سکتے تھے' امریکہ کو اس سے محفوظ بنانے کے لیے اقدامات ضرور کئے۔ کوریا کی جانب سے میزائلوں کے تجربے کے بعد اب امریکی دفاع کے ماہرین یہ محسوس کر رہے تھے کہ انہیں اور ان کے عوام کو 2015ء میں اس ملک کے میزائلوں سے کسی نہ کسی طرح کا خطرہ ضرور لاحق ہو سکتا ہے' جب سابقہ سوویت یونین نے افغانستان میں فوجیں اتاریں' یا عراق نے کویت کے ایک جزیرے پر قبضہ کر لیا' تو ان سب تبدیلیوں کو امریکہ کی سکیورٹی کے ماہرین نے اپنی سلامتی کے لئے خطرہ سمجھا۔ جس سے نمٹنے کے لئے فوجی اور سیاسی اقدامات کئے گئے۔

کسی بھی ریاست کو محفوظ بنانے کے لئے سب سے ضروری اس کا انٹیلی جنس نیٹ ورک ہوتا ہے' جو اسے بتاتا ہے کہ حریف یا

Marfat.com
Marfat.com

دوست ملک کن کن ہتھیاروں پر ریسرچ کر رہے ہیں' اس کی عسکری پوزیشن کیا ہے' فوجی نقل و حمل کہاں ہو رہی ہے۔ یا یہ کہ دوسرے ملک کے عوام کیا سوچ رہے ہیں' اور حکومت کیا کر رہی ہے۔ دوسروں کی حکمت عملی کا پتہ چلا کر اس حکمت عملی پر اقدامات کرنے کے لیے امریکہ میں کم و بیش 1847 سسٹمز کام کر رہے تھے۔ جن کی تعداد کم کرنے کا عمل چند سال قبل شروع کیا گیا تھا۔ اب 14 اہم خفیہ ادارے کام کر رہے ہیں' اس نیٹ ورک پر تقریباً 31 ارب ڈالر خرچ کئے جا رہے ہیں۔ ایک ارب ڈالر کے فنڈز مختلف محکموں کے پاس موجود ہیں تو توانائی یا اسی طرح دوسری وزارتوں کے نام پر انٹیلی جنس کے مقاصد کیلئے خرچ کئے جاتے ہیں' مثلاً وزارت توانائی دوسرے ممالک کے ایٹمی پروگراموں پر گہری نظر رکھتی ہے۔ یہ اپنے فنڈز کا معقول حصہ انٹیلی جنس نیٹ ورک پر بھی خرچ کرتی ہے۔ اسی طرح دفاع اور داخلہ سمیت کئی دوسری وزارتوں کے ماتحت بھی خفیہ ادارے کام کر رہے ہیں۔ ایک اہم انٹیلی جنس نیٹ ورک نیشنل فارن انٹیلی جنس پروگرام کہلاتا ہے۔ سب سے زیادہ اخراجات اس پروگرام پر ہوتے ہیں۔ جو تقریباً 16.3 ارب ڈالر ہیں۔ جوائنٹ فارن انٹیلی جنس پروگرام بھی بھاری ہوتے ہیں۔ ان خفیہ پروگراموں کے چار بڑے مقاصد ہیں۔ جنگی حکمت عملی طے کرنے والوں کی مدد کرنا' انہیں دوسرے ممالک کی حکمت عملی سے آگاہ کرنا' دوسرے ممالک اور اندرون ملک عسکری توقعوں کی معاونت کرنا' اور انٹیلی ریزور کے لئے تربیتی پروگرام جاری رکھنا۔

نیشنل فارن انٹیلی جنس پروگرام صدر کی ہدایت کے مطابق عمل کرتا ہے۔ قومی سطح کی تمام انٹیلی جنس اور کاؤنٹر انٹیلی جنس کے

Marfat.com
Marfat.com

سمیت ری کونائسنس کی ذمہ داری بھی اسی کو سونپی گئی ہے۔ سی آئی اے 'وزارت دفاع کے خفیہ ادارے اور سویلین اور وفاقی اداروں کی خفیہ سرگرمیاں بھی اسی کے ماتحت ہوتے ہیں۔ اس کے دفاعی پروگراموں میں جنرل ڈیفنس انٹیلی جنس پروگرام 'وزارت دفاع کے فارن انٹیلی جنس پروگرام (ڈی او ڈی ایف سی این) سنٹرل امجزی آفس پروگرام (سی آئی او پی) نیشنل پروگرام نیوی (ایس پی این) اور سپیشل ری کونائسنس پروگرام (این آر پی) بھی شامل ہیں۔ اس کے سویلین پروگراموں میں سی آئی اے پروگرام 'ڈیپارٹمنٹ آف سٹیٹ بیورو آف انٹیلی اینڈ ریسرچ (ڈی اور ایس بی آئی این آر) ڈیپارٹمنٹ جسٹس ایف بی آئی فارن کاؤنٹر انٹیلی جنس پروگرام (ایف بی آئی ایف سی آئی پی) اور ڈیپارٹمنٹ آف ٹیریزری آفس دی انٹیلی جنس سپورٹ پروگرام بھی شامل ہیں۔

دیگر انٹیلی جنس پروگراموں میں ڈیفنس ایئربورن ری نائسنس پروگرام (ڈی اے آر پی) ڈیفنس سپیس ای کوئینس پروگرام' (ڈی ایس آر پی) ڈیفنس انٹیلی جنس اینڈ ٹیکنیکل پروگرام (ڈی آئی اے ٹی پی) ڈیفنس انٹیلی جنس نیشنل ٹیکنالوجی پروگرام (ڈی آئی ایس ٹی پی) جیسے پروگرام بھی اس کا حصہ ہیں۔

ایک اور اہم انٹیلی جنس نیٹ ورک ٹیکنیکل انٹیلی جنس اینڈ ایلیٹیڈ پروگرام (ٹی آئی اے آر اے) کہلاتا ہے 'اس پروگرام کے لئے 9.3 ارب ڈالر مختص کیے گئے تھے۔ اس کے لئے تمام منصوبے ملٹری سروس خود بناتی ہے۔ حکومت اور فوج کوشش کرتی ہے کہ اس کام کے لئے فنڈز کی کمی نہ ہو' جتنا بھی بجٹ رکھا جاتا ہے اگر اسے کم محسوس کیا جائے تو اس میں اضافہ بھی کیا جا سکتا ہے۔ اس میں ایڈوانسڈ ریسرچ

Marfat.com
Marfat.com

پراجیکٹس ایجنسی کے منصوبے بھی شامل ہیں۔ سپیشل آپریشنل کمانڈ (این او سی او ایم) بھی اس کا حصہ یہ دوسرے خفیہ پروگراموں کے برعکس یہاں اختیارات کی مرکزیت نہیں ہے۔ تمام سروسز اپنی ضروریات اور تقاضوں کے مطابق منصوبوں کو ترتیب دیتی ہیں۔ اس کے اندر دس سال میں نمایاں تبدیلی ہوئی ہے۔ امریکہ کے تمام خفیہ منصوبے ان بڑے پروگراموں کے ماتحت ہی کام کرتے ہیں۔

وہ وقت اب بہت پیچھے رہ گیا ہے جب صرف انسانی صلاحیتوں سے کام لیا جاتا تھا اب اس کے لیے جدید ترین آلات اور وسائل موجود ہیں۔ امریکہ میں ناسا سگنلز کے ذریعے معلومات کے حصول کا انتہائی اہم فریضہ سر انجام دے رہا ہے۔ مواصلاتی سیاروں اور فضا میں پرواز کرنے والے اواکس اور دوسرے جاسوس طیاروں کی مدد سے دنیا کے کسی بھی حصے کی زمین فضا اور سمندر ہی نہیں، وہاں کے رہنے والے افراد کے بارے میں بھی معلومات حاصل کی جا سکتی ہیں کسی شخص یا آفس کو مانیٹر کرنے کی صلاحیت میں موجود ہے۔ بغیر انسان کے فضا میں پرواز کرنے والی وہیکلو کی تعداد بھی درجنوں میں ہے۔

امریکہ نے اپنے دفاع کے لئے جو سینکڑوں سسٹمز قائم کر رکھے ہیں ان میں ڈیپارٹمنٹ آف ڈیفنس انٹیلی جنس، نیٹ ورک، ڈیفنس کاؤنٹر انٹیلی جنس انفارمیشن سسٹم، ڈیفنس اتاشی ورلڈ وائیڈ نیٹ ورک، ڈیفنس سپورٹ پروگرام، ڈیفنس سیکورٹی نیٹ ورک اور سی آئی اے ان مینڈ وہیکلو کے سسٹمز بھی شامل ہیں۔ جن کے تحت مزید سسٹمز کام کر رہے ہیں ان کی تفصیل اس طرح ہے۔

گراؤنڈ سرویلنس ریڈارز، فلائنگ انفراریڈ ٹیکنالوجی ایئر کرافٹ میزائل ڈیفنس اسمنٹ، جوائنٹ انٹیلی جنس ریسرچ نیٹ

Marfat.com
Marfat.com

ورک ' جوائنٹ سرویلنس ٹارگٹ اٹیک ریڈارز سسٹم ریئل ٹائم انفارمیشن ان دی کاک پٹ بھی شامل ہیں۔

جاسوسی کے جو سسٹمز فضا میں کام کر رہے ہیں ان میں آر سی 135 ایلنٹ ایئر کرافٹ 'آر سی 135 ایس ایلنٹ ایئر کرافٹ 'آر سی 135 ایس سکنٹ ایئر کرافٹ 'آر سی وی / ڈبلیو ایئر کرافٹ ' سپس بیسٹ وائڈ ایریا سرویلنس 'سرویلنس ڈائریکشن سسٹم 'سینئر سکاؤٹ ایئر کرافٹ اور ایس آر ایئر کرافٹ سمیت درجنوں نظام شامل ہیں۔ ان 1849ء میں کر دی گئی تھی۔ 2000ء تک ان کی تعداد 1049 کرنے کی تجویز پیش کی گئی تھی تاہم دستاویزات منظر عام پر نہ آنے کے باعث یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ان کی تعداد میں کتنی کمی کی گئی ہے۔

امریکہ میں انٹیلی جنس نیٹ ورک میں ڈائریکٹر جنرل آف انٹیلی جنس کو مرکزی حیثیت حاصل ہوتی ہے تمام معلومات اور ادارے اس کے گرد گھومتے رہتے ہیں۔ سی آئی اے وزارت دفاع کا ایک ادارہ ہے مگر اس کی الگ سے بھی حیثیت ہے جبکہ ایف بی آئی وزارت انصاف کے تحت سرد جنگ کے خاتمے کے بعد انٹیلی جنس نیٹ ورک کی اہمیت کچھ کم ہو گئی اور یہ آہستہ آہستہ فوج کے کنٹرول میں چلی گئی اس کا بجٹ بھی فوج ہی طے کرتی ہے تاہم حتمی فیصلہ طریق کار کے مطابق پارلیمنٹ اور صدر کرتے ہیں یہ تمام خفیہ ادارے ڈائریکٹر جنرل آف انٹیلی جنس کے توسط سے کانگریس کو جواب دہ ہوتے ہیں۔ کانگریس کی مختلف مجلس قائمہ میں ان کی جوابدہی اور اصلاح کے لئے ہدایات جاری کر سکتی ہیں۔ آج کل انہیں مکمل ٹیکنالوجی کا حصول اور تنصیب انسداد دہشت گردی ایٹمی مدہم پھیلاؤ

Marfat.com
Marfat.com

عالمی دہشت گردی، جرائم، کاونٹر انٹیلی جنس اسلحہ کا عدم پھیلاؤ اور منشیات کے گروہوں کا پتہ چلانے کے ٹاسک دیئے گئے ہیں۔اس انٹیلی جنس نیٹ ورک پر گزشتہ تین سال سے ہر سال تقریباً 30 ارب یا اس سے کچھ کم فنڈز خرچ ہوتے ہیں سب سے زیادہ فنڈز نیشنل فارن انٹیلی جنس پروگرام کو ملے ہیں جس سے ایک لاکھ افراد وابسطہ ہیں۔ 16.3 ارب ڈالر سے یہ نظام چلایا جا رہا ہے۔ دوسرے مزید سب سے زیادہ فنڈز ٹیکنیکل انٹیلی جنس اینڈ ریلیٹڈ ایکٹی ویٹیز (ٹی آئی اے آر اے) کو ملتے ہیں جو 9.3 ارب ڈالر کے قریب ہیں۔ ہیڈ جوائنٹ ملٹری انٹیلی جنس پروگرام (سی آئی اے) کو 3.6 ارب ڈالر ملے اس سے 16000 افراد منسلک ہیں۔

ڈائریکٹر آف انٹیلی جنس کے ماتحت پانچ بڑے شعبے کام کر رہے ہیں جن میں ڈائریکٹوریٹ آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی، ڈائریکٹوریٹ آف آپریشن، سنٹر فار دی سٹڈی آف انٹیلی جنس، آفس آف دی جنرل کونسل اور آفس آف دی پبلک افیئرز شامل ہیں۔ سی آئی اے کے بارے میں بے شمار سوالات اٹھتے ہیں ادارہ کیا کرتا ہے اس میں کتنے لوگ کام کرتے ہیں؟ کس کے خلاف جاسوسی کرتے ہیں؟ معلومات کیسے حاصل کرتے ہیں دوسرے ممالک میں کیسی سرگرمیاں سرانجام دیتے ہیں منشیات کی سمگلنگ میں مدد دینے کی بھی جاسوسی کرتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

سی آئی اے کے لئے سیکرٹری، سائنس دان، انجینئر، فنکار اور ڈاکٹر سمیت ہر شعبہ کے ماہرین کام کر سکتے ہیں۔ ایجنسی ہر سال کروڑوں صفحات پر مشتمل خفیہ دستاویزات ریلیز کرتی ہے جو صدارتی حکم کے ذریعے ڈی کلرائی ہونے کی صورت میں عوام کے سامنے پیش

Marfat.com
Marfat.com

کردی جاتی ہیں۔ سی آئی اے قوانین کے تحت کسی ملک میں تخریبی سرگرمیوں میں حصہ نہیں لے سکتی۔ عوام سے لے کر صدر تک کسی شخص کے خلاف کام نہیں کر سکتی۔اس کا کام کاؤنٹر انٹیلی جنس کرتا ہے امریکہ اور امریکیوں کے خلاف ہونے والی سازش کا پتہ چلاتا ہے اور تجاویز دیتا ہے دوسرے ملک کی فوجی صلاحیت سے آگاہ کرتا ہے تاکہ یہ امور قانون کے تحت سرعام دیئے جاتے ہیں یہ ادارہ کسی صدر مملکت امریکی شہری کی جاسوسی نہیں کر سکتا۔ تاہم یہ صرف ایسے Cover-tactions میں حصہ لے سکتا ہے جس کی سفارش نیشنل سیکورٹی ایجنسی کرے اور منظوری دے ایسا اسی صورت میں ہوتا ہے جب سفارتی کوشش ناکام ہو جائے اور امریکہ مفادات کو خطرہ لاحق رہے اس صورت میں فوجی اقدامات کی منظوری دی جاتی ہے۔

امریکہ کی ''خفیہ دنیا'' سوا لاکھ کے قریب باقاعدہ ملازموں اور اس سے کہیں زیادہ تعداد میں اپنے ساتھیوں پر مشتمل ہے۔ نیشنل فارن انٹیلی پروگرام سے تقریباً ایک لاکھ افراد منسلک ہیں' جبکہ سی آئی اے کے پے رول پر 16 ہزار افراد ہیں۔

اسامہ بن لادن کا معاملہ سامنے آنے پر امریکہ نے وزارت خارجہ میں ایک خصوصی شعبہ قائم کر دیا تھا۔ جس کا مقصد ہی یہ تھا کہ وہ نہ صرف امریکہ بلکہ دوسرے ممالک اور بنکوں میں افغانستان' ایران عراق' شام اور لیبیا کے سرکاری اور غیر سرکاری اثاثوں کا پتہ چلائے۔ اس ادارے کو اہم شخصیات اور غیر سرکاری تنظیموں کے اثاثوں کی چھان بین کرنے کی ذمہ داری بھی سونپی گئی تھی۔ اسے فارن ٹیرسٹ الیسٹس ٹریکنگ سنٹر کا نام دیا گیا تھا۔

سابق صدر کلنٹن کے دور میں امریکی حکومت نے یہ پالیسی

Marfat.com
Marfat.com

اختیار کی تھی کہ اگر دہشت گردوں کو ملنے والی امداد روک دی جائے' تو پھر دہشت گردی ختم ہو سکتی ہے۔ چنانچہ صدر کی حیثیت سے بل کلنٹن نے اثاثے منجمد کرنے اور ان کا سراغ لگانے کا حکم جاری کیا تھا۔ اس غرض سے دفتر خارجہ کے ماتحت ایک مرکز بھی قائم کر دیا گیا تھا۔ سابق صدر کلنٹن کے دور میں پالیسی سازوں نے بتایا تھا کہ اگر صرف اس بات کا سراغ مل جائے کہ کس تنظیم' گروپ یا شخصیت کا اکاؤنٹ کہاں ہے اور اس میں کس نے سرمایہ جمع کروایا ہے یا نکلوایا ہے' تو اس سے بھی نیٹ ورک کا پتہ چلانے میں مدد مل سکتی ہے۔ امریکی حکومت نے ایسے اکاؤنٹس آپریٹ کرنے والوں پر بھی نگاہ رکھنے کے احکامات جاری کئے تھے۔ چنانچہ سابق صدر نے یہ ہدایات بھی کی تھیں کہ وزارت خارجہ کے ماتحت ایک ایسا شعبہ بھی قائم کیا جائے جو معلومات کا درست تجزیہ کرنے کا کام بھی سرانجام دے۔ ان کے دور میں یہ ہدایت بھی کی گئی تھی کہ اکاؤنٹس کے بعد ناموں کا درست ترجمہ نہ ہونے سے بھی ملزم بچ نکلتے ہیں' امریکی خفیہ اداروں کے بعض افسران نے اس امر کی نشاندہی کی تھی کہ مختلف زبانوں کے ناموں اور مختلف ممالک کے مقامات کا درست تلفظ امریکہ کے پاس موجود نہیں ہے۔ اصل نام جب انگریزی میں غلط طور پر لکھا گیا' تو ایسا کرنے سے ملزم بچ نکلنے میں کامیاب ہو جاتے تھے۔ چنانچہ اس سلسلے میں NATIONAL VIR-TUAL TRANSLATION CENTRE قائم کر دیا گیا۔ جو ایسی معلومات کا کئی زبانوں میں بروقت اور درست ترجمہ کر کے اسے دوسرے ممالک تک پہنچانے کا فریضہ سرانجام دے رہا ہے۔

سی آئی اے کی کارکردگی گزشتہ کئی عشروں سے تنقید کا نشانہ بنی رہی ہے' جہاں سی آئی اے نے سوویت کمیونزم کو پھیلنے سے روکنے

Marfat.com
Marfat.com

میں نمایاں کردار ادا کیا' وہاں اس ادارے کی کارکردگی جنگ و یت نام میں تنقید کا نشانہ بنتی رہی۔ اور اب تک بن رہی ہے۔ یہ ادارہ مختلف ممالک میں اپنے پروگراموں کے حوالے سے اس قدر "مشہور" ہو گیا ہے کہ ہر بڑی تبدیلی کے پیچھے اس کا ہاتھ نظر آنے لگا۔

زوال سوویت یونین کے بعد اس کو ملنے والے فنڈز میں کمی ہونے لگی۔ بدلتے ہوئے حالات نے سی آئی اے کی اہمیت کو کم کر دیا ہے۔ اگرچہ سی آئی اے دشمن ممالک کے علاوہ دوست ممالک میں بھی احتیاطاً کام کرتی رہتی ہے لیکن اس کے باوجود بھی فنڈز ضرورت کے مطابق نہیں مل رہے تھے۔ سینٹ کی سلیکٹ کمیٹی نے اس امر کا سنجیدہ نوٹس لیا' اس نے کہا کہ سی آئی اے کے وسائل میں کمی مستقبل میں امریکی مفادات کے لئے خطرات ثابت ہو سکتی ہے۔ لہذا کمیٹی نے تجویز پیش کی کہ 21ویں صدی میں CI-21 کے نام سے ایک نیا پنج سالہ منصوبہ شروع کیا جائے' 21ویں صدی میں امریکہ میں نئے خطرات در پیش ہوں گے' عدم استحکام اور بے یقینی ہو گی' اس پر کمیٹی نے تجویز کیا کہ سی آئی اے کو مزید وسائل ملنا چاہئیں کیونکہ زوال سوویت یونین کے بعد خطرات کی نوعیت بدل گئی ہے۔ عالمی دہشت گردی' عالمی جرائم' منشیات اور ایٹمی ہتھیار امریکی مفادات کے لئے خطرہ ہوں گے۔ جس کے لئے نئی ٹیکنالوجی کے حصول کی بھی ضرورت ہے۔

سینٹ کی سلیکٹ کمیٹی کی رپورٹ کی روشنی میں سی آئی اے کے انسپکٹر جنرل کو ہدایت کی گئی تھی کہ وہ بھی سی آئی اے کی بدلتی پالیسی پر غور کریں اور اس کا معیار بہتر بنانے کے لئے تجاویز دیں۔ کیونکہ اس کو اب نئے خون کی ضرورت ہے۔ سلیکٹ کمیٹی نے اس بات

Marfat.com
Marfat.com

پر افسوس ظاہر کیا کہ امریکہ میں اہم سرکاری اداروں کے کمپیوٹروں پر حملے ہوتے ہیں' وہاں سے جدید معلومات چوری ہوتی ہیں' جس کی تحقیق سی آئی اے نے بھی کی ہے اور ایف بی آئی نے بھی' مگر ملزموں کو پکڑا نہیں جاسکا۔ چنانچہ انہوں نے ڈائریکٹر سنٹرل انٹیلی جنس (پی سی آئی اور ڈائریکٹر سی آئی اے سمیت تمام متعلقہ محکموں کو ہدایت کی کہ وہ قوانین تبدیل کریں۔

امریکہ کی انٹیلی جس کی دنیا کے بارے میں یہ بات بھی نوٹ کی گئی ہے کہ مختلف اداروں کے مابین رابطوں کا فقدان ہے۔ بعض خفیہ ادارے حاصل شدہ معلومات کا نہ تو خود پورے طور پر فائدہ اٹھا رہے ہیں اور نہ ہی دوسرے اداروں سے شیئر کر رہے ہیں۔ جس سے دفاعی صلاحیت متاثر ہو رہی ہے۔ بعض خفیہ اداروں کے بارے میں کہا گیا کہ وہ ایڈہاک انداز میں کام کر رہے ہیں' وقت گزار رہے ہیں۔ انہوں نے اپنے ذہن کو بحران میں کام کرنے کا عادی بنالیا ہے اگر بحران نہ ہو تو کام نہیں کرتے۔ جبکہ دہشت گردی تو مستقل مسئلہ ہے' چنانچہ انہیں اپنے آپ کو وقت کے مطابق ڈھال لینا چاہیے۔

سی آئی اے کے سابق ڈائریکٹر جارج ٹینٹ نے اس طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ ۱۰۰۰۰ اگلے 15 برسوں میں امریکہ کے شہر بالکل نئی طرح کے خطرے کا شکار ہوں گے۔ مستقبل میں کیا تباہی پھیلائی جائے گی اس کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔ دہشت گرد لیپ ٹاپ سنگر پشن کی مدد سے تباہی پھیلا سکتے ہیں۔

سی آئی اے کا صدر دفتر

سی آئی اے کے صدر دفتر کے بارے میں بھی بڑی قیاس آرائیاں کی جاتی ہیں کوئی کہتا ہے کہ ایوان صدر میں واقع ہے تو کوئی کہتا ہے کہ فوجی ہیڈ کوارٹر میں شامل ہے اس کا

Marfat.com
Marfat.com

صدر دفتر ور جینیا کے علاقے میکلین (لینگلے) میں قائم ہے۔

لارڈ فیئر فیکس امریکہ کی نامی گرامی شخصیت تھے ان کے نام سے ور جینیا میں فیئر فیکس کاؤنٹی بھی مشہور ہے اس کاؤنٹی کی اراضی انہوں نے 1719ء میں تھامس لی کو فروخت کر دی تھی۔ ان کے آباؤاجداد لینگلے میں آباد تھے زمین خریدنے کے بعد اس برطانوی آبادکار نے اس پر زیادہ توجہ نہیں دی وہ خود بھی یہاں نہیں رہتے تھے البتہ آتے جاتے رہتے تھے۔ جب امریکہ میں خانہ جنگی کا آغاز ہوا تو یہ جگہ آبادکاروں کے لئے محفوظ مقام بن گئی امریکہ کے کئی شہروں سے آکر یہاں آبادکاروں نے پناہ لینا شروع کی جن میں سے کچھ کو تھامس لی جانتے تھے اور کچھ کے نام تک سے واقف نہ تھے۔ ان یورپی باشندوں نے اس زمین کو نہایت خوبصورت انداز میں آباد کرنا شروع کیا یہاں پودے لگائے گئے شجرکاری کی گئی 1812ء میں صدر جیمز میڈیسن نے بھی بھاگ کر لینگلے میں پناہ لی جو ان دنوں یونین کا مضبوط مرکز سمجھا جاتا تھا یہاں دو قلعے تھے جس میں یونین کے حامی پناہ حاصل کر رہے تھے۔ ایک قلعہ کیمپ گریفن کے نام سے مشہور تھا اور دوسرا کیمپ پوٹریونٹ کے نام سے۔

جان میکلین امریکہ کی نامی گرامی شخصیت تھے وہ واشنگٹن گیس اینڈ لائٹ کمپنی کے صدر تھے بعد ازاں واشنگٹن پوسٹ کے ایڈیٹر بھی بنے۔ 1903ء میں انہوں نے ور جینیا کے میئر سٹیفن بی الکنز کے ساتھ مل کر یہاں ریل روڈ بنائی تاکہ واشنگٹن کے لوگ چھٹیاں منانے یہاں آسکیں اس خوبصورت جگہ کی آبشاریں واشنگٹن کے شہریوں کے لئے نہایت کشش کا باعث بنی ہوئی ہیں اسے اب دی گریٹ فالز اینڈ دی اولڈ ڈومینین کو ریل روڈ کے نام سے شہرت حاصل ہے۔

1959ء میں وفاقی حکومت نے بھی یہاں جگہ خرید لی تاکہ ایک بڑی ایجنسی سی آئی اے کے لئے صدر دفتر قائم کیا جاسکے۔

امریکہ کی خفیہ ایجنسی ر ادارہ	بجٹ ڈالر میں	ملازمین کی تعداد
نیشنل این ایف آئی پروگرامر : انٹیلی جنس پروگرام	نیشنل فارن 27ارب	ایک لاکھ

Marfat.com
Marfat.com

صدارتی فارن انٹیلی جنس ایڈوائزری بورڈ رڈی سی آئی	10 کروڑ	278
سی آئی اے	13.1 ارب	16000

محکمہ دفاع کے این ایف آئی پروگرامز

ڈیفنس انٹیلی جنس ایجنسی	85 کروڑ	8500
نیشنل ری کا ئنس آفس	6.2 ارب	1700
نیشنل سکیورٹی ایجنسی	3.6 ارب	21000
آرمی انٹیلی جنس اینڈ سکیورٹی کمانڈ	ایک ارب	13000
آفس آف نیول انٹیلی جنس	1.2 ارب	16000
ائیر انٹیلی جنس ایجنسی	1.5 ارب	15000

محکمہ دفاع کے جوائنٹ ملٹری انٹیلی ----- جنس پروگرامز

اسسٹنٹ سیکریٹری۔31		25
نیشنل امیجزی اینڈ میپنگ ایجنسی	1.2 ارب	9000
3 دیگر ایجنسیاں بھی ہیں	86 کروڑ	40
محکمہ توانائی 'انصاف خارجہ امن فانہ	5.17 کروڑ	3550

ملک ر تنظیم	امریکہ کے پاس منجمد اثاثے	سال
حماس فلسطین اسلامی جہاد	17 ہزار ڈالر	1995ء
اسامہ بن لادن	30 کروڑ ڈالر	1999ء
طالبان حکومت	21.40 کروڑ ڈالر	1999ء
ایران	2.32 کروڑ ڈالر (سفارتی فنڈ)	

Marfat.com
Marfat.com

	40 کروڑ ڈالر (فوجی خریداری کیلئے دیئے گئے تھے)	1984ء
عراق	2.356 ارب ڈالر (بنکوں میں)	1990ء
سوڈان	3.30 کروڑ ڈالر (بنکوں میں)	1993ء
لیبیا	1.073 ارب ڈالر بنکوں میں	

نوٹ : کچھ تنظیمیں اور شخصیات ایسی ہیں جن کے چند سو یا چند ہزار ڈالر بنکوں میں منجمد ہوتے ہیں جو نکال نہیں سکتے۔

Marfat.com
Marfat.com

افغانستان کا تاریخی وسیاسی پس منظر

اونچے پہاڑوں سے گھرا ہوا افغانستان جنوب مغربی ایشیا کا ایک ایسا ملک ہے جو اگرچہ سمندر جیسی دولت سے محروم ہے مگر اہم جغرافیائی حصے میں واقع ہے۔ سیاسی لحاظ سے اس کی دو اہم بڑی سرحدیں ہیں۔ شمالی سرحد پر ترکمانستان، ازبکستان اور تاجکستان واقع ہے، جب کہ جنوبی سرحد (1560 کلومیٹر) پر پاکستان واقع ہے۔ پاک افغان سرحد کو ڈیورنڈ لائن بھی کہا جاتا ہے، جو 1893ء میں افغان حکمران اور برطانوی حکومت کے درمیان قائم ہوئی تھی۔

مغربی سرحد پر ایران واقع ہے، جب کہ شمال مغرب کی مختصر سرحد چین کے ساتھ بھی ملتی ہے۔ اس طرح پورا افغانستان کسی بھی ساحل سے محروم اور مکمل طور پر چھ پڑوسی ممالک کے درمیان گھرا ہوا ہے۔

افغانستان کا رقبہ 652,225 مربع کلومیٹر ہے۔ 1998ء کی مردم شماری کے مطابق آبادی 13 ملین پر مشتمل ہے، جب کہ گنجانی کی شرح 28.5 ہے۔ آبادی کا کثیر حصہ 40 لاکھ مہاجرین کی شکل میں دیگر ممالک میں آباد ہے۔ ثقافتی لحاظ سے یہ آبادی مختلف ثقافتی، لسانی اور نسلی گروہوں میں منقسم ہے۔ ایک اندازے کے مطابق افغان آبادی تقریباً بیس ثقافتی گروپ میں منقسم ہے، جہاں نسلی، لسانی اور قبائلی عصبیت بہت زیادہ ہے اور وہ اپنے قبیلے سے بہت زیادہ وفادار ہوتے ہیں۔

سب سے بڑا گروپ پختون آبادی پر مشتمل ہے، تقریباً 75 فی صد ہے۔ زیادہ تر پختون پاکستان کی سرحد کے قریب جنوب مشرقی علاقے اور افغانستان کے وسط میں آباد ہے۔ اس کے علاوہ یہاں تاجک، ایرانی، منگول، ازبک اور دوسرے قومیتوں کے لوگ افغانستان کی شمال سرحدوں پر آباد ہیں۔

افغانستان پر مختلف زبانیں بولی جاتی ہیں، جن میں پشتو اور فارسی سب سے زیادہ اہم ہیں۔ قبول اسلام کے وقت سے تقریباً پوری آبادی مسلمان ہے، جس میں 82 فیصد سنی ہیں ثقافتی، مذہبی، لسانی اور قبائلی انتشار نے افغانستان کی سیاست کو بہت متاثر کیا ہے اور آج بھی یہی

Marfat.com
Marfat.com

قبائلی عصبیت خانہ جنگی کی وجوہات میں ایک وجہ ہے۔

صدر ریاست وحکومت کے لحاظ سے افغانستان اس وقت 31 صوبوں پر مشتمل ہے، جو مزید ضلعوں اور تحصیلوں میں منقسم ہیں۔ صوبے کا سربراہ گورنر ہوتا ہے۔ صوبوں میں زیادہ اہم قندھار، ہرات، ہلمند، کنار، غزنی وغیرہ زیادہ اہم ہیں۔ دیگر اہم شہروں میں جلال آباد اور مزار شریف شامل ہیں۔ کابل یہاں کا دارالحکومت ہے۔ طالبان حکومت کو (اسلامک امارات آف افغانستان) کابل سمیت تمام اہم صوبوں پر کنٹرول حاصل ہے، جس کے سربراہ ملا محمد عمر ہیں۔ حکومت اب تک صرف پاکستان، سعودی اور متحدہ عرب امارات نے تسلیم کیا ہے حالیہ المناک واقعات کے بعد سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات نے طالبان سے سفارتی تعلقات منقطع کر لیے ہیں اس طرح طالبان کی حکومت کو دنیا میں صرف پاکستان ہی قانونی حکومت تسلیم کرتا ہے دوسری طرف شمالی اتحاد پر مشتمل حکومت اسلامک اسٹیٹ آف افغانستان ہے، جس نے صرف دس فی صد علاقے پر کنٹرول حاصل کیا ہے اور اس کے سربراہ پروفیسر برہان الدین ربانی ہیں اس حکومت کو دنیا کے متعدد ممالک تسلیم کر چکے ہیں، اور اسے اقوام متحدہ کی رکنیت بھی حاصل ہے۔

طالبان حکومت اور شمالی اتحاد کی حکومت کے درمیان سیاسی اقتدار اعلیٰ کے حصول کے لیے کشمکش جاری ہے۔ معاشی لحاظ سے افغانستان دنیا کے غریب ترین ممالک میں شمار ہوتا ہے۔ اس کی فی کس سالانہ آمدنی 100 امریکی ڈالر سے بھی کم ہے۔ معیشت کا زیادہ انحصار زراعت اور مویشی بانی پر ہے۔

1979 میں افغانستان پر روسی جارحیت سے پہلے اگرچہ معیشت کافی حد تک بہتر تھی مگر بعد میں مسلسل جنگ خانہ جنگی اور معاشی پابندیوں کی وجہ سے بالکل تباہ و برباد ہو کر رہ گئی۔ بیرونی تجارتی پارٹنرز میں آسیان کے ممالک، سارک ممالک اور وسطی ایشیا کی ریاستیں شامل ہیں۔ انفرادی طور پر پاکستان سب سے اہم تجارتی ساتھی ہے۔

تاریخی پس منظر

افغانستان ایک قدیم تاریخی ملک ہے اگرچہ اسے موجودہ سیاسی شکل اٹھارویں صدی میں ملی۔ اس سے پہلے یہ مختلف سیاسی حصوں میں منقسم تھا جن کے مابین وفاقی سیاسی وحدت نہ تھی۔

Marfat.com
Marfat.com

ان علاقوں کو 600 قبل مسیح میں ایرانی بادشاہ خسرو نے اپنی سلطنت میں شامل کرلیا تھا۔ 320ق م میں سکندر اعظم نے انہیں فتح کیا۔ اس کے کچھ عرصے کے بعد چینی قبائل نے ان پر قبضہ کرلیا۔ ان کے دور مملکت میں کابل، غزنی، پشاور اور سوات وغیرہ کے علاقے شامل تھے۔ تاہم ایران کے ساتھ ان کا مسلسل تصادم ہوتا رہا۔

اس دور میں افغانستان ایرانی، ہندی اور چینی تہذیب اور مذاہب کا مرکز تھا اور یہاں گندھارا کا فن عروج پر تھا۔ چھٹی صدی عیسوی کے دوران اسلام کی آمد کا آغاز ہوا۔ عہد عثمانی میں فتوحات کا دائرہ بڑھا تو عبداللہ بن عامر نے کابل فتح کیا۔ 665ء عیسوی تک اسلام کی تبلیغ کو فروغ ہوا اور پچاس ہزار سے زائد عربوں کو یہاں بسایا گیا۔ بنو امیہ اور بنو عباس کے عہد میں افغانستان کے باشندوں کے ساتھ مسلمانوں کے برابر مقابلے ہوتے رہے اور کابل کئی بار فتح بھی ہوا، اگرچہ اس تمام عرصے کے دوران افغانستان پر باقاعدہ اسلامی حکومت قائم نہ ہوسکی، مگر اسلامی تہذیب کی چھاپ پورے ملک میں لگ گئی۔ دین اسلام نے یہاں کے تمام مذاہب کو کاٹ کر اسلام اور عربی زبان کو پورے ملک میں پھیلا دیا۔ اس کے بعد یہاں غزنویوں، غوریوں اور مغلوں نے وقتاً فوقتاً حملے کیے۔

976ء میں سبکتگین کے بیٹے محمود غزنوی نے شمالی افغانستان کو فتح کرلیا اور 1157ء تک موجودہ ملک افغانستان کا پورا علاقہ غزنوی سلطنت میں شامل رہا۔ اگرچہ صفاری حکمران غزنویوں کے باج گزار کی حیثیت سے موجود رہے۔ غزنویوں کے زوال کے بعد سلطان محمد غوری نے افغانستان پر قبضہ کرلیا۔

غوریوں اور غزنویوں کا دور علمی اور ادبی لحاظ سے افغانستان کا سنہرا دور تھا، جس میں فن تعمیر نے بہت ترقی کی۔ پشتو ادبی زبان بنی۔ اس کے علاوہ ہندو مذہب اور تہذیب پوری طرح نابود ہوگئی اور اسلامی تہذیب پوری سلطنت میں پھیل گئی۔ نئی تہذیب ابھی عروج کی طرف مائل تھی کہ 1220ء میں تاتاری حملہ آور چنگیز خان نے اسے اپنے گھوڑوں کے قدموں تلے روند ڈالا۔ اس نے اس وقت کے مسلمان حکمران خوارزم شاہ کو شکست دے کر اسلامی مملکت کا تاخت وتاراج کرنا شروع کردیا۔ 1245ء میں چنگیز خان کے پوتے ہلاکو خان نے اپنے دادا کے نقش قدم پر

Marfat.com
Marfat.com

چلتے ہوئے ایک بار پھر تاتاری قوانین نافذ کیے۔

تاتاریوں کے آخری کامیاب حکمران امیر تیمور تھے، جن کی وفات کے بعد تیمور خاندان کا زوال شروع ہو گیا۔ 1506ء کے بعد جانشینی کے جھگڑوں کی وجہ سے تمام علاقے الگ الگ حکومت کرنے لگے۔ اور اگلے کئی برس تک کابل شہر ازبکوں، مغلوں، صفویوں اور افغانوں کی باہمی آویزشوں کا مرکز بنا رہا۔ شمالی علاقے پر مغلوں اور جنوبی علاقے خراسان پر صفویوں کا قبضہ تھا، ادھر ازبکوں نے ہرات پر قبضہ جما لیا۔ 1545ء میں ہمایوں نے قندھار اور کابل پر بھی قبضہ کر لیا جو اکبر اور شاہ جہاں کے دور میں مستقل مغل سلطنت کا حصہ رہا۔

اورنگ زیب کے انتقال کے بعد جب مغلیہ سلطنت زوال کا شکار ہوئی تو 1738ء میں ایران کے نادر شاہ افشار نے کابل فتح کر لیا اور یہیں سے اس نے ہندوستان پر حملہ بھی کیا۔ نادر شاہ کے قتل کے بعد اس کا سپہ سالار احمد خان ابدالی 1747ء میں افغانستان کا بااثر شخصیت سے حکمران بن گیا اور یہیں سے متحدہ افغانستان کا تصور ابھرا۔ تاریخ میں احمد شاہ ابدالی کا خاندان درانی کے لقب سے مشہور ہے۔ یہ وہ پہلا شخص ہے جس نے افغانوں کی پہلی مستحکم حکومت قائم کی۔ اس نے افغانستان کو اتنا خوش حال بنا دیا کہ عوام اسے "بابا" کے لقب سے یاد کرنے لگے۔ احمد شاہ نے قندھار کو اپنا مرکز بنایا اور اس کے بعد سے افغانوں کی قومی حکومت کا سلسلہ کبھی نہ ٹوٹا، تاہم بعد میں باہمی تصادم کی وجہ سے افغان قبائل میں پھر خانہ جنگی شروع ہو گئی۔ جو 1835ء تک جاری رہی۔ پھر دوست محمد خان نے پورے علاقے کا کنٹرول حاصل کر لیا اور اپنے لیے امیر کا لقب اختیار کیا۔

افغانیوں کی آپس کی خانہ جنگی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے حکومت برطانیہ اور روس کے درمیان افغانستان پر کنٹرول حاصل کرنے کی خواہش ابھرنے لگی۔ روس اپنی سلطنت وسعت دینا چاہتا تھا، جب کہ انگریز روس سے اپنی سلطنت بچانے کے لیے افغانستان کو ایک بفر ریاست (Buffer state) کے طور پر استعمال کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ ان مقاصد کے حصول کے لیے 1839ء میں برطانوی فوج نے افغانستان پر حملہ کیا، جو پہلی انگریز افغان جنگ تھی۔ یہ جنگ 1842ء تک جاری رہی۔ اس جنگ میں انگریز حکومت کو بھی شدید جانی و مالی نقصان ہوا۔

Marfat.com
Marfat.com

دوسری طرف روس نے بھی افغانستان پر اپنا اثر رسوخ ڈالنا شروع کر دیا، جس کے نتیجے میں روس کے ساتھ افغان حکمرانوں کے اچھے تعلقات ہونے لگے تو حکومت برطانیہ نے 1878ء میں ایک مرتبہ پھر افغانستان پر حملہ کر دیا۔ اس حملے کے نتیجے میں درہ بولان اور وادی کرم کا کچھ علاقہ انگریزوں کے قبضے میں چلا گیا۔ کچھ عرصے بعد کابل میں بغاوت برپا ہوگئی، جس سے فائدہ اٹھا کر انگریزوں نے کابل فتح کر لیا۔ تاہم 1880ء میں قابض ٹولہ حکومت عبدالرحمٰن کے حوالے کر کے خود واپس ہندوستان چلا گیا۔ عبدالرحمٰن نے امیر کا لقب اختیار کیا۔ انگریزوں نے عبدالرحمٰن کی حکومت کو تسلیم کرتے ہوئے داخلی سطح پر مکمل خودمختاری دے دی، تاہم خارجہ سطح پر وہ حکومت برطانیہ کا پابند رہا۔ عبدالرحمٰن نے افغانستان کو واقعی خودمختار اور مستحکم مملکت بنا دیا۔ اس نے ڈیورنڈ لائن کو سرحد بھی تسلیم کر لیا۔ اس کے بعد اس کے بیٹے امیر حبیب اللہ نے سوات، چترال، وزیرستان، خیبر، پشین، چمن، پارہ چنار اور کرم کا علاقہ بھی انگریزوں کے حوالے کر دیا اور یہ پالیسی 1919ء تک چلتی رہی۔

1919ء کی ابتدا میں حبیب اللہ کے قتل کے بعد امان اللہ افغانستان کا نیا امیر بنا اور اس نے حکومت برطانیہ کے خلاف جنگ کا اعلان کر دیا۔ روس نے اس کی امداد کی اس طرح تیسری انگریز افغان جنگ شروع ہوگئی۔ اگست 1919ء میں راولپنڈی معاہدے کے تحت حکومت برطانیہ نے افغانستان کو مکمل طور پر داخلی اور خارجی آزادی عطا کر دی۔ جس کے تحت ڈیورنڈ لائن کی حیثیت کو برقرار رکھا گیا۔ آزادی کے بعد سے جدید افغانستان کا دور شروع ہوتا ہے۔

امان اللہ نے مکمل آزادی حاصل کرنے کے بعد دیگر ممالک، ترکی، روس، ایران اور حکومت برطانیہ کے ساتھ معاہدات کیے اور اپنی حکومت تسلیم کروائی۔ 1932ء میں ملک میں نیا آئین مرتب کر کے جدید اصولوں پر مبنی نظام نافذ کیا گیا۔ تاہم بعض نامناسب قوانین سے عوام بددل ہو گئے اور ایک تاجک سردار حبیب اللہ بچہ سقہ نے جنوری 1929ء میں کابل پر قبضہ کر لیا اور امان اللہ خان فرار ہو کر اٹلی چلے گئے۔ بچہ سقہ کے قتل کے بعد نادر شاہ نے برسر شعبہ زندگی میں

Marfat.com
Marfat.com

اصلاحات نافذ کرنا شروع کیں اور اس نے خارجہ پالیسی میں غیر جانب داری کو اپنایا اور 1933ء میں انجمن اقوام کا رکن بنا گیا۔

1933ء میں ملک کا نیا آئین نافذ کیا گیا۔ اسی سال نادر شاہ کے قتل کے بعد اس کے انیس سالہ بیٹے ظاہر شاہ نے حکومت سنبھالی۔ اگرچہ اصل اختیارات وزیراعظم کی حیثیت سے ہاشم خان کے پاس تھے۔ ظاہر شاہ نے تمام ہمسایہ ممالک کے ساتھ سیاسی و تجارتی معاہدے کیے۔ دوسری جنگ عظیم میں افغانستان غیر جانبدار رہا۔ 1947ء میں افغان حکومت نے روس اور ایران کے ساتھ سرحدی تنازعات طے کیے۔ اس دوران افغانستان میں پارلیمانی بادشاہت قائم رہی۔

1947ء میں پاکستان کا قیام عمل میں آیا تو افغانستان نے پاکستان کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور پختونستان کا نعرہ لگانا شروع کر دیا۔ 1953ء میں داؤد خان وزیراعظم بنا تو اس نے کھلم کھلا پاکستان دشمن پالیسیاں اختیار کیں اور صوبہ سرحد کو افغانستان کا حصہ قرار دینے لگا۔ ون یونٹ کے خلاف اس نے شدید احتجاج کیا اور معاہدہ ڈیورنڈ کو توڑنے کی دھمکی بھی دی، جس سے دونوں ممالک کے درمیان اختلافات شدید ہو گئے اور دونوں ممالک کی سرحدیں بند ہو گئیں۔

1963ء میں نئے وزیراعظم ڈاکٹر محمد یوسف نے پاکستان کے ساتھ خوشگوار تعلقات قائم کیے اور ملک میں آئینی اور سماجی اصلاحات کا نفاذ کیا۔ 1964ء میں ملک میں نیا آئین مرتب کیا گیا۔ عورتوں کو رائے دہی کا حق دیا گیا اور پریس کو آزادی دی گئی۔ 1965ء کی پاک بھارت جنگ میں افغانستان غیر جانبدار رہا۔ 1970ء کی دہائی میں افغانستان میں متعدد قحط بھی آئے، جس کی وجہ سے اس کی معیشت کو شدید نقصان پہنچا۔ پاکستان، ایران اور مغربی ممالک نے اس کی امداد کی۔ 73ء میں سابق وزیراعظم داؤد خان نے فوج کی مدد سے ظاہر شاہ کی حکومت کو ختم کر کے ملک کو جمہوریہ قرار دیا اور تمام شاہی القاب ختم کر کے سربراہ مملکت، وزیر دفاع اور وزیر خارجہ کے اختیارات سنبھال لیے۔

1977ء میں ملک میں نیا آئین مرتب کیا گیا اور صدارتی طرز حکومت اور ایک جماعتی نظام کا قیام عمل میں لایا گیا۔ اس نے پاکستان کے ساتھ تعلقات خوشگوار رکھے لیکن غیر

Marfat.com
Marfat.com

جانبداری کی پالیسی پر بھی گامزن رہا۔اس نے مغربی ممالک کے ساتھ تعلقات استوار کیے تو روسی لیڈروں نے اس پر ناراضگی کا اظہار کیا۔نتیجتاً چند ماہ کے بعد اپریل 1978ء میں داؤد خان، اس کے خاندان اور تمام قریبی ساتھیوں کو کابل کے صدارتی محل میں بے دردی سے قتل کر دیا گیا اور ترقی پسند لیڈر نور محمد ترہ کی کو نیا صدر منتخب کیا گیا۔اپریل انقلاب کے چند ماہ کے بعد روس اور افغانستان کے درمیان دوستی کا ایک معاہدہ ہوا، اور ایک دوسرے کے خلاف حملے یا خطرہ کی صورت میں مدد کرنے پر زور دیا گیا۔

اس معاہدے کی بنیاد پر ہی روس نے افغانستان پر حملہ کیا تھا۔اکتوبر 1979ء میں نور محمد ترہ کی کو قتل کر دیا گیا اور ان کی جگہ عنان حکومت حفیظ اللہ امین نے سنبھال لی۔حفیظ اللہ نے غیر لچک دار رویہ اختیار کرتے ہوئے مخالفین پر تشدد کیا اور پاکستان، ایران اور امریکہ پر باغیوں کی مدد کرنے کا الزام لگایا، سوویت یونین نے انہیں حالات کے تناظر میں دسمبر 1979ء میں 80 ہزار فوج کے ساتھ افغانستان کی طرف فوجی جارحیت کی، جس کے بعد امین اللہ کی حکومت کا خاتمہ کر کے پرچم پارٹی کے جلاوطن کمیونسٹ لیڈر ببرک کارمل کو نئی حکومت کا سربراہ مقرر کیا گیا۔

دوسری عالمی جنگ میں ہنگری اور چیکوسلواکیا پر حملے کے بعد افغانستان پر روس کی تیسری فوجی جارحیت تھی اس مداخلت نے پوری دنیا کو ہلا کر رکھ دیا۔امریکہ اور پاکستان سمیت تمام ممالک نے اس پر نہ صرف شدید احتجاج کیا بلکہ اس کے خلاف سخت اقدامات کرنے شروع کرنے لگے۔سوویت یونین کے مقابلے میں افغانوں کو باقاعدہ تربیت اور اسلحہ فراہم کیا گیا۔ امریکہ سی آئی اے نے پاکستان، چین اور اسامہ بن لادن اور عرب ممالک کے ساتھ مل کر روسی جارحیت کو ختم کرنے کے لیے مشترکہ حکمتِ عملی اختیار کی اور یہیں سے اسامہ بن لادن کا افغانستان کی سیاست میں عمل دخل شروع ہوا۔سوویت یونین کی مسلسل جارحیت کی وجہ سے بے شمار افغان مہاجرین پاکستان اور ایران چلے گئے۔تقریباً 40 لاکھ مہاجرین نے پاکستان کا رخ کیا۔مئی 1986ء میں اندرونی سیاسی انتشار کے بعد ڈاکٹر نجیب اللہ ببرک کارمل کی جگہ ملک کے نئے صدر منتخب ہوئے اور انہوں نے 1987ء میں نیا آئین نافذ کیا۔

اس دوران مجاہدین کی مسلسل جدوجہد، اسامہ کی مالی امداد اور عالمی برادری کے دباؤ کی

Marfat.com
Marfat.com

وجہ سے سوویت یونین نے اپنی فوجیں واپس بلانے کا اعلان کیا اور جنیوا مذاکرات کے تحت 1989ء میں باقاعدہ طور پر سوویت یونین ناکام و نامراد واپس لوٹا۔ سوویت یونین کی فوجوں کی واپسی کے بعد افغانستان ایک مرتبہ پھر خانہ جنگی کی لپیٹ میں آ گیا اور تمام مجاہدین تنظیمیں اور سیاسی جماعتیں اقتدار کے حصول کے لیے لڑنے لگیں۔

مئی 1991ء میں اقوام متحدہ اور دیگر ممالک کی کوششوں سے پانچ نکاتی منصوبہ پر اتفاق ہوا جس کے تحت عبوری حکومت کا قیام عمل میں لانا تھا۔ چنانچہ 25 اپریل 1992ء کو پشاور معاہدہ کے بعد پروفیسر صبغت اللہ مجددی کو عبوری حکومت کا سربراہ بنایا گیا اور اسلامک اسٹیٹ آف افغانستان کا قیام عمل میں لایا گیا۔ نواز شریف نے نئی حکومت کو تسلیم کرتے ہوئے افغانستان کا دورہ کیا۔ تاہم جون 1992 میں برہان الدین ربانی و پشاور معاہدے کے تحت ملک کا نیا صدر منتخب کیا گیا، جنہوں نے ستمبر 1992ء میں پاکستان کا دورہ کیا مگر مجاہدین میں آپس میں اختلافات برقرار رہے۔ حکمت یار احمد شاہ مسعود جنرل دوستم اور دیگر اہم لیڈروں کے آپس کے اختلافات نے افغانستان میں مستحکم حکومت قائم نہ ہونے دی۔

افغانستان کی سیاست میں اس وقت اہم تبدیلی واقع ہوئی، جب جنوبی افغانستان میں طالبان کی صورت میں ایک نئی طاقت ابھری، جس کی سربراہی ملا عمر کر رہے تھے، جو پاکستان میں واقع مدرسوں سے فارغ التحصیل تھے۔ طالبان میں زیادہ تر نوجوان طلبہ تھے اور اس کے سینئر رہنماؤں نے سوویت یونین کے خلاف جہاد میں تجربہ حاصل کیا تھا۔ یہ لوگ شریعت کے سخت پابند تھے۔ پاکستان کی آئی ایس آئی پر طالبان کے قیام کا الزام ہے، جب کہ پاکستان اس سے انکار کرتا ہے۔ طالبان افغانستان کی سیاست میں اس وقت واضح طور پر ابھرے، جب انہوں نے اکتوبر 1994ء میں حکمت یار کی فوج کو شکست دے کر قندھار پر قبضہ کر لیا۔ بعد ازاں مسلسل کامیابیوں کے بعد انہوں نے ستمبر 1996ء میں جلال آباد اور پھر کابل پر قبضہ کر لیا اور ڈاکٹر نجیب اللہ کو پھانسی دے دی گئی۔ کابل پر قبضے کے بعد طالبان نے پورے افغانستان میں شریعت کا نفاذ کر دیا اور افغانستان کا نام "اسلامی امارات آف افغانستان" رکھ دیا۔ طالبان کی حکومت کا اس وقت افغانستان کے تقریباً 90 فیصد علاقے پر کنٹرول ہے۔ پاکستان، سعودی عرب اور متحدہ عرب

Marfat.com
Marfat.com

امارات نے طالبان کی حکومت کو تسلیم کر لیا جب کہ دیگر ممالک نے ابھی تک اسے تسلیم نہیں کیا۔ طالبان کی حکومت کو ابتدا ہی سے شدید ترین پریشانیوں کا سامنا رہا۔ ایک طرف شمالی اتحاد نے اس کے خلاف محاذ بنایا ہوا ہے۔ جب کہ دوسری طرف بین الاقوامی سطح پر اسے واضح طور پر کوئی حمایت نہیں۔

امریکہ نے اسامہ بن لادن کی وجہ سے طالبان کی حکومت کو تسلیم نہیں کیا اور اسی بناء پر 1998ء میں اسامہ کے ٹھکانوں پر حملہ بھی کیا تھا، اس کے خیال میں اسامہ نے ہمیشہ امریکی مفادات کو نقصان پہنچایا ہے۔ بعد ازاں امریکا نے دہشت گرد وہ کی سرپرستی کا الزام لگا کر طالبان کی حکومت پر شدید معاشی پابندیاں عائد کر دیں۔ واشنگٹن اور نیویارک میں دہشت گردی کے حالیہ واقعے کے بعد امریکی فوج نے طالبان کی حکومت پر حملہ کرنے کی دھمکی دی ہے کہ اگر اس نے اسامہ بن لادن کو اس کے حوالے نہ کیا تو وہ افغانستان پر حملہ کر دے گا۔ اس سلسلے میں حکومت امریکہ نے پاکستان سے بھی مدد کی درخواست کی ہے، کیونکہ پاکستان ہی طالبان کے خلاف ایک موثر حلیف ثابت ہو سکتا ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

پہلے پاکستان کی سلامتی پھر کچھ اور
صدر جنرل پرویز مشرف کی تقریر کا مکمل متن

میرے عزیز ہم وطنو!

السلام علیکم: جن حالات سے پوری قوم گزر رہی ہے اور جو بین الاقوامی بحران آج کل اٹھا ہوا ہے میں نے سوچا کہ میں آپ سب لوگوں کو پوری قوم کو اپنے خیالات میں شامل کروں سب سے پہلے تو امریکہ میں دہشت گردی کے موقع پر ہزاروں جانوں کا نقصان ہوا ہے ان کا مجھے میری حکومت کو اور تمام پاکستانی قوم کو دلی رنج ہے۔ ہمیں زیادہ افسوس اس بات کا ہے کہ اس حادثہ میں تقریباً 45 ملکوں کے لوگوں کی جانیں ضائع ہوئی ہیں ہر عمر کے لوگ ضعیف بچے خواتین یہاں تک کہ ہر مذہب کے لوگ اس میں جاں بحق ہوئے ہیں کئی پاکستانی بھی اس حادثہ میں جاں بحق ہوئے یہ وہ لوگ تھے جو بہت قابل پاکستانی اور اپنی زندگی بہتر بنانے کیلئے امریکہ گئے ان کے نقصان پر میں ان کے خاندانوں سے بہت ہمدردی کا اظہار کرنا چاہوں گا اور میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ انکی مغفرت کرے۔ اس واقعہ سے اس دہشت گردی کے واقعہ سے امریکہ میں شدید غم غصہ اور انتقام کی لہر دوڑ اٹھی ہے ان کا پہلا ٹارگٹ شروع سے اب تک اسامہ بن لادن ہے اور اس سے زیادہ اس کی موومنٹ جس کا وہ کہتے ہیں کہ یہ اسامہ بن لادن کی موومنٹ ہے وہ ان کا پہلا ٹارگٹ ہے۔ دوسرا ٹارگٹ طالبان ہیں وہ اس لئے کہ طالبان نے اسامہ بن لادن اور اس کے نیٹ ورک کو پناہ دی ہوئی ہے یہ ان کی کئی سالوں سے ڈیمانڈ ہے کہ اسے Extradite کیا جائے اور انٹرنیشنلک کورٹ کے سامنے لایا جائے، اس کو طالبان مسترد کرتے رہے ہیں تو اس لئے دوسرے ٹارگٹ طالبان ہیں۔ تیسرا ٹارگٹ عالمی سطح پر دہشت گردی کیخلاف ایک طویل جنگ کے ہونے کا ارادہ کیا ہے۔ غور کرنے کی بات یہ ہے کہ ان تین ٹارگٹوں جو میں کہہ رہا ہوں میں کہیں اسلام یا افغانستان کے عوام کے خلاف کسی قسم کی جنگ کی بات نہیں ہو رہی ہے۔ اس تمام مہم میں پاکستان سے سپورٹ مانگی جا رہی ہے یہ کیا سپورٹ ہے مجموعی طور پر تین اہم باتیں ہیں جس میں امریکہ ہم سے سپورٹ مانگ رہا ہے پہلی انٹیلی جنس اور انفارمیشن ایکسچینج، دوسری سپورٹ ہماری ائرسپیس کا استعمال اور تیسری سپورٹ وہ ہم سے لاجسٹک سپورٹ

Marfat.com
Marfat.com

مانگ رہا ہے۔اس وقت میں یہ بھی بتانا چاہوں گا کہ اس وقت تک ان کے کوئی پلین کوئی آپریشنل پلین یا منصوبے تیار نہیں ہیں اس لئے کسی قسم کی ڈیٹیل ہماری سپورٹ کی تفصیلات ہمیں نہیں پتہ ہیں لیکن یہ پتہ ہے کہ جو کچھ بھی امریکہ کے ارادے ہیں ان کو یونائیٹڈ نیشن کی سلامتی کونسل اور جنرل اسمبلی کی قرارداد پاس ہوئی اس کی سپورٹ ہے۔ یہ دہشت گردی سے جنگ کرنے کی قرارداد ہے اور یہ قرارداد ان لوگوں کو سزا دینے کی قرارداد ہے جو دہشت گردی کی حمایت کرتے ہیں اور یہ بھی بتاتا چلوں کہ اس میں تمام اسلامی ممالک نے اس قرارداد کی حمایت کی ہے۔ یہ تھی بیرونی صورتحال، اب میں کچھ اپنی اندرونی صورتحال کے بارے میں آپ کو آگاہ کرنا چاہوں گا پاکستان کو انتہائی نازک دور کا سامنا ہے اور میرے خیال میں 1971ء کے بعد یہ سب سے زیادہ نازک دور ہے۔اس وقت ہمارے فیصلوں کے دوررس اور وسیع نتائج نکل سکتے اس کا پھیلاؤ بہت بڑا ہے اگر ہم نے کوئی غلط فیصلے کئے تو اس کے بدترین نتائج ہو سکتے ہیں اور دوسری طرف اگر ہم نے صحیح فیصلے کئے تو اس کے مثبت نتائج نکل سکتے ہیں۔ بدترین نتائج سے خدانخواستہ ہماری سالمیت اور ہماری بقاء خطرہ میں ہو سکتی ہے ہماری کریٹیکل کنسرنز یعنی جو ہماری اہم کنسرن ہیں ان کو نقصان پہنچ سکتا ہے ہماری جوہری طاقت، ہمارے کشمیر کاز کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔ یہ ہے بدترین صوتحال۔مثبت صورتحال سیاسی طور پر ہم ایک ذمہ دار اور باوقار ملک کی حیثیت سے ابھر سکتے ہیں اور ہماری تمام مشکلات میں کمی آ سکتی ہے ان حالات کا میں نے مکمل جائزہ لیا اور میں نے مختلف خیالات کے لوگوں سے مشاورت کی، میں نے سروسز چیف سے مشورے کئے، کور کمانڈوز سے ملا، کور کمانڈر کانفرنس بلائی، کابینہ اور نیشنل سیکورٹی کونسل سے مشاورت کی پھر میں نے میڈیا سے انٹریکشن کیا، میں نے علماء کو بلایا ان سے بات چیت کی میں نے تمام سیاستدانوں سے بات چیت کی اب میرا ارادہ ہے کہ کل میں تمام ٹرائبل سرداروں کو بلا کر ان سے میں گفتگو کروں یہ میں نے وہی سلسلہ شروع کیا ہے جو آگرہ جانے سے پہلے کیا تھا۔ میں نے دیکھا کہ اوپینین کسی حد تک ڈیوائیڈڈ ہے لیکن بہت بھاری اکثریت حکمت اور تحمل کے حق میں ہے۔ کچھ لوگ میں سمجھتا ہوں کہ دس پندرہ فیصد جذباتی فیصلے کی طرف مائل ہیں۔آیئے اب دیکھتے ہیں کہ ہمارے ہمسایہ ملک کے کیا عزائم ہیں انہوں نے اپنی تمام ملٹری فسلیٹیز امریکہ کو آفر کر دی ہیں ان

Marfat.com
Marfat.com

ل بیسز، ان کی سہولیات، لاجسٹک سپورٹ، انہوں نے بڑے آرام سے امریکہ کو آفر کر دی ہیں وہ چاہتے ہیں کہ امریکہ ان کیساتھ ہو جائے اور پاکستان کو ایک دہشت گرد ریاست ڈکلیئر کر دیا جائے اور ہمارے سٹریٹجک اثاثوں اور کشمیر کاز کو نقصان پہنچایا جائے صرف یہ نہیں حال ہی میں دو شنبے میں چند ملک اکٹھے ہوئے ہندوستان کا نمائندہ بھی شامل ہے ان کا کیا ارادہ ہے ہندوستان کا کوئی افغانستان کیساتھ بارڈر نہیں ہے وہ ایک لاتعلق ملک ہے افغانستان سے تو حیرانگی کی بات ہے کہ میری نظر میں وہ یہ چاہتے ہیں کہ اگر افغانستان میں کوئی تبدیلی آئے تو وہاں ایک اینٹی پاکستان گورنمنٹ کو تشکیل دیا جائے افسوسناک بات تو یہ ہے کہ تمام دنیا اس دہشت گردی کے حادثہ کی باتیں کر رہی ہے اور ہمارا ہمسایہ ملک جس سے امن اور کوآپریشن کی باتیں ہو رہی تھیں وہ پاکستان اور اسلام کو بدنام کر کے نقصان پہنچانا چاہتا ہے اگر آپ ان کے ٹیلی ویژن دیکھیں صبح، دوپہر، شام ہمارے خلاف پروپگنڈہ چل رہا ہے۔ ان کو میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ Lay Off پاکستانی افواج اور ہر پاکستانی فرد پاکستان کے دفاع سالمیت اور پاکستان کے سٹریٹجک اثاثوں کی سیفٹی کیلئے اپنی جان دینے کو تیار ہے کسی قسم کی غلط فہمی میں کوئی نہ رہے اس وقت پوری ائرفورس ہائی الرٹ میں ہے اور وہ ڈو اور ڈائی مشن کیلئے تیار ہے۔ میرے ہم وطنو! اس تمام صورتحال میں غلط فیصلے کا ناقابل برداشت نقصان ہو سکتا ہے ہماری کریٹیکل کنسرنز یا ضروری ترجیحات کیا ہیں میری نظر میں چار ہیں سب سے پہلے ملک کی حفاظت اور سالمیت ایکسٹرنل تھریٹ ہے۔ دوسرے نمبر پر ہماری معیشت جس کی ریوائیول کیلئے ہم کوشش میں لگے ہوئے ہیں تیسری چیز ہمارے سٹریٹجک اثاثے، نیوکلیئر اینڈ میزائل اور کشمیر کاز، یہ چار ہمارے کریٹیکل کنسرن ہیں ہمارے غلط فیصلے سے خدانخواستہ ان سبھوں کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔ فیصلہ لیتے ہوئے ہمیں ان تمام باتوں کو سامنے رکھنا ہوگا۔ فیصلے میں حق کی بالادستی ہونی چاہئے اور یہ فیصلہ اسلام کے عین مطابق ہونا چاہئے اور ابھی تک جو کچھ بھی ہم کر رہے ہیں وہ اسلام کے عین مطابق ہے اور اس میں حق کی بالادستی ہے میں یہ کہنا چاہوں گا کہ جہاں ملک کے مفاد یا نقصان کا سوال ہو اس میں حکمت اور دانشمندی سے کام لینا چاہئے۔ اس موقع پر جرأت اور بزدلی کا سوال نہیں ہے ہم سب دلیر ہیں ایسے معاقع پر میرا بھی پہلا رسپانس پہلا ری ایکشن جارحانہ ہوا ہے لیکن بغیر سوچ کے دلیری بے

Marfat.com
Marfat.com

وقوفی ہوتی ہے جرأت اور حکمت میں کوئی تصادم نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتے ہیں جس کو حکمت ملی ان کو اللہ کی بہت بڑی نعمت ملی۔ حکمت سے کام لینا ہے ابھی اپنے آپ کو نقصان سے بچانا ہے۔ ملک کے وقار کو بلند کرنا ہے۔ پاکستان کمزفرسٹ ایوری تھنگ آفٹر۔ کچھ علماء اور مذہبی رہنما جذباتی فیصلے کی طرف مائل ہیں۔ میں ان کو اسلام کی پہلی چھ سال کی تاریخ یاد دلانا چاہتا ہوں۔ اسلام کا کیلنڈر ہجرت سے شروع ہوا۔ یہ اہمیت ہے ہجرت کی جب حضور مکہ سے مدینہ گئے۔ اسلام کو بچانے کیلئے ہجرت کی۔ دانشمندی سے اسلام کو بچانے کیلئے ہجرت کی۔ انہوں نے (نعوذ باللہ) کیا یہ بزدلی تھی۔ ہجرت کر کے جب حضورؐ مدینہ پہنچے تو انہوں نے میثاق مدینہ یعنی ایک فرینڈ شپ ٹریٹی کی تھی اپنے دشمنوں کے ساتھ یہودیوں کے ساتھ سائن کئے۔ یہ دانشمندی تھی۔ یہ ٹریٹی چھ سال چلی اور ان چھ سالوں میں تین غزوات ہوئے۔ غزوہ بدر، غزوہ احد، غزوہ خندق اس میں اہل مکہ جو کافر تھے ان سے یہ غزوات ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کیونکہ یہودیوں کے ساتھ پیس ٹریٹی کی مسلمانوں کو فتح ملی اور کافروں کو شکست ہوئی۔ چھ سال بعد یہودیوں نے دیکھا کہ اسلام طاقتور ہو رہا ہے وہ پریشان ہوئے۔ اس پریشانی کے حال میں ان کا اہل مکہ کے ساتھ رابطہ شروع ہو گیا۔ جب حضورؐ نے ان دو دشمنوں کو اکٹھے ہوئے دیکھا تو سن 6 ہجری میں انہوں نے انہی اہل مکہ کے کافروں کے ساتھ جن سے وہ غزوات ہوتے رہے ان سے صلح حدیبیہ سائن کی۔ یہ صلح حدیبیہ ایک پیکٹ تھا۔ میں آپ سب کی اس پیکٹ کے خاص نکتہ کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ اس پیکٹ کے آخر میں جہاں دستخط کرنے تھے ادھر محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم لکھا تھا۔ کافروں نے ڈیمانڈ کیا کہ ہم آپ کو رسول اللہ نہیں مانتے تو اس کو کاٹیں۔ حضور نے یہ مانا اور اس کے کاٹنے پر آمادہ ہو گئے لیکن حضرت عمرؓ جو وہاں موجود تھے وہ بہت جذباتی ہوئے اس جذبات کے عالم میں انہوں نے حضورؐ سے پوچھا کہ کیا آپؐ اللہ کے رسول نہیں ہیں۔ نعوذ باللہ۔ آپؐ نے فرمایا نہیں میں ہوں۔ انہوں نے پوچھا کیا ہم حق پر نہیں ہیں آپؐ نے فرمایا کہ ہم حق پر ہیں تو حضرت عمرؓ نے کہا کہ تو پھر ہم کیوں اس پر دستخط کر رہے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ آپ جذبات سے بول رہے ہیں دانشمندی اور حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ اس وقت ہم اس پر دستخط کر دیں اسی میں اسلام کا فائدہ ہے اور جیسے جیسے سال آگے آئیں گے آپ کو

Marfat.com
Marfat.com

اس فائدہ کا پتہ چلے گا اور ایسے ہی ہوا۔ چھ مہینے میں مسلمانوں کی یہودیوں کے ساتھ جنگ ہوئی اور اس غزوہ خیبر میں اللہ کے فضل و کرم سے مسلمانوں کو فتح ملی۔ یہ ممکن اس لئے ہوا کہ کافروں کے ساتھ نو وار پیکٹ ہوا تھا انہوں نے حملہ نہیں کیا اور سن 8 ہجری میں اللہ کے فضل و کرم سے فتح مکہ ہوئی۔ اس واقعہ سے ہم کیا سبق نکالتے ہیں۔ سبق یہ ہے کہ جب بحران کی صورتحال ہو تو جذباتیت کی بجائے حکمت کا راستہ بہتر ہوتا ہے۔ لہذا اس وقت ہم سب نے ایک سٹریٹجک فیصلہ لینا ہے۔ ایمان کی کمزوری یا بزدلی کا سوال نہیں ہے۔ پاکستان کیلئے تو جان حاضر ہے اور مجھے پورا یقین ہے کہ ہر پاکستانی فرد کی جان حاضر ہے۔ دو جنگیں میں نے لڑی ہوئی ہیں خطرات دیکھے ہوئے ہیں بہت خطروں کا سامنا کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کبھی بزدلی نہیں دکھائی لیکن اس موقع پر خواہ مخواہ اپنے آپ کو نقصان پہنچانا ہے۔ 14 کروڑ عوام کا مستقبل تاریک نہیں کیا جا سکتا۔ ویسے بھی شریعت کی رو سے کہا جاتا ہے کہ اگر دو مصیبتوں کا ایک وقت سامنا ہو اور ان میں سے ایک کو چننا ہو تو چھوٹی مصیبت کا راستہ لینا بہتر ہوتا ہے۔ ہمارے کچھ ساتھیوں کو افغانستان کی بڑی فکر لگی ہوئی ہے۔ میں ان کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ مجھے اور میری حکومت کو ان سے کہیں زیادہ فکر ہے۔ طالبان کی اور افغانستان کی۔ میں نے افغانستان کے لئے اور طالبان کے لئے کیا کچھ نہیں کیا جبکہ پوری دنیا انکے خلاف ہے۔ میں نے ہر ملک کے لیڈر سے تقریباً 20 سے 25 لیڈروں سے طالبان کے حق میں باتیں کیں۔ میں نے کہا کہ ان پر پابندیاں نہیں لگانی چاہئیں ان سے ہمیں انگیج کرنا چاہئے۔ میں تمام ملک کے لیڈروں کے سامنے ان کا موقف دوہراتا رہا ہوں لیکن افسوس سے میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہمارے کسی دوست نے ہماری بات نہیں مانی یہاں تک کہ اب بھی اس صورتحال میں ہم ان کے ساتھ تعاون کرنے کی پوری کوشش کر رہے ہیں۔ میں نے ڈی جی آئی ایس آئی کو اپنے پرسنل لیٹر کے ساتھ ملا عمر کے پاس بھیجا۔ پچھلے دو دن وہ ادھر رہ کر آئے ہیں اور میں نے ملا عمر کو صورتحال کی سنگینی کے بارے میں بتایا۔ کوشش ہماری پوری ہے کہ اس سنگین صورتحال سے کسی طریقہ سے نکالا جائے جس میں افغانستان کا اور طالبان کا نقصان نہ ہو میری پوری کوشش یہ ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ یہی رہے گی۔ یہاں تک کہ ہم امریکہ کو بھی کہہ رہے ہیں کہ وہ تحمل سے جو کچھ بھی ان کے ارادے ہیں اس میں تحمل اور بیلنس دکھائیں اور اسامہ بن لادن کے

Marfat.com
Marfat.com

سلسلہ میں جو بھی ثبوت ہیں وہ ہم ان سے مانگ رہے ہیں لیکن میں یہ پوچھنا چاہوں گا کہ ہم افغانستان اور طالبان کو کیسے بچا سکتے ہیں۔نقصان سے کیسے بچا سکتے ہیں یا ان کا نقصان کیسے ہم کم کر سکتے ہیں۔اقوام عالم سے الگ ہو کر کم کر سکتے ہیں یا ان کے ساتھ چل کر کم کر سکتے ہیں۔ مجھے پورا یقین ہے کہ آپ کا فیصلہ یہی ہوگا کہ اقوام عالم کے ساتھ چل کر ہی ہم کچھ بہتری لا سکیں گے مجھے اس وقت صرف پاکستان کی فکر ہے میں پاکستان کا سپہ سالار رہوں اور میں پاکستان کے دفاع کو سب سے زیادہ ترجیح دیتا ہوں۔ کسی اور ملک کا دفاع اس کے بعد ہی ہو سکتا ہے۔ہم پاکستان کے مفاد میں فیصلہ کرنا چاہتے ہیں۔ مجھے معلوم ہے کہ عوام کی بھاری اکثریت ہمارے فیصلوں کے حق میں ہے۔ مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ کچھ عناصر ایسے بھی ہیں جو اس موقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے پرسنل ایجنڈے اپنے پارٹی ایجنڈے کو آگے بڑھانا چاہ رہے ہیں۔وہ ایک فساد پھیلانا چاہ رہے ہیں اور ملک کو نقصان پہنچانا چاہ رہے ہیں۔اس کی کوئی وجہ نہیں کہ یہ مینارٹی ایک میجورٹی کو یرغمال رکھے۔میں تمام پاکستانی عوام سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ یونٹی اور یکجہتی دکھاتے ہوئے ایسے عناصر کو جو خواہ مخواہ میں ملک کو نقصان پہنچانا چاہیں ان کو دبائیں اور کامیاب نہ ہونے دیں۔اس موقع پر ہم نے دشمن کے عزائم کو ناکام بنانا ہے اور ہم نے ملک کے مفاد کو بچانا ہے۔ پاکستان اسلام کا قلعہ سمجھا جاتا ہے اور اگر خدانخواستہ اس قلعہ کو نقصان پہنچا تو اسلام کو نقصان پہنچے گا۔ میرے ہم وطنو! آپ سب مجھ پر بھروسہ کریں۔جس طریقہ سے آپ نے میرے آگرہ جاتے ہوئے بھروسہ کیا تھا میں نے ادھر قوم کو مایوس نہیں کیا ہے۔پاکستان کے وقار کا سودا نہیں کیا۔انشاء اللہ اب بھی اس موقع پر بھی میں آپ کو مایوس نہیں کروں گا۔ یہ میرا آپ سے وعدہ ہے۔یہی کچھ اہم باتیں میں نے آپ سے کرنی تھیں۔آخر میں' میں سورۃ طٰہٰ میں حضرت موسیٰؑ کی اس دعا کے ساتھ میں آپ سے اجازت لوں گا۔"اے میرے رب میرے سینے کو کشادہ کر دے۔میرے کام کو آسان کر دے اور میری زبان کی گرہ کھول دے' تا کہ لوگ میری بات سمجھ سکیں۔اللہ ہم سب کا حامی و ناصر ہو"۔پاکستان زندہ باد۔

Marfat.com
Marfat.com

المیوں کا المیہ

ورلڈ ٹریڈ سنٹر اور پینٹا گون پر خودکش حملوں کے بعد امریکہ، برطانیہ، بھارت، روس اور اسرائیل کے ذرائع ابلاغ مفروضوں کی بنیاد پر یہ ثابت کرنے میں مصروف ہیں کہ گیارہ ستمبر کے المناک واقعات کے ذمہ دار مسلمان عسکریت پسند ہیں امریکہ اس کے اتحادیوں اور روس و بھارت کے ذرائع ابلاغ دہشت گردی کے ان بدترین واقعات کے ذمہ داروں کے حوالے سے تصویر کا ایک رخ دکھا رہے ہیں وہ بھی ایسا رخ جسمیں القاعدہ، اسامہ بن لادن اور طالبان فٹ آتے ہیں تحقیق و تفتیش کے دوسرے امکانی راستے بند کر کے من پسند راہ پر سرپٹ بھاگتے چلے جانے سے امریکی قیادت کیا حاصل کر سکتی یہ کوئی درون سینہ راز ہرگز نہیں، امریکی صدر جارج ڈبلیو بش وار پاورا یکٹ جیسے اختیارمل جانے کے بعد فی الوقت دنیا کے طاقتور ترین اور با اختیار شخص ہیں۔صدر بش گیارہ ستمبر کی صبح ورلڈ ٹریڈ سنٹر اور پنٹا گون پر ہونے والے حملوں کو امریکی کے خلاف اعلان جنگ قرار دیتے ہوئے کہہ رہے ہیں کہ امریکہ کو جوابی جنگ لڑنا ہوگی۔طویل جوابی جنگ جو انسانیت کو دہشت گردوں سے نجات دلانے کیلئے بہت ضروری ہے امریکی کانگریس نے وارا یکٹ کی منظوری کے ساتھ مجموعی طور پر 60 ارب ڈالر کے دو فنڈ قائم کرنے کی منظوری بھی دی ہے۔ان میں سے 20 ارب ڈالر انسداد دہشت گردی پر خرچ ہوں گے جبکہ 40 ارب ڈالر جنگی کارروائیوں پر خرچ ہوں گے۔وارا یکٹ کی منظوری کے بعد قائم کردہ 60 ارب ڈالر کے دو فنڈ سوویت افغان جنگ اور تنازعہ خلیج کے دوران قائم کردہ فنڈز کے مقابلہ میں کہیں زیادہ ہیں۔

بنیادی بات یہ ہے کہ دہشت گردی کے خاتمے اور عالمی امن کے تحفظ کے لئے تو اقوام کی برادری میں کوئی اختلاف نہیں البتہ یہ سوال ہر جگہ زیر بحث ہے کہ دہشت گردی کے خاتمے کیلئے امریکی صدر جس طویل جنگ کے لئے اپنے لوگوں کو تیار کر رہے ہیں اس کی نوعیت، جگہ اور طریقہ کار کے بارے بہت سارے سوالات اٹھ رہے ہیں اس ضمن میں سب سے اہم بات امریکی سینٹ میں ڈیموکریٹک پارٹی کے قائد ٹام ڈیشلے نے سینٹ سے خطاب کرتے ہوئے کہی ان کا کہنا تھا کہ

Marfat.com
Marfat.com

"ہر کوئی اس وقت انتظار میں ہے کہ وہ (صدر بش) کسی کو نشانہ بنانا چاہتے ہیں لیکن نشانہ بنانے سے قبل ہمیں یہ معلوم ہونا چاہئے کہ نشانہ کسے بنایا جا رہا ہے"۔

یہی وہ بنیادی اہمیت کا سوال ہے جس کی طرف امریکی قیادت دھیان دینے کی ضرورت محسوس نہیں کر رہی بلکہ وہ جنگی جنون کو ہوا دینے میں مصروف ہے ایسے جنگی جنون کو جس میں نفع سے زیادہ نقصان کا خطرہ ہے، گیارہ ستمبر کے بعد کی صورتحال کا بغور جائزہ لیا جائے تو اس امر کی تصدیق ہو جاتی ہے کہ امریکی قیادت دہشت گردی کے المناک واقعات کی سیدھے سبھاؤ تحقیقات اور پھر نتائج کا انتظار کئے بغیر عالمی امن کو اپنے غصے اور انتقام کی بھینٹ چڑھانے کے درپے ہے امریکی ذرائع ابلاغ سی آئی اے ایف بی آئی اور سیکرٹ سروس جیسے ادارے القاعدہ اور اسامہ بن لادن کے علاوہ کوئی بات کہنے کو تیار نہیں بظاہر ایسا لگتا ہے کہ امریکی قیادت خود ساختہ دشمن پر ضرب لگا کر اپنے عوام کے زخموں پر مرہم رکھنا چاہتی ہے اور اسے اس امر سے کوئی دلچسپی نہیں کہ اپنے لوگوں کے زخم بھرنے کے مرحلے میں انسانیت کو جو گہرے گھاؤ لگیں گے انہیں کون بھرے گا نہ اس امر پر توجہ دینے کی ضرورت محسوس کی جا رہی ہے کہ دوسرے عوامل پر غور سے اجتناب کیوں برتا جا رہا ہے۔

مشرق و مغرب کے سنجیدہ فہم حلقے روز اول (گیارہ ستمبر) سے یہ کہہ رہے ہیں کہ مفروضوں کی بنیاد پر سرپٹ دوڑنے اور امن عالم کو گہرے گھاؤ لگانے سے بہتر ہوگا کہ سنجیدہ اطلاعات، تفتیش اور پروپیگنڈے کو الگ الگ کر کے دیکھا جائے محض یہ کہہ دینا کافی نہیں کہ القاعدہ یا اسامہ بن لادن ہی اس کے ذمہ دار ہیں۔ اس امریکی موقف کو اگر درست تسلیم بھی کر لیا جائے تو اس رائے کو نظر انداز کرنا بہت مشکل ہے کہ دہشت گردی کی انفرادی واردات کا ذمہ دار کسی قوم یا ملک کو ٹھہرانا غلط ہوگا مگر فی الوقت صورتحال یہ ہے کہ امریکی قیادت کوئی بات سننے کو تیار ہے نہ غصے اور انتقام کے جنون کو کم کر کے زمینی حقائق تلاش کرنے پر آمادہ امریکی قیادت عالمی اور ملکی سطح پر ایسی فضا بنا رہی ہے کہ صاف سیدھی بات واضح ہو ہی نہیں پا رہی بیرونی دباؤ کے ساتھ ساتھ امریکہ نے اندرون ملک دباؤ بھی بڑھا دیا ہے اس حوالے سے شائع ہونے والی ایک

Marfat.com
Marfat.com

رپورٹ کے مطابق امریکہ کے شہر بوسٹن میں پولیس اور ریاست نیوجرسی کے صدر مقام میں مشین گنوں سے مسلح افراد تفتیش کر رہے ہیں تفتیشی ٹیموں کے ارکان بلٹ پروف جیکٹ پہنی ہوئی ہیں تاکہ کوئی انہیں نقصان نہ پہنچا سکے ان شہروں میں درجنوں افراد کی گرفتاری اور گھروں کی تلاشی کیلئے سرچ وارنٹ جاری کر دیئے گئے ہیں بعض شہروں میں تو خفیہ سیل شدہ سرچ وارنٹ بھی جاری کئے گئے ہیں یہ کیس لئے ہیں اس بارے گو مہاز حکام خاموش ہیں مگر غالب امکان یہ ہے کہ کسی بھی ہنگامی صورتحال میں قانونی باریکیوں میں وقت ضائع کرنے کی بجائے فوری کارروائی کے تقاضے ان سیل شدہ وارنٹوں سے پورے کئے جائیں گے۔ امریکی محکمہ انصاف کی ایک رپورٹ کے مطابق خودکش حملوں میں تباہ ہونے والے مسافر بردار طیاروں میں سے ہر طیارے میں کم از کم ایک تربیت یافتہ پائلٹ جیکر موجود تھا یہ کارروائی بڑی منظم تھی اور اس کے لئے بڑے اخراجات کئے گئے رپورٹ کے مطابق گیارہ ستمبر کی دہشت گردی میں کم و بیش 50 افراد ملوث تھے۔ جنہوں نے ٹکٹ خریدے یا جن کے کریڈٹ کارڈ استعمال ہوئے ایک کریڈٹ کارڈ ایک سے زیادہ ٹکٹ خریدنے میں بھی استعمال ہوا۔ امریکی محکمہ انصاف کے مطابق یہ امریکی تاریخ کی سب سے بڑی اور شدید تحقیق ہے کیونکہ اس میں نیویارک کا حسن سمجھے جانے والے دو ٹاور 4.50 لاکھ ٹن ملبے کے ڈھیر میں تبدیل ہو گئے جس سے نکلنے والی روشنی اور دھوئیں نے 5 میل تک کے علاقے کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔

امریکی ری پبلکن سینیٹر چارلس گریس کے مطابق اکثر کی انگلیاں اسامہ بن لادن کی طرف اٹھتی ہیں لیکن اصل بات تفتیش کے مکمل ہونے پر ہی سامنے آئے گی چارلس گریس کا موقف اس حوالے سے بھی اہم ہے کہ ایف بی آئی اس موضوع پر بڑی گہرائی سے تفتیش کر رہی ہے کہ اسامہ بن لادن اور ان کے ساتھیوں کا اس واقعہ اور بوسٹن سے کیا تعلق ہے اور یہ کہ لادن کے ساتھی بوسٹن میں کس لئے موجود تھے اس نہج پر غور اور تفتیش ایف بی آئی کی ہی ایک رپورٹ کی روشنی میں کی جا رہی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ اسامہ بن لادن کے ایک ساتھی شیخ بکر محمد بن لادن نے 94ء میں بارورڈ لاء سکول کیلئے 10 لاکھ ڈالر کی گرانٹ دی تھی ایف بی آئی کے حکام بوسٹن میں خریدے گئے 6 مہنگے فلیٹوں کی ملکیت بارے بھی تحقیقات کر رہے ہیں جنکے بارے اطلاع ہے

Marfat.com
Marfat.com

کہ یہ چھ فلیٹ اسامہ بن لادن کے رشتہ داروں نے خریدے تھے بوسٹن میں خریدے گئے ان چھ فلیٹوں میں سے ہر ایک کی قیمت 6.97 لاکھ ڈالر سے 8.77 لاکھ ڈالر ہے ان کے مالک کے طور پر بھی شیخ محمد ایم بن لادن کا نام سامنے آیا ہے۔ بوسٹن میں ہی پولیس حکام نے ایف بی آئی کو ایک ویڈیو ٹیپ بھی پیش کی ہے۔ اس ٹیپ کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ اس میں دو مشتبہ افراد موجود ہیں اور یہ دونوں کسی نہ کسی طرح بائی جیکنگ میں ملوث ہیں یہ ویڈیو ٹیپ گذشتہ سال بنائی گئی تھی۔ بوسٹن میں ایف بی آئی نے پولیس کے ساتھ ملکر ہوائی اڈے کے قریب قائم کمفرٹ ہوٹل میں بھی چھاپہ مارا یہ چھاپہ اس اطلاع پر مارا گیا کہ دہشت گرد واردات سے پہلے اس ہوٹل میں ٹھہرے تھے۔ امریکی محکمہ انصاف، ایف بی آئی اور تین مختلف ریاستوں کی پولیس کے حوالے سے ذرائع ابلاغ میں شائع ہونے والی رپورٹوں سے اندرون ملک جس شدید دباؤ کی نشاندہی ہوتی ہے اس سے اس خیال کو تقویت ملتی ہے کہ امریکی قیادت دہشت گردی کے خلاف لمبی جنگ کے لئے سب کچھ داؤ پر لگانے کا فیصلہ کر چکے ہیں دوسری اہم بات یہ ہے کہ اس ضمن میں امریکہ کا سب سے زیادہ انحصار پاکستان پر ہے۔

امریکہ میں دہشت گردی کے دو بڑے واقعات نے پاکستان کی داخلی سیاست پر بڑے اثرات مرتب کئے ہیں۔ افغان سرحد پر واقعہ پاکستان کے دو صوبوں سرحد اور بلوچستان میں جہاں کم و بیش 50 لاکھ افغان مہاجر مقیم ہیں صورتحال ہر گزرنے والے دن کے ساتھ تشویشناک ہوتی جا رہی ہے دونوں صوبوں کے پشتو بولنے والے علاقوں کی موثر جماعتوں جمعیت علمائے اسلام (ف) اور جماعت اسلامی اسامہ بن لادن کے لئے افغانستان پر امریکی حملے کو عالم اسلام پر حملہ قرار دے رہی ہیں ان جماعتوں کے قائدین مولانا فضل الرحمٰن اور قاضی حسین احمد کا موقف ہے کہ امریکہ نے سوچے سمجھے اور حقائق کر بے نقاب کئے بغیر افغانستان پر حملہ کیا تو پاکستان کے عوام اس حملے کو عالم اسلام پر حملہ تصور کریں گے مذہبی شدت پسندوں کی ایک اور تنظیم سپاہ صحابہ کے قائدین نے صوبہ سرحد کے دارالحکومت پشاور میں منعقدہ جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ افغانستان پر امریکی حملے کی صورت میں ان کی جماعت کے کارکن امریکی مفادات پر فدائی حملے کریں گے اسی دوران لاہور میں مولانا سمیع الحق اور آئی ایس آئی کے سابقہ سربراہ جنرل

Marfat.com
Marfat.com

(ر) حمید گل کی قائم کردہ ڈیفنس کونسل برائے افغانستان کا اجلاس ہوا مذہبی اور عسکری تنظیموں اور ان کے ہم خیال سابق فوجی افسروں کی اس تنظیم کے اجلاس میں کہا گیا کہ امریکہ دہشت گردی کے خاتمے کے نام پر اپنی کارروائیوں کے ذریعے پاکستان اور افغانستان پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ دفاع افغانستان کونسل کے اجلاس میں افغانستان میں مقیم اسامہ بن لادن کا پیغام بھی پڑھ کر سنایا گیا۔ کونسل کے اجلاس کے اختتام پر اعلان کیا گیا کہ کونسل کا وفد امریکہ سمیت دوسرے ممالک کے سفیروں سے ملاقاتیں کر کے انہیں اصل حقائق سے آگاہ کریگا اور انہیں قائل کرنے کی کوشش کریگا کہ امریکہ افغانستان پر حملہ کرنے سے باز رہے کونسل کے اجلاس میں جنرل (ر) حمید گل کی تجویز پر سول ڈیفنس کے لئے ٹاسک فورس تشکیل دینے کی منظوری بھی دی گئی۔

دفاع افغانستان کونسل کے مطابق امریکہ اور اقوام متحدہ ڈھٹائی کے ساتھ سارا الزام افغانستان اور اسامہ بن لادن پر ڈال رہے ہیں یہ صورتحال بہت نازک ہے دینی جماعتوں کو عسکری تنظیموں کے تعاون سے اینٹی امریکہ تحریک چلانی ہوگی کیونکہ اسامہ اور افغانستان پر حملہ کے نام پر امریکہ یہاں آکر بیٹھ گیا تو ہمارے اینٹی پروگرام کو خطرہ لاحق ہو جائے گا۔ امریکہ اس کو ختم کرنے کی کوشش کریگا۔ دفاع افغانستان کونسل کی قیادت کا موقف ہے کہ امریکہ میں ہونے والی دہشت گردی اسرائیل نے کرائی ہے۔ موساد کی تیار کردہ سازش کا مقصد امریکہ اور مسلمانوں کو ایک دوسرے کے مقابل لا کھڑا کرنا ہے تا کہ فلسطین میں جاری اسرائیلی دہشت گردی کا معاملہ سامنے نہ آنے پائے۔ کونسل کے اجلاس میں حکومت کو یہ بھی باور کرایا گیا کہ دینی جماعتیں حکومت سے تصادم نہیں چاہتیں لیکن اگر حکومتی پالیسیاں عالم اسلام کے مفادات سے متصادم ہوئیں تو پھر وہ طریقہ اور راستہ اپنایا جائے گا جو مسلمانوں کے مفاد میں ہوگا۔ دینی اور جہادی تنظیموں کی دفاع افغانستان کونسل کے اجلاس سے ایک روز قبل صدر جنرل پرویز مشرف نے بھی سیاسی و دینی جماعتوں کے قائدین اخبارات کے ایڈیٹروں دانشوروں اور علماء سے الگ الگ ملاقاتیں کیں۔ صدر مملکت کی ان ملاقاتوں کے حوالے سے شائع ہونے والی رپورٹوں کے مطابق سیاسی جماعتوں نے امریکی حملے کی حمایت کی جبکہ دینی جماعتوں نے حکومت کی امریکہ سے تعاون کی پالیسی کی کھل کر مخالفت کی سیاسی قائدین میں سے صرف نوابزادہ نصر اللہ خان نے امریکہ کو اڈے

Marfat.com
Marfat.com

اور دوسری سہولتیں دینے کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ اس طرح کی پالیسی داخلی مسائل کو مزید سنگین بنا دے گی۔

گیارہ ستمبر کے المناک واقعات کے بعد سیاسی اعتبار سے پاکستان بند گلی میں کھڑا ہے۔ بند گلی سے نکلنے اور محفوظ راستے پر چلنے کے لئے جس حکمت عملی اور جرأت کی ضرورت ہے وہ حکمران قیادت میں موجود نہیں۔ جنرل پرویز مشرف اپنے دو سالہ اقتدار کے جو بیسیوں مہینے میں ایک بار پھر بڑی مشکل کا شکار ہیں۔ ان کی کابینہ کے چند وزیر یہ تاثر دے رہے ہیں کہ امریکہ سے تعاون کی پوری پوری قیمت وصول کی جائے گی۔ یہ قیمت کیا ہوگی اس سوال پر چپ سادھ لی جاتی ہے۔ تنے ہوئے رسے پر چلتی مشرف حکومت کو دو طرف موجود کھائیوں کا ادراک تو ہے لیکن وہ اپنی مشاورت سے قطعی طور پر محروم ہے جسکا خمیر قومی مفاد سے اٹھا ہو۔ جنرل کے حکومتی مشیر انہیں امریکہ سے تعاون کی راہ پر لگانے کے آرزومند ہیں۔ مسلم لیگ ہم خیال، پیپلز پارٹی اور دوسری سیاسی جماعتوں کا وزن اسی پلڑے میں ہے جبکہ دینی جماعتوں جہادی تنظیموں اور مسلم لیگ (ن) کا موقف اس کے برعکس ہے۔

تیزی سے بدلتے ہوئے حالات کے باوجود یہ طے ہے کہ آنے والے دنوں میں پاکستان غیر جانبدار نہیں رہ سکے گا امریکہ کی حمایت اور کھلے تعاون کی صورت میں صوبہ سرحد اور بلوچستان کے پشتون علاقوں میں مذہبی جماعتیں 50 لاکھ افغان مہاجروں کے تعاون سے مزاحمتی تحریک میں شدت پیدا کر سکتی ہیں صوبہ سرحد کے مالاکنڈ ڈویژن کی تحریک نفاذ شریعت محمدیؐ کے افغان نژاد قائد صوفی محمد نے امریکہ کیخلاف جہاد میں طالبان کے حق میں فتویٰ جاری کر کے اپنی تنظیم کے رضا کار طالبان کے زیر اثر افغان علاقوں میں بھیجنے کا اعلان کر دیا ہے۔ سمیع الحق، مولانا فضل الرحمن اور قاضی حسین احمد کے علاوہ دوسرے مذہبی قائدین معاملات کو اپنی فکر کی روشنی میں دیکھ رہے ہیں لیکن ہر گزرنے والے دن کے ساتھ بڑھتے چلے جانے والے اس خطرے کی طرف کوئی بھی توجہ نہیں دے رہا کہ امریکہ کی جانب سے اسامہ بن لادن کیخلاف اعلان جنگ کے بعد پاکستان کے دو صوبوں سرحد اور بلوچستان کے پشتون علاقوں کے علاوہ قبائلی علاقوں میں بھی پشتون قومی تعصب کو ہوا دی جا رہی ہے عام طور پر مذہبی سیاست کرنے والی دینی جماعتوں کے

Marfat.com
Marfat.com

ملاقاتی لیڈر افغانستان پر حملے کو پختونوں کیخلاف سازش قرار دیتے ہوئے پٹھانوں کو منظم ہونے کی دعوت دے رہے ہیں اس پشتون کرد کو ہی مدنظر رکھتے ہوئے یہ کہا جا رہا ہے کہ اگر امریکہ افغانستان پر حملہ کرتا ہے تو سرحد اور بلوچستان کے پشتون علاقوں کا ردعمل پنجاب اور سندھ سے مختلف ہوگا۔ اس مختلف کی جو جوہات بیان کی جا رہی ہیں وہ بذات خود المیہ ہیں۔

امریکہ کے صدر جارج ڈبلیو بش کے اس اعلان کے بعد کہ امریکہ اسامہ بن لادن کو زندہ یا مردہ صورت میں حاصل کرنا چاہتا ہے حالات کی سنگینی میں مزید اضافہ ہوا ہے۔ صدر بش نے یہ اعلان ایسے وقت میں کیا جب پاکستان کا ایک اعلیٰ سطحی وفد افغانستان میں طالبان کی قیادت سے مذاکرات میں مصروف تھا۔ مذاکرات میں پاکستانی وفد کی قیادت آئی ایس آئی کے سربراہ جنرل محمود کر رہے تھے۔ جنرل محمود کا دورہ افغانستان اس اعتبار سے خاصا اہم ہے کہ وہ اپنے دورہ افغانستان سے دو دن قبل ہی امریکہ کے طویل دورہ سے وطن واپس آئے تھے۔ گیارہ ستمبر کے المناک واقعات کے بعد جنرل محمود نے امریکی حکام سے متعدد ملاقاتیں کیں ان ملاقاتوں میں امریکی حکام نے ان پر واضح کر دیا تھا کہ پاکستان امریکہ سے تعاون کرے یا پھر اعلان کرے کہ وہ طالبان کے ساتھ ہے۔ آئی ایس آئی کے سربراہ جنرل محمود کی امریکی حکام سے ملاقاتوں کے حوالے سے دو طرح کی اطلاعات سامنے آئی ہیں ایک اطلاع کے مطابق امریکی وزیر دفاع اور دوسرے حکام نے ان سے کہا ہے کہ پاکستان نہ صرف طالبان سے سفارتی تعلقات ختم کرے بلکہ افغانستان میں قائم دہشت گردوں کے تربیتی مراکز کو ختم کرانے اور اسامہ بن لادن کی گرفتاری میں ہر ممکن تعاون کرے امریکیوں نے اس صورت میں پاکستان پر مالی اقتصادی پابندیاں اٹھا لینے کا عندیہ دیتے ہوئے مالی تعاون کی یقین دہانی بھی کرائی ہے۔ جس میں ورلڈ بنک اور آئی ایم ایف کے قرضوں میں ریلیف کے علاوہ قرضوں کی شیڈول کرانا بھی شامل ہے جبکہ ایک ذریعے کا کہنا ہے کہ پابندیوں کے اٹھا لینے اور مالیاتی شعبہ میں تعاون کی بات نہیں ہوئی بلکہ امریکی حکام نے لشکر طیبہ اور حرکت المجاہدین پر پابندی لگانے اور افغانستان میں قائم عسکری گروپوں کے تربیتی کیمپوں کے ذمہ داران کی گرفتاری کے لئے تعاون کو کہا ہے۔

یہ اطلاع بھی ہے کہ امریکی وزیر خارجہ کولن پاول نے پاکستان کو تعاون کے مطالبات

Marfat.com
Marfat.com

پر مبنی جو فہرست دی ہے اس میں تین اہم عسکری کمانڈروں کو شامل تفتیش کرانے کا مطالبہ بھی شامل ہے ان تین عسکری کمانڈروں میں لشکر طیبہ کے پروفیسر محمد سعید، حرکت المجاہدین کے مولانا فضل الرحمٰن خلیل اور البدر مجاہدین کے امیر بخت زمین خان شامل ہیں گو یہ واضح نہیں کہ شامل تفتیش کرانے کا مطلب کیا ہے لیکن امریکی پالیسیوں کی روشنی میں اس کا مطلب یہی ہے کہ ان تین رہنماؤں کو امریکہ کے حوالے کیا جائے۔ امریکی وزیر خارجہ نے پاک افغان سرحد پر امریکی کمانڈوز کی تعیناتی اور ایف بی آئی کو اسلام آباد میں محفوظ تفتیشی مرکز قائم کرنے کی اجازت بھی طلب کی ہے سات مطالبات پر مشتمل اس فہرست میں امریکہ نے افغانستان پر حملہ کے صورت میں صوبہ سرحد اور بلوچستان کے حساس ایئرپورٹوں کو امریکی تحویل میں دینے کو بھی کہا ہے۔ اسلام آباد میں حکومتی ذرائع ایسی مطالباتی فہرست کو مفروضہ قرار دے رہے ہیں لیکن امریکی وزیر خارجہ کا یہ بیان خصوصی اہمیت رکھتا ہے کہ امریکہ پاکستان کو دوست ملک سمجھتا ہے اب یہ فیصلہ کرنا پاکستان کا کام ہے کہ وہ دہشت گردی کے خاتمے کیلئے امریکی اقدامات میں بطور دوست حصہ لیتا ہے کہ غیر جانبداری کا اعلان کرتا ہے۔ کولن پاؤل کہتے ہیں پاکستان کی غیر جانبداری واشنگٹن کے نزدیک طالبان کی اعانت ہوگی۔ کولن پاؤل اس امر کا اقرار کرتے ہیں کہ واشنگٹن نے پاکستان کو تعاون کی مطالباتی فہرست دیدی ہے۔ امریکی اخبارات نے کولن پاؤل کے حوالے سے ہی یہ خبر بھی دی ہے کہ دہشت گردوں کا اصل ہدف وائٹ ہاؤس اور امریکی صدر کا طیارہ "ایئرفورس ون" تھا۔ ان کے مطابق پینٹاگون سے ٹکرانے والے طیارے کا رخ وائٹ ہاؤس کی جانب تھا تاہم اس نے آخری وقت رخ بدلا اور پنٹاگون پر جا گرا۔

اسلام آباد میں حکومت کے اہم لوگ اس امر کی تردید کر رہے ہیں کہ پاکستان امریکہ کے دباؤ میں ہے اور یہ کہ امریکہ سے ہر ممکن تعاون کا فیصلہ کر لیا گیا ہے اہم حکومتی افراد کی تردیدوں کے باوجود پراسرار سرگرمیوں اور چند دوسرے معاملات کی بدولت یہ تاثر پختہ ہوتا جا رہا ہے کہ امریکہ سے تعاون کا فیصلہ ہو چکا ہے اور اس فیصلے کے بنیاد بڑی مضبوط ہے فی الوقت حکومت کے لئے اہم ترین بات یہ ہوگی کہ وہ رائے عامہ کو اپنا ہم خیال بنائے حکومت کے مشیر اس امر کو بھی مدنظر رکھے ہوئے ہیں کہ دینی جماعتیں اپنی ذیلی عسکری تنظیموں اور مجاہدین کی بعض

Marfat.com
Marfat.com

تنظیموں کے تعاون سے حکومت پر دباؤ بڑھانے کا راستہ اختیار کر سکتی ہیں، حکومت کے لئے مجاہدین کی بعض تنظیموں کی دفاع افغانستان کونسل کے اجلاس میں شرکت بھی تشویش کا باعث بنی ہوئی ہے اسی طرح حکومت کے لئے یہ بات بھی تشویش کا باعث ہے کہ اگر امریکہ سے تعاون کیا جاتا ہے تو افغان طالبان پاکستان کے پختون علاقوں میں شدت پسندی کو ہوا دیں گے یہ تشویش اس طور بجا ہے کہ ان علاقوں میں لگ بھگ 50 لاکھ افغان مہاجر مقیم ہیں، طالبان کے ترجمان نے امریکہ سے تعاون کرنے والے ملکوں کے اندر فدائی حملوں کی جو دھمکی دی ہے وہ غالباً اس عددی قوت کے تناظر میں دی گئی ہے اسی بنا پر وزارت داخلہ اسلام آباد میں مقیم ایک لاکھ افغان مہاجروں کو نکالنے کیلئے ہنگامی بنیادوں پر آپریشن کی ابتدائی تیاریاں کر رہی ہے، امریکہ کی حمایتی پالیسیوں کے ایک بڑے ناقد آئی ایس آئی کے سابق سربراہ جنرل (ر) حمید گل کا اس صورتحال پر کہنا ہے کہ ملا عمر نے جہاد کا فتویٰ دیا تو اسلامی دنیا جنگ میں شامل ہو جائے گی جنرل گل کہتے ہیں افغانستان پر امریکی حملے کی غلطی کی گئی تو امریکی مائیں اتنی نعشیں وصول نہیں کر سکیں گی ان کا کہنا ہے کہ امریکہ سے تعاون کا فیصلہ قیادت کا ہے بحیثیت فوج ایک ادارے کا نہیں۔ تنخواہ دار ملازموں کے مشوروں اور فیصلوں کی کوئی اہمیت نہیں۔ امریکی فوج کی آمد کی صورت میں بے چینی بڑھے گی اس سے بغاوت کا خطرہ ہے، جنرل حمید گل افغانستان میں لڑی گئی امریکی مفادات کی جنگ کے اہم فوجی کردار ہیں سوویت یونین کیخلاف امریکہ کے تعاون سے لڑی جانے والی لڑائی میں پاکستان کو فرنٹ لائن سٹیٹ بنانے والی فوجی قیادت کے اہم رکن اپنے زمانہ ملازمت کے دوران فوجی قیادت کے امریکہ سے تعاون کو جہاد اسلامی قرار دیتے ہیں اور اس وقت کے جرنیلوں کے فیصلوں کو فوج کے بحیثیت ادارہ فیصلے لیکن موجودہ صورتحال میں ان کی رائے اپنے ہی کردار، عمل اور فیصلوں سے متصادم ہے۔ جنرل حمید گل کے ہی ایک ہم خیال کموڈور (ر) طارق مجید کا کہنا ہے کہ حقائق کی روشنی میں یہ بات وثوق کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ امریکہ میں دہشت گردی اسرائیل نے موساد کے ذریعے کرائی۔ عالمی صیہونیت امریکہ کو سپر پاور کے درجہ سے گرا کر یورپی یونین کو اوپر لا رہی ہے۔ سابق وزیر اطلاعات سید مشاہد حسین کا تجزیہ ہے کہ۔

امریکی لوگوں کے منصفانہ طیش اور جرم کی سزا سے بچ جانے کی خفت کو آسودہ کرنے کی

Marfat.com
Marfat.com

خواہش سے مسئلہ کی حقیقت کو تلاش کرنے سے پہلے "شوٹ کردو" کے امریکی رویے سے امریکہ اور مسلم دنیا کے مابین ایک نیا مقابلہ شروع ہو جائے گا، یہ خطرہ بھی ہے کہ پاکستان اور طالبان کے درمیان براہ راست تصادم ہو جائے اور یہ کہ پاکستانی معاشرے میں ایک ایسی خطرناک دراڑ پڑ جائے جس میں "ایک اور الجریا" کے بیج موجود ہوں جو اسٹیبلشمنٹ کو جہادیوں کیخلاف رزم آرا کر دے۔ یہ مشاہد حسین کے خیال میں

حکمت عملی میں جو "یوٹرن" آئے ہیں، اس میں امریکہ اور پاکستان دونوں کے لئے متعدد ستم ظریفیاں موجود ہیں۔ اس سب کے علی الرغم امریکہ کے لئے ایک تضحیک آمیز امر یہ ہے کہ اس کی خفیہ ایجنسیوں کے تمام نظام ناکام ہو گئے اور وہ 71 امریکنوں کو یا یوں کہئے کہ امریکہ میں موجود بیرون قوموں کے افراد کو (جن میں 19 خودکش بمبار اور 52 کی تعداد میں معاونین شامل تھے) دریافت نہ کر سکی۔ اور وہ 11 ستمبر کو مجرمانہ اقدام کی منصوبہ بندی انتہائی محتاط انداز میں امریکہ کے مالیاتی اور فوجی قلب میں بیٹھ کر کرتے رہے۔ اس انسان کش مجرمانہ اقدام کے عمل میں آجانے کے بعد اب وہ دور افتادہ افغانستان کے کسی سوراخ سے اسامہ بن لادن کو "بھک" سے اڑانے کے درپے ہیں۔

واشنگٹن کے لئے تضحیک کی ایک بات یہ ہے کہ پہلے امریکہ تیسری دنیا کے ممالک سے معاونت کا خواہاں ہوتا اور نئے دوست بناتا ہے لیکن جب یہ "چیلے" "گرو" کے مقابلے میں اپنا قد بڑا کرنے لگتے ہیں تو امریکی اس پر پل پڑتے ہیں، نوریگا اور صدام کے بعد پھیلتی ہوئی اس فہرست میں طالبان کا اضافہ ہو گیا ہے۔ پاکستان کی پالیسی میں جو تبدیلی آئی ہے اس کا محور 20 برس کی افغان پالیسی کو دفن کر دینے اور مفادات سے انحراف ہے۔ اور اس کے لئے مشرق وسطیٰ میں امریکی پالیسی کی تعین نو اور اس کی حکمت عملی کو داخلی طور پر پرکھنے اور پہچاننے کی ضرورت ہے۔ گزشتہ ایک سال کے دوران اسلامی دنیا میں اس کی جو تصویر مرتب ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ معصوم اور غیر مسلح بچوں، عورتوں اور مردوں پر مسلح اسرائیلی فوجی ٹینکوں، میزائلوں اور طیاروں سے حملے کر رہے ہیں۔ اگر امریکہ نے اسامہ بن لادن کے تعاقب سے دہشت گردوں کے منبع و ماخذ پر حملہ کرنے کا ارادہ کر رکھا ہے تو اسے مسلم دنیا کے غصے کی جڑوں کو ہرگز نظر انداز نہیں کرنا چاہئے۔

Marfat.com
Marfat.com

پاکستان کے سامنے اس وقت مشکل اور بہت محدود ترجیحات ہیں۔ اس وقت پاکستان کے سامنے کنواں ہے۔ اس کے پیچھے کھائی ہے۔ نہ جائے ماندن ہے نہ پائے رفتن ہے۔ اس وقت جو مخلوط اتحاد بن رہا ہے اس میں عدم شرکت اب ایک ترجیح نہیں ہے۔ پاکستان کے قریبی دوست چین، سعودی عرب، وسطی ایشیا کی سب ریاستیں متحدہ عرب امارات، ترکی، حتیٰ کہ ایران بھی سب اس طرف ہیں، جس طرف امریکہ ہے۔ ایک بامعنی اشارے کے طور پر ایران نے افغانستان پر اپنی سرحد بند کر دی ہے۔ 1979ء کے اسلامی انقلاب کے بعد امریکہ اور ایران کے درمیان یہ پہلا سرکاری رابطہ ہوا اور تہران کے میئر نے نیویارک کے میئر کو سرکاری سطح پہ تعزیت کا پیغام بھیجا ہے۔

جب اسامہ کو پکڑنے اور طالبان کے خلاف کارروائی ختم ہو جائے گی اور آخری امریکی سپاہی رخصت ہو جائے گا تو اس وقت بغاوت کا بگاڑ اور بداطمینانی کے اس سب کو کون سمیٹے گا جو اس تمام کارروائی کی وجہ سے پاکستان اور اس کے 14 کروڑ باشندوں کے علاوہ 22 لاکھ افغانیوں پر آ گرے گا جو اس سرزمین پر موجود ہیں؟

پاکستان جو کچھ کر رہا ہے اس کا اندازہ لگانے میں غلطی نہ کیجئے۔ اسامہ بن لادن کی گرفتاری زیادہ علامتی ہے۔ یہ امریکہ کا ایک دام ہے۔ اب تک اسامہ بن لادن کو ہی سب سے بڑا "ملزم" قرار دیا جا رہا ہے۔ لیکن اس کا کیا پتہ کہ وہ اب تک پڑوس میں وسطی ایشیا میں یا اس کے پہاڑوں میں پہنچ گیا ہو یا چپکے سے کوئی چھوٹی سرحد عبور کر کے کہیں پاکستان میں آ گیا ہو۔

واشنگٹن اب افغانستان میں طالبان کی حکومت تباہ کرنے پر تلا ہوا ہے اور اس کی جگہ ایسے افغان کو حکومت دینا چاہتا ہے جو اس کے نزدیک "سیاسی طور صحیح افغان" ہے۔ وہ پاکستان کی جہادی تنظیموں کا قلع قمع کرنا چاہتا ہے، جن کے چھوٹے طالبان سے بھی رابطے ہیں۔ اس سے پاکستان کی کشمیر پالیسی کی کیفیت تبدیل ہو جائے گی۔

کسی قوم کو درپیش ہونے والے ہر چیلنج کی طرح اب پاکستان کو بھی شادی کا ایک موقع دستیاب ہے۔ فوجی حکومت کے لئے یہ بھی ایک امتحان ہے کہ وہ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر پاکستان کے لئے کس قدر سٹریٹیجک پوٹینشل وسعت حاصل کرتی ہے۔ ہمارا موقف "سب سے

Marfat.com
Marfat.com

پہلے پاکستان" کی اس پالیسی سے ابھرنا چاہئے جو پاکستان کے قومی مفادات کو تحفظ اور وسعت دیتی ہے اور تباہی سے بچاتی ہے۔ یہ موقف افغانستان میں طالبان حکومت سے واضح طور پر مختلف ہے۔ اس وقت جو تبدیل شدہ علاقائی اور عالمی تناظر بن رہا ہے اس کے چند مثبت نکات حسب ذیل ہیں۔

گیارہ ستمبر سے پہلے امریکہ کی نظر میں پاکستان کو بالعموم مسئلہ کا ایک جزو سمجھا جاتا تھا۔ لیکن اب جو حکمت عملی میں تبدیلی آئی ہے اس سے پاکستان مسئلے کے حل کا ایک اہم نازک حصہ بن گیا ہے۔

امریکہ کی جنوب ایشیا پالیسی جس میں پہلے "صرف انڈیا" کو اہمیت حاصل تھی۔ اب اس میں پاکستان کو بھی ایک "دوست ملک" کی حیثیت مل گئی ہے اور یہ اس کے ماضی کے سابقہ مقام میں بہت بڑی تبدیلی ہے۔

دہشت گردوں نے اب ذہنوں پر تسلط جما لیا ہے۔ چین کی دشمنی کا ہوا اب پس منظر میں چلا گیا ہے اور یہ پاکستان کے لئے ایک بہتر صورت ہے۔ کیونکہ چین ہمارا بہترین دوست اور قریبی حلیف ہے۔

ایک بات واضح ہے کہ جو نیا اتحاد قائم کیا جا رہا ہے وہ بڑے بڑے مسلم ممالک کی شرکت کے بغیر فعال نہیں ہوگا۔ امریکہ کو اب مسلم ریاستوں کے تعاون کی ضرورت اس طرح ہے جس طرح اسے 1991ء کی خلیج کی جنگ میں ضرورت لاحق ہوئی تھی۔

مسلم دنیا سیاسی اعتبار سے کمزور ہے، اسے چاہئے کہ وہ اپنی جرأت کو مجتمع کرے، قوت ارادی مضبوط کرے اور بصیرت کو اتنی وسعت دے کہ اپنی سیاسی بقا سے ماورا مسائل کو بھی دیکھ سکے تاکہ "تہذیبوں کے تصادم" کی جو بات اس قدر زیادہ کی جا رہی ہے وہ ایسی پیش گوئی نہ بن جائے جو اپنی تکمیل خود کر رہی ہے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ اس "اتحاد" میں شامل مسلمان ممالک کو چاہئے کہ وہ پہلے اس مسئلہ کا سفارتی حل تلاش کریں۔ فوجی حل اگر اشد ضروری ہو تو بعد میں آزمایا جائے۔ اگر کسی مسلم ملک کے خلاف فوجی اقدام کیا گیا تو امریکنوں سے زیادہ اس کے قبیح اثرات مسلمان اقوام پر اثر انداز ہوں گے۔

Marfat.com
Marfat.com

سید مشاہد حسین کا تجزیہ بنیادی اہمیت کا حامل ہے اس کی اہمیت اس حوالے سے بھی ہے کہ مشاہد حسین دانشوروں کے اس قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں جو مسلم امہ کے اندرونی اتحاد کے اپنے تصور کو رجعتی نظریات کی چھاپ سے محفوظ رکھ کر عملی زندگی کا سفر طے کر رہے ہیں۔

اس امر کے باوجود کہ پوری مسلم دنیا ورلڈ ٹریڈ سنٹر اور پینٹا گون پر ہوئے خودکش حملوں کی کھل کر مذمت میں مصروف ہے امریکی صدر دہشت گردی کیخلاف اقدامات کو صلیبی جنگ کہہ رہے ہیں اس صورت میں ظاہر ہے کہ امریکہ اور اس کے یورپی اتحادیوں کا مسلم امہ سے ٹکراؤ تہذیبوں کا تصادم ہوگا، قابل غور بات یہ ہے کہ ورلڈ ٹریڈ سنٹر اور پینٹا گون پر ہوئے خودکش حملوں کی سنگینی اور المناکی سے کون انکار کر رہا ہے حقیقت یہی ہے کہ یہ سانحہ اور ہزاروں معصوم شہریوں کی ہلاکت معمولی نہیں غیر معمولی بات ہے انسان نیویارک میں قتل ہو یا عرب کے صحرا میں پینٹا گون کی عمارت میں جل کر خاکستر ہو یا عراق میں دودھ اور ادویات کی کمی سے لیبیا میں برطانوی طیاروں کی بمباری سے صدر قذافی کی بنی زمین کا رزق ہو یا کروز میزائلوں سے افغان مریں مرتا انسان ہے انسان جس کی جان بہت قیمتی ہے اور انسان کے بارے میں ہی نور مجسم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے "ایک انسان کا قتل پوری انسانیت کے قتل کے مترادف ہے" ورلڈ ٹریڈ سنٹر اور پینٹا گون میں ہوئی دہشت گردی میں مرنے والے ہزاروں انسانوں میں ہر مذہب رنگ و نسل اور قومیت کے لوگ شامل تھے یہ تلاش رزق میں صبح دم گھروں سے نکلے اور پھر موت نے انہیں آن دبوچا ابھی مرنے والوں کی تعداد شماری ہو رہی ہے مالی نقصان کا تخمینہ لگایا جا رہا ہے اندازوں کا حساب مرنے والوں کی تعداد کے بارے میں پندرہ سے بیس ہزار اور مالی نقصان چار کھرب ڈالر سے زیادہ حساب مکمل ہونے میں وقت لگے گا اس سانحہ پر ہر صاحب دل اشک بار ہے انسانیت خون کے آنسو رو رہی ہے یہ المیہ ہے المیوں کا المیہ منصوبہ بندی کرنے والوں کو امریکی قیادت سے اختلاف تھا تو بھی اختیار کردہ راستہ صریحاً قابل مذمت بلکہ قابل نفرت ہے دہشت گردی کی ہر صورت قابل مذمت ہے اس کا مرتکب کوئی بھی ہو وہ قابل نفرت ہے، دہشت گرد انسانیت کے مجرم ہیں ان کی کھوج اور انہیں کیفر کردار تک پہنچانا پوری انسانیت کا فرض ہے اس پر دو آراء ممکن ہی نہیں لیکن یہ جو نیویارک اور واشنگٹن میں ہوئی دہشت

Marfat.com
Marfat.com

گردی کے ڈانڈے مسلمانوں سے ملا کر دینا اور باخصوص امریکہ میں مسلمانوں کو نکو بنانے کے درپے ہیں یہ دہشت گردوں سے بھی زیادہ خطرناک اور قابل نفرت لوگ ہیں، امریکیوں کا صدمہ بجا ان کا نقصان بھی یہ بھی طے ہے کہ جو ہوا ہے وہ انسانیت کے خلاف اعلان جنگ کے مترادف ہے مگر یہی وقت ہے کہ جوش اور تعصب کو ہوش اور مساوات پر غالب نہ آنے دیا جائے تحقیق و تفتیش کے راستوں پر ہر قدم احتیاط سے اٹھنا چاہئے دشمنوں کی تلاش میں اندر جھانک لینا اور تفتیش پھر سے شروع کرنا بہت ضروری ہے ورلڈ ٹریڈ سنٹر اور پینٹا گون پر خودکش حملے کرنے والے عام لوگ یقیناً نہیں تھے تربیت اور معاملات پر دسترس کے ساتھ جدید ٹیکنالوجی (ہوابازی کے شعبہ میں) پر عبور کے بنا اتنی بڑی واردات ممکن نہیں اس طرح کی واردات کی منصوبہ بندی ایک دو راتوں میں نہیں مہینوں میں ہوتی ہے دنیا کی سب سے بڑی طاقتور ایجنسیوں کو زخم چاٹتے ہوئے جذبات میں بہنے کی بجائے حقیقت پسندی کا مظاہرہ کرنا ہوگا۔ گیارہ ستمبر کی صبح امریکہ کے دو شہروں پر ٹوٹی قیامت کے ذمہ داروں کی تلاش اسی صورت ممکن ہے جب پروپیگنڈے کی بھول بھلیوں میں الجھنے اور تعصب کی سولی پر چڑھنے کی بجائے ممکنہ امکانات کے سارے راستوں پر چلا جائے چند مسلمان رہنماؤں یا ملت اسلامیہ کو اس سانحہ کا ذمہ دار ٹھہرا کر دہشت گردی کی ان وارداتوں کو صلیبی جنگ کا آغاز قرار دینے والے مجرموں کی پردہ پوشی کے جرم کا ارتکاب کر رہے ہیں، مسلمانوں کی تاریخ اور جنگوں میں ان کے کردار سے ناواقف لوگ ہی بھونڈی الزام تراشی کر سکتے ہیں اس طرح کے لغو الزامات لگانے والے امریکہ اور امریکیوں کی کوئی خدمت نہیں کر رہے بلکہ یہ جذبات کو مشتعل کر کے تحقیقاتی اداروں کو گمراہ کر رہے ہیں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دہشت گردی کی ان وارداتوں کے بعد مسلمانوں کے کردار کو مسخ کرنے والی اقوام (یہودیوں اور ہندوؤں) کے دماغوں نے اس گھناؤنے منصوبے کی بنیادیں تیار کی ہوں ظاہر ہے ان کا مقصد مسلمانوں اور امریکہ میں براہ راست تصادم کرانا ہے اب یہ سوچنا امریکیوں کا کام ہے کہ امریکہ اور مسلمانوں کے درمیان محض امکانات اور پروپیگنڈے میں بہہ کر جنگ شروع ہوتی ہے تو اس کا تمام تر فائدہ یہودیوں اور ہندوؤں کو ہوگا۔ یہی وہ بنیادی نکتہ ہے کہ سارے معاملے کا ٹھنڈے دل سے جائزہ لیا جائے غصہ، نفرت اور اشتعال یا پروپیگنڈے سے مرعوب ہو کر سچ کو پائے بغیر کوئی بھی اقدام

Marfat.com
Marfat.com

انسانیت کو بھیانک تباہی کی سمت دھکیل دے گا ورلڈ ٹریڈ سنٹر اور پینٹا گون کے سانحے یقیناً بھلائے نہیں بھولیں گے ہزاروں زندہ انسانوں کو پل بھر میں موت کی وادیوں میں دھکیل دینے کا جرم بھی اتنا ہی خطرناک ہے جتنا بے سروپا افواہیں پھیلانا یا حقیقی مجرموں کو چھپانے کے لئے کسی خاص گروہ یا قوم کو مورد الزام ٹھہرانا۔ ملت اسلامیہ امریکی عوام کے دکھ میں شریک ہے انسان انسان کے درد کو سمجھتا ہے جس طرح صدام کی پالیسیوں کی سزا عراقی عوام کو دینا غلط ہے بالکل اسی طرح امریکی قیادت اور ایجنسیوں کے اعمال کا ذمہ دار عام امریکیوں کو ٹھہرانا غلط ہے۔ اور وہ جو اس المیہ پر خوشی کا اظہار کر رہے ہیں وہ یہ کیوں بھول جاتے ہیں کہ دہشت گردوں اور انسانیت کے قاتلوں کی کوئی قوم نہیں ہوتی انسانی لہو بہا کر تسکین پانے والے کسی کے دوست نہیں ہوتے پھر یہ بھی ایک اٹل حقیقت ہے کہ کھوج لگائے بغیر جھوٹی الزام تراشی مجرموں کو بچ نکلنے کا راستہ دیتی ہے جبکہ منگل گیارہ ستمبر کی صبح رونما ہونے والے سانحے ایسے نہیں کہ محض الزام تراشی کا شکار ہو کر سچ کی تلاش کو غیر ضروری سمجھ لیا جائے اور جوابی طور پر ویسے ہی جرائم کا ارتکاب کیا جائے۔

بدقسمتی یہ ہے کہ امریکی قیادت رنج وغصہ اور انتقام کے جنون میں مبتلا ہے۔ برتری بلکہ سپریم طاقت ہونے کے زعم میں مبتلا امریکہ کا جنون بالادستی دراصل ایک ناقابل فہم مرض ہے اس ناقابل فہم مرض پر روشنی ڈالتے ہوئے مصروف دانشور اور صحافی سید ارشاد احمد عارف لکھتے ہیں "امریکہ ہمیشہ ایک دشمن کی تلاش میں رہتا ہے۔ ہوچی منہ، ماؤزے تنگ، فیڈرل کاسترو، یاسر عرفات، سید روح اللہ خمینی، صدام حسین ان سب کو امریکہ نے دشمن قرار دے کر ہیرو بنایا۔ اب اسامہ بن لادن کی باری ہے۔ امریکہ آج تک اپنے کسی دشمن کو زیر نہیں کر سکا البتہ دوستوں کو کنگال کرنے میں ماہر ہے۔ صرف معصوم لوگ ہی اس کا چہرہ دستیوں اور مظالم کا نشانہ بنتے ہیں۔ امریکہ کی "آئس کریم وار مشینری" ہمیشہ نہتے انسانوں کے خلاف استعمال ہوئی۔ جنگجو مخالفین کی حدت اسے پگھلا دیتی ہے۔ اب وہ ہم سے وہی کام لینا چاہتا ہے جو برطانیہ تقسیم برصغیر سے قبل برصغیر کے باسیوں سے لیتا تھا"۔

یہ تجزیہ درحقیقت ایک سوال ہے پاکستان کی حکمران قیادت کے لئے کہ وہ کہاں کھڑی ہے کیا سوچ رہی ہے لیکن حکمران قیادت کا مخمصہ یہ ہے کہ وہ جو چاہتی ہے اس کا اعلان نہیں کر سکتی

Marfat.com
Marfat.com

اور جس بات کی تکرار میں مصروف ہے اس پر کوئی اعتبار کرنے کو تیار نہیں۔

عجیب بے اعتباری کا موسم حکمران قیادت کے گلے آن پڑا ہے کچھ ایسی ہی بے اعتباری کا موسم امریکی قیادت کے گلے بھی پڑا ہوا ہے۔ دنیا کی عظیم سپریم طاقت جسے اپنی ٹیکنالوجی، جاسوسی کے نظام اور جدید اسلحہ پر ہمیشہ ناز رہا ہے گیارہ ستمبر کے بعد ایک ایسی صورتحال سے دوچار ہے جس سے نجات کی سنجیدہ صورت خود اسے بھی سمجھ میں نہیں آتی امریکی ذرائع ابلاغ کے دنیا بھر میں پھیلے ناظرین اور قارین کے لئے یہ امر حیران کن ہے کہ خلیج کی جنگ سے قبل جدید ٹیکنالوجی کی مدد سے صدام حسین کی عسکری قوت اور سفید گھوڑے پر سوار صدام کو بغداد کی سڑکوں پر مٹر گشت کرتے دکھا دینے والوں کو گیارہ ستمبر کی صبح خطرے کا معمولی احساس بھی نہیں ہوا اور ایک کے بعد ایک (تینوں جہاز) طیارہ اپنے ہدف کی طرف بڑھتا رہا اور پھر وہ بھیانک حادثے رونما ہو گئے جنکی بدولت امریکی برتری اور دبدبہ خاک میں مل گیا۔ خاک میں ملے اس دبدبے اور برتری کی بحالی اور اپنے لوگوں کا مورال بلند کرنے کیلئے امریکی قیادت سرپٹ بھاگے چلی جا رہی ہے۔ پینٹاگون اور ورلڈ ٹریڈ سنٹر پر خودکش حملوں کے الميوں کے ذمہ داروں کی تلاش اور انہیں کیفر کردار تک پہنچانے کے اپنے اقدامات کو امریکی حکام دہشت گردی کیخلاف لمبی جنگ قرار دے رہے ہیں لیکن عین اسی عرصہ میں مقبوضہ کشمیر اور فلسطین میں بھارت اور اسرائیل کی فوجیں جس دہشت گردی میں مصروف ہیں اس پر نہ صرف امریکی خاموش ہیں بلکہ مذمت کے دو لفظوں کو فوری مفادات کے منافی سمجھ کر آنکھیں چرائے ہوئے ہے۔ دہشت گردی کے حوالے سے امریکی حکام کے دوہرے معیار کا حال یہ ہے کہ فلسطین میں رواں سال کے 9 ماہ میں 560 فلسطینی شہید 1396 معذور اور 1026 گرفتار ہوئے اسی طرح مقبوضہ کشمیر میں رواں سال کے 9 ماہ کے دوران 31 سو کشمیری شہید 753 معذور اور 6300 گرفتار کئے گئے۔ انسانی حقوق کی عالمی تنظیموں کے متوجہ کرنے پر بھی امریکی وزارت خارجہ نے ان افسوسناک واقعات پر اظہار خیال سے گریز کیا۔ امریکیوں کے اس طرز عمل پر تیسری دنیا کے دانش مندوں کا تبصرہ یہ تھا کہ امریکی عالمی سیاست میں اپنے دو مضبوط اتحادیوں اسرائیل اور بھارت کو ناراض کرنے کا خطرہ مول لینے کو تیار نہیں اس پر ستم یہ ہے کہ گیارہ ستمبر کے واقعات کے بعد امریکی محکمہ خارجہ نے صدر بش کو

Marfat.com
Marfat.com

سفارش کی ہے کہ وہ دہشت گردی کیخلاف کارروائیوں میں اسرائیل اور بھارت کو شریک کرنے کی منظوری دیں اس مشورے میں پوشیدہ دوہرا پن بذات خود اس بات کا ثبوت ہے۔ورلڈ ٹریڈ سنٹر اور پنٹاگون پر خودکش حملوں کے بعد کی امریکی حکمت عملی اور طویل جنگ کی منصوبہ بندی میں خود تراشے دشمن کو کچلنے کی خواہش کے ساتھ ساتھ امریکہ عالمی سیاست میں اپنے ذو سانجھے داروں کو بھی مستقل خطرات سے نجات دلانا چاہتا ہے۔امریکہ کے دوہرے معیار پر سخت ترین تبصرہ سری لنکا کی صدر چندریکا کمارا ٹنگا نے کیا ان کا کہنا ہے کہ ہم دہشت گردوں سے لڑیں تو امریکیوں کو انسانی حقوق یاد آجاتے ہیں۔یہ کافی نہیں کہ دہشت گردوں کو تلاش کر کے انہیں سزا دی جائے بلکہ دہشت گردی کی وجوہات کا خاتمہ بھی ضروری ہے لیکن اس سے قبل سپر پاورز کو اپنی پالیسیاں تبدیل کرنا ہوں گی تاکہ دہشت گردی کیخلاف متحدہ اقدامات کامیاب ہوسکیں۔

سری لنکن صدر کا یہ موقف اس حوالے سے خصوصی اہمیت کا حامل ہے کہ سری لنکائی حکومت کے خلاف برسرپیکار تامل ٹائیگر کو سی آئی اے، موساد اور را کی بھرپور اعانت حاصل ہے ان کا موقف اس طور بھی بجا ہے کہ جب ترقی پذیر ممالک دہشت گردی سے قومی سلامتی کو لاحق خطرات کے تدارک کیلئے آئینی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہوتے ہیں تو ترقی یافتہ اقوام کے چندوں پر پلنے والی انسانی حقوق کی تنظیموں کو ترقی پذیر ممالک کی قومی سلامتی سے زیادہ دہشت گردوں کے انسانی حقوق کی فکر ہلکان کردیتی ہے۔

موجودہ حالات کے تناظر میں امریکی حکام کی جانب سے اس امر پر غور کہ سی آئی اے کو امریکہ مفادات کے آڑے آنے والے عالمی لیڈروں کے قتل کا دوبارہ اختیار دے دیا جائے خاص اہمیت کا حامل سی آئی اے کو 76ء سے پہلے امریکی مفادات کے آڑے آنے والے عالمی لیڈروں کے قتل کی قانونی اجازت تھی۔76ء میں امریکی صدر جیرالڈ فورڈ نے اس پر پابندی لگا دی۔امریکی قیادت مستقبل میں دہشت گردی کو روکنے کیلئے مختلف قوانین اور ضابطوں میں وسیع پیمانے پر تبدیلیاں لانے پر غور کر رہی ہے۔غیر ملکی لیڈروں کے قتل پر عائد پابندی واپس لینے کے علاوہ غیر ملکیوں کو طویل حراست میں رکھنے، ٹیلیفون ٹیپ کرنے اور ریاستی مفاد کے دوسرے اقدامات کرنے کی اجازت دے دی جائے گی۔امریکی اٹارنی جنرل جان اشکرافٹ کا کہنا ہے کہ

Marfat.com
Marfat.com

سی آئی اے کے اختیارات میں اضافہ بہت ضروری ہے ضرورت اس بات کی ہے کہ بعض قوانین کو موثر اور مضبوط بنایا جائے۔امریکی کانگریس میں سی آئی اے کے اختیارات میں اضافے کیلئے قانون سازی کے موقع پر کانگریس کے ارکان صرف قومی مفادات کو مدِ نظر رکھیں گے۔

ورلڈ ٹریڈ سنٹر اور پینٹا گون پر خودکش حملوں کے دوران جدید سائنسی ٹیکنالوجی پر دسترس کے امریکی دعوؤں کے مٹی میں مل جانے کے بعد امریکی قیادت کو یہ خدشہ بھی لاحق ہو گیا ہے کہ سائنسی اور جاسوسی کے نظاموں میں موجود کمزوریاں کم سے کم وقت میں دور نہ کی گئیں تو دہشت گرد مستقبل میں ایٹمی ہتھیاروں کے مراکز پر حملے کر سکتے ہیں۔امریکہ اور دنیا کے دوسرے ممالک میں موجود ایٹمی اسلحہ کے ذخائر کے حوالے سے پیدا ہونے والے نئے خطرات کو تسلیم کرتے ہوئے توانائی کے امریکی وزیر توانائی سپنر ابراہام نے کہا ہے کہ مستقبل کے بارے کچھ نہیں کہا جا سکتا دہشت گرد اور مجرم عناصر کو ایٹمی اسلحہ سے دور رکھنے کے لیے سخت اقدامات کے ساتھ ساتھ عالمی برادری آگے آئے ایٹمی اسلحہ کے کنٹرول کو محفوظ بنائے امریکی وزیر توانائی کے ان خیالات نے مستقبل کے حوالے سے نئے خطرات کا در وا کر دیا ہے امریکی وزیر کے مذکورہ بیان کو ایک برطانوی جریدے کی اس رپورٹ کی روشنی میں دیکھا جائے کہ اسامہ بن لادن کی تنظیم القاعدہ کے پاس ایٹمی وار ٹیکنالوجی موجود ہے تو ساری صورتحال واضح ہو جاتی ہے ایسا لگتا ہے کہ امریکی قیادت لمبی جنگ کے اپنے منصوبے میں اقوام عالم کو ہر ممکن طور پر شریک کرنے کے لئے ایک ایک کر کے پتے کھیلنے میں مصروف ہے۔ایٹمی ہتھیاروں کے تحفظ اور مشترکہ کنٹرول کے نام پر امریکہ دوسرے ممالک کے ایسے مراکز تک رسائی حاصل کرنا چاہتا ہے۔پاکستان کی دینی سیاسی جماعتوں کے قائدین بھی ایسے ہی خطرات کی نشاندہی کر رہے ہیں۔جمعیت علمائے اسلام پاکستان کے سربراہ مولانا فضل الرحمٰن کے خیال میں جنرل مشرف کی حکومت چونکہ آئینی اور اخلاقی تائید سے محروم ہے اس لئے وہ امریکی دباؤ کا مقابلہ کرنے کی سکت نہیں رکھتی ان کا کہنا ہے کہ فوجی حکومت امریکہ سے تعاون کی راہ پر چلی تو یہ اس کے گلے کا پھندا بن جائے گا لیکن اس کے ساتھ ساتھ امریکہ پاکستان کے اندر وہی پوزیشن حاصل کر لے گا جو کویت عراق تنازعے کی آڑ اس نے سعودی عرب میں حاصل کر لی امریکی حکمت عملی اور آئندہ اقدامات کے بارے میں

Marfat.com
Marfat.com

تجزیہ نگاروں کے خیال میں جنوبی ایشیا میں انارکی کے خطرات بڑھتے جا رہے ہیں پاکستان کی حکومت امریکہ سے تعاون کو حرف آخر قرار دیتی ہے تو اسے منظم دینی سیاسی جماعتوں کی شدید مزاحمت کے ساتھ ساتھ قبائلی علاقوں میں بغاوت کا سامنا بھی کرنا پڑیگا اس ضمن میں ایک رائے یہ بھی ہے کہ افغانستان پر امریکی حملے میں پاکستانی فوجی قیادت نے امریکہ کی معاونت کی تو پاکستان میں ایک بار پھر 80ء کی دہائی والی صورتحال پیدا ہو سکتی ہے ایسا ہوا تو اس بار بم دھماکوں اور دوسری وارداتوں میں پہلے کی نسبت شدت اس لئے ہوگی کہ طالبان کو پاکستان میں مقیم 50 لاکھ افغان مہاجرین میں سے کم و بیش 40 لاکھ افغان پشتونوں کی حمایت حاصل ہوگی۔

گیارہ ستمبر کے المناک واقعات کے بعد کی امریکی پالیسیوں کمزور ممالک کی جی حضوریوں اور یہودیوں زیر اثر ذرائع ابلاغ کے مسلم دشمن پروپگنڈے سے پیدا حالات کے باوجود مغرب میں بھی بعض اہل دانش اس سوال پر بحث کر رہے ہیں کہ کیا یہ ضروری ہے کہ گیارہ ستمبر کے سانحات کے ذمہ دار مسلم عسکریت پسند یا امریکہ کے بقول اسامہ بن لادن ہی ہوں اس ضمن میں برطانوی روزنامے گارڈین میں شائع ہونے والا مضمون خصوصی اہمیت کا حامل ہے۔" گارجین" کے مضمون نگار سی او ماس مائیلنے لکھتے ہیں:

"امریکیوں کو اس واقعہ کے تمام مضمرات کا جائزہ لینا چاہئے اور سوچنا چاہئے کہ اتنا بڑا حادثہ آخر کیوں ہوا؟ امریکیوں کو یہ امر نظر انداز نہیں کرنا چاہئے کہ ان کی حکومت دنیا میں کیا کرتی رہی ہے۔ وہ ساری حکومتوں کو ڈکٹیشن دیتی ہے سیاسی سطح پر بھی اور معاشی سطح پر بھی۔ اس نے دنیا کے ہر کونے میں اپنی فوجیں بٹھائی ہوئی ہیں۔ افغانستان، سوڈان، یوگوسلاویہ اور عراق کو اپنی فوجی طاقت کا نشانہ بنایا اور اس کے اپنے الفاظ میں مغربی کنارے اور غزہ کی پٹی پر اسرائیلی قبضے کو 34 سال سے نواز رہا ہے۔

مضمون نگار لکھتا ہے کہ یہ امریکی سی آئی اے اور برطانوی خفیہ ایجنسی ایم آئی 6 کی ملی بھگت ہے کہ انہوں نے مل کر اسامہ بن لادن کو روس کے خلاف استعمال کیا اور بعد میں جب وہ خود امریکہ کے خلاف ہو گیا تو اس کا بدلہ افغان عوام پر ناروا پابندیاں لگا کر لیا جا رہا ہے جو پابندیوں کے نتیجے میں بھوک سے مر رہے ہیں اس کے خیال میں دہشت

Marfat.com
Marfat.com

گردی کے ہر نیٹ ورک (جال) کو ختم کرنے کے بعد اس وقت تک دوسرا اس کی جگہ لیتا رہے گا جب تک ان غیر مساویانہ اور ظالمانہ پالیسیوں کو ختم نہیں کیا جاتا جو ایسے نیٹ ورکوں (جالوں) کو جنم دیتی ہیں لیکن امریکی قیادت فی الحال ان سوالات اور اس لیوں کا جواب ڈھونڈنا تو درکنار خود اس سوال کے بارے سوچنے کے لئے بھی تیار نہیں۔ اس تاریخی موقع پر اگر اس قیادت سے چھوٹی سی چوک ہوگئی تو تاریخ پر اور مستقبل پر اس کے گہرے اثرات مرتب ہوں گے"۔

مغرب کے اہل دانش کی اس صاف ستھری سوچ اور حالات کے دیانتدارانہ تجزیے کے قریب قریب خیالات مشرق بالخصوص پاکستان میں بھی پائے جاتے ہیں۔ لاہور سے شائع ہونے والے اردو کے معروف قومی روزنامے "جنگ" کے ایڈیٹر اور ممتاز دانشور ارشاد احمد حقانی روزنامہ جنگ میں شائع ہونے والے اپنے کالم "امریکہ کے آپشنز؟" ۔۔۔ میں لکھتے ہیں۔

"امریکی مالیاتی اور جنگی اداروں پر خوفناک ضربیں لگنے کے چند روز بعد بھی امریکہ (بلکہ مغرب) میں غصہ اور اشتعال ہے یہ بالکل واضح ہے۔ ان کے پاس استعمال کرنے کے لئے خوفناک اور تباہ کن طاقت ہے یہ بھی اظہر من الشمس ہے لیکن ابھی تک یہ طے نہیں ہو سکا ہے کہ کس کے خلاف طاقت کے استعمال کا جواز ہے اور طاقت کے اس استعمال کو کیا شکلیں اختیار کرنی چاہئیں نظر بہ ظاہر ایک بات طے شدہ معلوم ہوتی ہے کہ بن لادن، طالبان اور افغانستان کے خلاف کسی نہ کسی قسم کی کارروائی ہوگی لیکن اس کارروائی کی نوعیت اور وسعت کا تا حال تعین نہیں ہوا کسی قسم کے فضائی حملوں کے ذریعے متعین اہداف کو نشانہ بنانے سے لے کر کابل پر مکمل قبضے اور طالبان حکومت کو نیست و نابود کرنے کے آپشنز زیر غور ہیں بدقسمتی سے جب سے امریکہ دوسری جنگ عظیم کے بعد عالمی کھلاڑی بنا ہے اس کے اکثر بڑے بیرونی اور فوجی فیصلے وقت نے غلط ثابت کئے ہیں اس کی سب

Marfat.com
Marfat.com

سے بڑی فوجی مہم ویت نام میں تھی اور آج شاید ایک بھی امریکی دانشور اور مدبر ایسا موجود نہیں جو اسے ایک فاش غلطی تسلیم نہ کرے۔ چین کے خلاف امریکہ نے گذشتہ صدی کے پانچویں اور چھٹے عشرے میں جو حکمت عملی اپنائی وقت نے اسے غلط ثابت کر دیا اور جو گرہیں امریکیوں نے اپنے ناخنوں سے دی تھی انہیں کسنجر اور نکسن کو اپنے دانتوں سے کھولنا پڑا۔ 20ویں صدی ایران میں امریکی مہم جوئیوں کی ناکامی کی المناک داستان ہے اور امریکی اتنے کوتاہ اندیش تھے کہ خمینی کے انقلاب سے چند ماہ پہلے تک بھی وہ اپنے تصورات کے خول میں بند تھے اور انہیں کچھ اندازہ نہ تھا کہ ایران میں کیا ہونے جا رہا ہے۔ طویل المیعاد درست فیصلوں کے فقدان کی تاریخ رکھنے والا امریکہ اس وقت پھر ایک بڑے فیصلے کی دہلیز پر کھڑا ہے وہ جو فیصلے کرے گا وہ 11 ستمبر کے حملوں سے بھی بڑھ کر دنیا کے مستقبل پر اثر انداز ہوں گے۔ بطور خاص مغرب اور عالم اسلام کے تعلقات کا تعین کریں گے یہ درست ہے کہ اکثر مسلمان ممالک کے حکمران طبقے امریکہ کے ساتھ ہیں لیکن دنیا بھر کے مسلمان عوام کی سوچ اپنے حکمرانوں سے مختلف ہے اور یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ ان کے درمیان بعد المشرقین ہے۔ امریکہ اگر غلط فیصلے کرتا ہے تو وقتی طور پر وہ بالادست دکھائی دے سکتا ہے لیکن آخر کار نہ صرف وہ خود بلکہ اس کے مسلمان حکمران حلیف بھی مٹی چاٹنے پر مجبور ہو سکتے ہیں۔ افسوس کہ امریکہ پالیسی سازوں کے بازو جس قدر مضبوط ہیں بدقسمتی سے ان کے دماغ اتنے طاقتور اور دور بین نہیں ہیں اور میری دانست میں آج کی دنیا کے لئے سب سے بڑا خطرہ یہی چیز ہے۔ امریکہ یقیناً آج کے عالمی نظام کو بنانے اور بگاڑنے کی طاقت رکھتا ہے لیکن اس کا وزن بناؤ کے پلڑے میں پڑے گا یا بگاڑ کے، قطعیت سے کچھ نہیں کہا جا سکتا اگرچہ بدقسمتی سے ماضی قریب کی

Marfat.com
Marfat.com

تاریخ پر امیدی کی گنجائش بہت کم چھوڑتی ہے امریکی عوام اور بہت حد تک امریکی حکمران طبقوں کو ہرگز یہ احساس اور شعور ہی نہیں کہ عالمی منظر کا ان کا مطالعہ یکطرفہ ہے وہ اپنے آپ کو ہر معاملے میں حق بجانب اور اب مظوم سمجھتے ہیں۔ انہیں یہ قطعاً ادراک نہیں کہ دنیا میں ان کی حکمت عملیوں سے اختلاف کرنے والوں کا بھی ایک کیس ہے۔ حالیہ المیے کے بعد وہ یہی کہہ رہے ہیں کہ شر خیر پر حملہ آور ہوا ہے جہاں ایسی کوتاہ اندیشی ہو وہاں متوازن ردعمل کی توقع کیسے کی جاسکتی ہے۔ سوویت یونین کے انتشار نے جسے وہ Evil Empire کہتے تھے ان کے اس پندار نفس میں مزید اضافہ کیا ہے کہ وہ تاریخ انسانی میں بدی کی قوتوں کے سب سے بڑے مخالف اور نیکی کی قوتوں کے سب سے بڑے علمبردار ہیں جب تک امریکی مفکرین اور حکمران اس نفسیاتی ساخت سے نجات نہیں پاتے ان کے فیصلوں اور اعمال میں حقیقت پسندی اور توازن کا رنگ غالب نہیں آسکتا لیکن خوش قسمتی سے مغرب میں بھی ایسی آوازیں ابھر رہی ہیں جو امریکیوں کو ہوشمندی کی راہ لینے کا مشورہ دے رہی ہیں۔ پورے یورپ میں اس وقت ذمہ دار لوگ کہہ رہے ہیں کہ امریکہ کو جلد بازی میں کسی ردعمل کا فیصلہ نہیں کرنا چاہئے۔ جرمنی کے وزیر دفاع اور پیرس میں فرانس کے وزیر اعظم نے کھل کر امریکہ سے کہا ہے کہ مہم جوئی کا راستہ خطرناک مضمرات کا حامل ہو گا۔ ترکی میں جو ناٹو کا ممبر اور مغرب کا حلیف ہے سابق صدر سلیمان ڈیمرل نے بھی امریکہ کو متنبہ کیا ہے کہ وہ طاقت کا بلا تمیز استعمال کرنے سے باز رہے اور تو اور امریکہ کے سب سے بڑے یورپی حلیف برطانیہ میں بھی انتباہی آوازیں اٹھ رہی ہیں اور خیال کیا جاتا ہے کہ ٹونی بلیئر عملاً اس حد تک نہیں جاسکیں گے جس حد تک جانے کی باتیں ان کی حکومت زبان سے کر رہی ہے۔ افغانستان میں پانچ سال تک لڑنے والے ایک

Marfat.com
Marfat.com

ممتاز روسی جنگی ماہر نے بھی امریکیوں کو مشورہ دیا ہے کہ افغانستان کے خلاف کارروائی کا فیصلہ سوچ سمجھ کر کریں اس نے کہا ہے کہ امریکہ نے افغانستان پر مکمل قبضے کا پروگرام بنایا تو پھر ان کا اللہ ہی حافظ ہے۔ صرف چند دن گزرنے اور اشتعال کے عروج پر بھی مغرب میں متعدد ایسی آوازیں اٹھ رہی ہیں جو امریکہ سے کہہ رہی ہیں کہ پہلے یہ تعین کرو کہ تم جو کارروائی کرنا چاہتے ہو اس کے ٹھیک ٹھیک مقاصد کیا ہیں ایک روسی جنگی ماہر نے کہا ہے کہ جب میں افغانستان میں لڑ رہا تھا تو میں بار بار اپنے سینئرز اور اعلیٰ افسروں سے پوچھتا تھا کہ ہم افغانستان میں کون سا مقصد حاصل کرنے کے لئے آئے ہیں اور مجھے کوئی معقول جواب نہیں ملا تھا۔ امریکی دوسرے امکانات کے علاوہ افغانستان پر قبضہ کرنے کا جو ارادہ کر رہے ہیں اگر انہوں نے اس پر عمل کیا تو یہ ان کے لئے ویت نام سے بھی مہنگا سودا ثابت ہوگا۔ فوری نتائج کے لحاظ سے نہیں طویل المیعاد مضمرات کے حوالے سے۔ بلاشبہ وہ کابل پر قبضہ کر سکتے ہیں اس کی اینٹ سے اینٹ بجا سکتے ہیں شاید پوری اعلیٰ طالبان قیادت کو تہہ تیغ کر سکتے ہیں لیکن یہ عارضی فتح ہوگی اور اس کی کوکھ سے امریکہ کی ایسی شکست جنم لے گی جو ویت نام میں اس کی شکست اور افغانستان میں روسیوں کی شکست سے زیادہ ہولناک نتائج کی حامل ہوگی اس لئے وقت ہے امریکی قیادت ماضی کے مقابلے پر تدبر کی بہتر صلاحیتوں کا مظاہرہ کرے۔ کسی کو دنیا کے مسلمان ممالک کے حکمرانوں کے موجودہ رویئے سے کسی غلط فہمی کا شکار نہیں ہونا چاہئے۔ عالم اسلام کی زیریں لہریں سخت امریکہ مخالف ہیں۔ غصے اور انتقام کے جذبات امریکہ کی طرح وہاں بھی عروج پر ہیں۔ عرب دنیا میں امریکہ کا سب سے بڑا حلیف سعودی عرب سمجھا جاتا ہے لیکن سعودی عرب نے اپنے چیف آف سٹاف جنرل صالح کا طے شدہ دورہ

Marfat.com
Marfat.com

واشنگٹن منسوخ کر دیا ہے اس پہلے مئی میں سعودی ولی عہد شہزادہ عبداللہ امریکہ کا دورہ کرنے کی دعوت مسترد کر چکے ہیں۔ پچھلے ہی دنوں سعودی وزیر خارجہ شہزادہ سعود الفیصل نے کہا ہے کہ عرب دنیا کا پیمانہ صبر لبریز ہو رہا ہے۔ سعودی روزنامے "الجزائر" اور ریاض سے شائع ہونے والے روزنامے "الریاض" اور سعودی اخبا "المدینہ" کے حالیہ تبصروں اور اداریوں میں امریکی پالیسی کے خلاف شدید جذبات کا اظہار ہو رہا ہے۔ جب سعودی عرب میں یہ حال ہے تو لیبیا، عراق، شام، اردن اور دوسرے عرب ممالک کی جامعات اور سڑکوں اور پریس کی حالت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ مغرب اور اسلام کے درمیان محاذ آرائی کا ایک نیا دور شروع ہونے کا حقیقی اندیشہ پیدا ہو گیا ہے۔ ہاں یہ رک سکتا ہے اگر امریکہ اپنے اصل تہذیبی تصورات اور محرکات کی طرف واپس چلا جائے لیکن افسوس کہ موجودہ امریکی قیادت اس پائے (Calibre) کی نہیں ہے کہ وہ اتنا بڑا اصلاحی فکری اور عملی انقلاب لا سکے۔ امریکہ اپنی غلط ترجیحات اور اپنے کج ورلڈ ویو میں اس قدر آگے جا چکا ہے کہ شاید واپسی اس Mediocre قیادت کے بس کی بات نہیں۔ آج حکمران امریکی طبقے میں تو نکسن کے پائے کا مدبر بھی موجود نہیں چہ جائیکہ کوئی ابراہم لنکن یا جارج واشنگٹن وہاں موجود ہو اور یہی دنیا کا بہت بڑا المیہ ہے لیکن ہم انگریزی محاورے کے مطابق امید کے خلاف امید کرتے ہوئے کہیں گے کہ شاید اپنا ردعمل متعین کرتے ہوئے امریکہ بالغ نظری اور دور اندیشی کا مظاہرہ کر سکے۔ کاش ایسا ہو جائے!"

جناب ارشاد احمد حقانی کا صورتحال اور امریکی جنون کے حوالے سے تجزیہ بعد از وقت نہیں بلکہ یہ صحیح وقت پر ایسے موقف کا بے لاگ اظہار ہے جس میں اندھی جذباتیت اور امریکہ کو مار دو کی سنسنی خیز سیاست کو ہوا دینے کی بجائے مدبرانہ انداز میں طریقن کو نفع نقصان سمجھانے کی

Marfat.com
Marfat.com

کوشش کی گئی ہے اس ضمن میں برطانوی اخبار "گارڈین" کی ایک حالیہ اشاعت میں "امریکیوں کے لئے ایک سبق" کے عنوان سے لکھے گئے مارٹن دولا کاٹ کے مضمون میں بھی صورتحال پر دو ٹوک انداز میں بحث کی گئی ہے مارٹن دولا کاٹ لکھتے ہیں۔

"ہم اسی دنیا میں رہ رہے ہیں جہاں زندگی متحرک ہے واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں بعض واقعات کو ہم بہترین وجوہات کا باعث قرار دیتے ہیں اور برے واقعات کو بدترین وجوہات کا سبب گردانتے ہیں امریکہ میں رونما ہونے والے بدامنی کے واقعات بھی اپنے پس منظر میں یقیناً کچھ اسباب اور وجوہات رکھتے ہیں۔ ورلڈ ٹریڈ سنٹر، پینٹا گون اور امریکہ کی دوسری تنصیبات پر حملوں سے یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ دنیا کے کسی بھی حصے میں بدامنی کے امکانات کو مسترد نہیں کیا جا سکتا نیویارک کے پولیس کمشنر نے علاقے کو "وارزون" قرار دیا ہے دوسرے بہت سے لوگوں نے بھی اس کی تائید کی ہے حقیقت یہ ہے کہ امریکی تنصیبات پر ان حملوں میں اتنے ہی لوگ مر گئے اور مالی نقصان ہوا جتنا نقصان ممالک کے درمیان جنگوں میں ہوتا ہے اور جو کارروائیاں کی گئی وہ بھی کسی منظم فوج کی جنگی منصوبہ بندی کی طرح تھیں۔ امریکہ سمیت متعدد ممالک میں ایسے سنگین واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں آج ایسے گروپ پیدا ہو چکے ہیں جو خود کو امریکہ کے ساتھ حالت جنگ میں تصور کرتے ہیں یہ سچ ہے کہ امریکہ مخالف ان گروپوں کی تعداد بہت محدود ہے اس میں شامل ملزموں کی فہرست مختصر ہے دنیا میں ایسے لوگ بہت کم ہیں جو امریکیوں کو مرنے مارنے پر تلے ہوئے ہیں لیکن امریکہ مخالف گروپوں کا طریقہ واردات بہت خطرناک ہے وہ خود اپنی جانیں بھی قربان کرتے ہیں اور ان گروپوں میں ایسے لوگوں کو شامل کیا جاتا ہے جو اپنے مشن میں مخلص ہوتے ہیں انہیں طویل تربیت دی جاتی ہے اور بعد میں جدید اور تباہ کن ہتھیاروں سے لیس کیا جاتا ہے انہیں ایسی ریاستوں میں تربیت دی جاتی ہے جہاں کے حکمران دہشت گردوں کی سرکوبی کے اہل نہیں ہوتے یا سیاسی مصلحتوں کا شکار ہو کر چپ رہتے ہیں شمالی امریکہ اور یورپ میں ان کی تنظیمیں کام کر رہی ہیں مگر وہاں انہیں کبھی روکا گیا نہ انہیں کھنگالنے کی کوشش کی گئی یہی وجہ ہے کہ امریکہ کو اس قسم کے بدترین نتائج بھگتنے پڑے دہشت گردی کے واقعات دنیا کے ہر ملک میں رونما ہوتے ہیں مگر وہ چھوٹے پیمانے پر ہوتے رہے

Marfat.com
Marfat.com

امریکہ میں پیش آنے والے واقعات اپنی نوعیت اور وسعت کے لحاظ سے سب سے خوفناک اور منفرد تھے امریکہ اپنے حلیف ممالک کی مدد سے بہت کچھ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے اس نے بیرونی خطرات سے نمٹنے کا خصوصی نظام بھی قائم کر رکھا ہے لیکن حالیہ واقعات سے امریکہ کی ساری تیاریاں دھری رہ گئیں امریکہ کے پاس جدید دفاعی نظام ہے بین البراعظمی میزائلوں کے علاوہ وہ خلاء سے بھی کرہ ارض کے کسی بھی حصے کو اپنے ہتھیاروں سے نشانہ بنا سکتا ہے مگر اس کے یہ تباہ کن ہتھیار دہشت گردوں کو ختم نہیں کر سکے۔ اسامہ بن لادن جو کہ امریکہ کے حالیہ واقعات کا سب سے اہم ملزم خیال کیا جاتا ہے ابھی تک امریکہ کی دسترس سے باہر ہے مشرق افریقہ میں امریکی سفارتخانوں میں بم دھماکے کرانے کا بھی لادن پر الزام ہے مگر امریکہ اپنے میزائل نظام، جوہری ہتھیاروں اور فوجی طاقت کے باوجود اسامہ کا اب تک بال بیکا نہیں کر سکا امریکہ نے حکومتوں کی سطح پر دہشت گردی پر قابو پانے کے لئے دنیا کے بیشتر ممالک میں بڑا کام کیا ہے دھونس دھمکی اور لالچ میں بیشتر ممالک نے دہشت گردی ختم کرنے کے لئے امریکہ کا ساتھ دینے کا وعدہ کیا ہے لیکن چھوٹے چھوٹے گروپ جو امریکی پالیسیوں کے مخالف ہیں وہ ان حکومتوں یا امریکہ کے قابو میں نہیں آتے اسرائیل اور فلسطین کے مابین تنازعہ اور اس میں امریکی کردار کے حوالے سے مسلمانوں میں شدید ردعمل پایا جاتا ہے۔ مسلمانوں خصوصاً عرب ممالک میں عسکریت پسند گروپ امریکہ کے خلاف اپنی کارروائیوں کو نہ صرف جائز قرار دیتے ہیں بلکہ وہ عام لوگوں کی ہمدردیاں بھی حاصل کر رہے ہیں جس کی بنیادی وجہ خود امریکہ کی پالیساں ہیں تحریک آزادی فلسطین کے رہنما یاسر عرفات نے امریکہ کے حالیہ واقعات کے بعد اپنے ایک انٹرویو میں واضح کیا کہ ان واقعات میں فلسطین کا کوئی گروپ ملوث نہیں ہے تاہم یاسر عرفات نے کہا کہ امریکہ کے خلاف اس قسم کا ردعمل اس کی اپنی جانبدارانہ پالیسیوں کا نتیجہ ہے انہوں نے کہا کہ مشرق وسطیٰ کے حوالے سے امریکہ کو حقیقت پسندانہ اور غیر جانبدارانہ موقف اپنانا چاہئے۔ مسلمان عمومی طور پر امریکہ کو اسرائیل کا طرفدار سمجھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ امریکی پالیسیوں کے ردعمل میں اسامہ بن لادن جیسے لوگ پیدا ہوتے ہیں۔ اور ورلڈ ٹریڈ سنٹر کی تباہی جیسے واقعات بھی رونما ہوتے ہیں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اسرائیل اور فلسطین کے درمیان تنازعہ کے مستقل حل اور فلسطینیوں کی ایک آزاد

Marfat.com
Marfat.com

وخودمختار ریاست کی تشکیل کے بعد دہشت گردی کے واقعات ختم ہو جائیں گے۔اس کا سادہ سا جواب یہ ہے کہ ایسا ممکن نہیں تاہم دہشت گردی کے ایسے خوفناک واقعات سے بچنے کے لئے مسئلہ فلسطین کا حل جیسے اقدامات ضروری ہیں اس بات کا بھی امکان نہیں کہ حالیہ واقعات کے بعد مشرق وسطیٰ کے بارے میں امریکی پالیسی یکسر تبدیل ہو جائے گی اگر ایسا ہوا تو لوگ یہ سمجھیں گے کہ امریکہ کو بلیک میل کیا گیا ہے۔ بریڈفورڈ یونیورسٹی کے پروفیسر پال راجرز کا کہنا ہے کہ دہشت گردی کی وجوہات میں غیر منصفانہ پالیسی، حقوق کی پامالی کے علاوہ غریب اور امیر میں وسیع تفاوت شامل ہیں وسائل پر چند افراد کے تسلط سے غریبوں میں انتقام اور حسد کے جذبات پیدا ہوتے ہیں جو دہشت گردی پر منتج ہوتے ہیں۔ترقی پذیر ممالک میں غیر مستحکم حکومتیں بھی دہشت گردی کے فروغ کا سبب ہیں۔ جہاں مراعات یافتہ اور محروم طبقات میں کشمکش سے ایک گروپ جنم لیتا ہے جو اسلحہ کی نوک پر حقوق حاصل کرنا چاہتا ہے جس سے امن تہہ و بالا ہوتا ہے امریکہ اور روس کی کشمکش نے افغانستان کا مسئلہ پیدا کر دیا۔روس نے افغانستان میں فوجی مداخلت کی پاکستان اور امریکہ نے اس کی مزاحمت کی برطانیہ اور دوسرے ممالک نے بھی مصلحتوں کے تحت ان کا ساتھ دیا۔ یہاں سے طالبان وجود میں آگئے اور اسامہ بن لادن پیدا ہوا۔ ریاستوں کے درمیان کشمکش نے سیاسی مصلحتوں کے تحت ایسے گروپوں کو جنم دیا جنہیں مقدس جنگ پر مذہبی جذبات پر انگیختہ کر کے اکسایا گیا۔ اتحادی ممالک نے روس کی شکست کی صورت میں اپنے مقاصد تو حاصل کر لئے لیکن ان ممالک نے پیچھے مڑ کر افغانستان کا حال نہیں پوچھا۔ تنگدستی، بھوک اور قحط کے مارے افغان اپنی بقاء کے لئے باہم دست و گریبان ہو گئے اور بعد ازاں ان پر تسلط کے لئے دینی رجحانات کے حامل گروپ نے جنم لیا افغانوں کو استعمال کر کے پھر انہیں نظر انداز کرنے کی پالیسی نے ان میں امریکہ کے خلاف اشتعال کو ابھارا اور یہ اشتعال ایک فطری اور قدرتی ردعمل ہے۔ دہشت گرد عناصر کے وجود میں آنے کی وجوہات کیا تھیں اور انہیں کس نے ہتھیار اٹھانے پر مجبور کیا یہ الگ بات ہے آج پوری دنیا دہشت گردی کے مسئلے سے دوچار ہے اس مسئلے کے حل کے لئے اقوام عالم کو مل بیٹھ کر صلاح مشورہ کرنا چاہئے اور مشترکہ حکمت عملی اختیار کرنی چاہئے۔دہشت گردی کا یہ مسئلہ طاقت استعمال کرنے سے حل نہیں ہوگا۔

Marfat.com
Marfat.com

مارٹن دولاکاٹ کے مضمون کی ایک ایک سطر حالیہ واقعات سے قبل کی صورتحال امریکی طرز عمل اور دوسرے معاملات کی طرف متوجہ کرتی ہے۔ بدقسمتی یہ ہے کہ امریکہ کی قیادت صرف ناک کی سیدھ میں دیکھ رہی ہے دائیں بائیں یا ماضی میں دیکھنے کی اہمیت سے انکار کی روش کو اپنائے وہ یہ سمجھ رہی ہے کہ یہی موقعہ ہے کہ وہ دنیا پر اپنی ہیبت طاری کرنے کیلئے ہتھیاروں کا بھرپور استعمال کرے تاکہ آنے والے عشروں کے دوران دنیا کے کسی خطے میں اس کے مفادات متاثر نہ ہوں امریکی حکام کی اس غیر منصفانہ سوچ کی بدولت اس وقت پوری دنیا عجیب صورتحال سے دوچار ہے۔ جنوبی ایشیاء اس صورتحال سے اس لئے زیادہ متاثر دکھائی دیتا ہے کہ امریکہ کے مقرر کردہ اہداف طالبان اور اسامہ اسی خطے میں ہیں اس پر ستم یہ کہ امریکہ کا تازہ اتحادی بھارت اپنے جرائم اور خطے میں دہشت گردی کے بڑھاوے کی اپنی پالیسیوں کی پردہ پوشی کے لئے حقائق کو مسخ کر کے پروپگنڈے کا طوفان اٹھانے میں مصروف ہے۔ بھارت کی حکومت کے تقریباً تمام اہم ذمہ داراس امر کے لئے کوشاں ہیں کہ امریکہ نیویارک اور واشنگٹن کے حالیہ واقعات کا ماسٹر مائنڈ تو اسامہ کو سمجھے ہی لیکن تکنیکی اور دوسرے وسائل کی فراہمی کا ملبہ پاکستان پر ڈال کر اسے بھی اپنے اہداف میں شامل کر لے۔

Marfat.com
Marfat.com

پاکستان کہاں کھڑا ہے؟

یہ امر واقعہ ہے پاکستان اس وقت نازک ترین صورتحال سے دوچار ہے ورلڈ ٹریڈ سنٹر اور پینٹا گون پر خودکش حملوں کے بعد امریکہ نے دہشت گردوں کی سرکوبی کے نام پر اسامہ بن لادن اور طالبان کو اپنا ہدف ٹھہراتے ہوئے پاکستان کی فوجی حکومت سے مدد کی درخواست کی اپنی کارروائیوں کے ضمن میں امریکی کس قسم کی مدد چاہتے ہیں اس بارے اطلاعات کا بازار گیارہ ستمبر سے ہی گرم ہے غالب اکثریت کا خیال یہی ہے کہ امریکی قیادت پاکستان سے بھرپور اعانت کی طلبگار ہے اس بھرپور اعانت کا مطلب یہی ہے کہ پاکستان پشاور اور کوئٹہ کے ایئر بیس (ہوائی اڈے) امریکی فضائیہ کو استعمال کرنے کی اجازت دینے کے علاوہ زمینی طور پر بھی اس کے کمانڈوز کی رہنمائی کرے۔ امریکیوں کی جانب سے مدد کے معاملے میں جنرل پرویز مشرف خود بھی وضاحت کے ساتھ یہ کہہ چکے ہیں کہ امریکہ نے لاجسٹک اور فضائی حدود کے استعمال کی اجازت مانگی ہے اور انٹیلی جنس نیٹ ورک میں تعاون کیلئے بھی کہا ہے لیکن ہم فیصلہ ملک اور قوم کے مفاد میں کریں گے۔ 19 ستمبر کی شام ریڈیو اور ٹی وی پر قوم سے خطاب کرتے ہوئے جنرل پرویز مشرف ملک اور قوم کے مفاد میں اپنا یہ فیصلہ بتا چکے امریکہ سے تعاون کے راستے پر گامزن جنرل مشرف کی حکومت کا خیال ہے کہ طالبان سے تعاون کا مطالبہ کرنے والے پندرہ فیصد انتہا پسند ہیں اور وہ ملک وقوم کو تباہ کرنا چاہتے ہیں ان کے خیال میں جوش کی بجائے ہوش سے کام لینے کی ضرورت ہے اور غالباً امریکہ سے تعاون کا فیصلہ "ہوش" سے ہی کیا گیا ایک ایسے وقت میں جب چین، روس، جرمنی اور فرانس فوجی کاروائیوں کے حوالے سے تحفظات ظاہر کرتے ہوئے یہ کہہ رہے ہیں دہشت گردی کیخلاف جنگ میں خطرے کا سامنا کریں گے لیکن کسی مہم جوئی میں حصہ نہیں لیں گے۔ جنرل مشرف امریکہ کی مہم جوئی میں حصہ ڈالنے پر تیار بیٹھے ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ اس طرح کا فیصلہ کرتے وقت خطے میں اپنے دو با اعتماد دوستوں چین اور ایران سے بھی مشاورت کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی غالباً جنرل پرویز مشرف کے نزدیک امریکہ سے تعاون کا فیصلہ بھی قومی تعمیر نو بیورو کے تیار کردہ پروگرام کی طرح کا ایک پروگرام ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

یاد رکھنے والی بات یہ ہے کہ امریکہ سے تعاون اور مہم جوئی میں حصہ ڈالنے کے فیصلے پر عمل کی صورت میں مذہبی سیاسی جماعتوں کو ان عسکریت پسند تنظیموں کی بھرپور حمایت حاصل ہوئی جنہیں چھاپہ مار کارروائیوں کا وسیع تجربہ ہے۔ جنرل مشرف اور ان رفقاء اس حقیقت کو بھی نظر انداز کر گئے کہ پاکستان کی 54 سالہ تاریخ میں اس بدنصیب ملک کے تہی دست لوگوں کو جن سانحات سے دوچار ہونا پڑا وہ سب فوجی قیادتوں کی پالیسیوں کی بدولت رونما ہوئے جنرل ایوب اور جنرل یحییٰ کی پالیسیوں نے پاکستان کو دولخت کر دیا۔ جنرل ضیاء الحق کے دور میں پاکستان کو امریکہ کے لئے بھاڑے کا سپاہی بنا دیا گیا ان کے دور حکومت میں ہی بھارت سیاچن پر قابض ہوا جنرل ضیاء الحق کے دور میں ہی جہادی تنظیموں کی تخلیق ہوئی اور فرقہ وارانہ بنیادوں پر سیاست کرنے والوں کی حکومتی سطح پر حوصلہ افزائی کی گئی اب پاکستان کی چوتھی فوجی حکومت امریکی مہم جوئی میں حصہ ڈالنے کے راستے پر چلتی ہے تو اسے یہ امر مدنظر رکھنا ہوگا کہ مزاحمت کا فیصلہ کر چکنے والی دینی سیاسی جماعتوں کے پاس طاقت کے مظاہرے کے لئے بہت کچھ ہے جوابی طاقت کا مظاہرہ ہوا تو بدترین خانہ جنگی کی بنیاد پڑ سکتی ہے۔ نازک ترین صورتحال سے دوچار پاکستان کے پاس متبادل راستہ ہے ہی نہیں یا جرأت مندانہ فیصلہ کرنے کا فقدان ہے؟ جنرل پرویز مشرف کے خیال میں جسے جرأت مندانہ فیصلہ کہا جا رہا ہے وہ پاکستان کی بربادی کا یک نکاتی ایجنڈا ہے اقوام عالم سے ملکر افغانستان کو بچایا جا سکتا ہے جبکہ غلط فیصلوں کے بدترین نتائج ہوں گے۔ حالانکہ فوجی حکومت نے جو راستہ اپنانے کا فیصلہ کیا ہے اس راستے پر چلنے کی صورت میں بھی بدترین نتائج ہی مقدر ہوں گے امریکہ یا طالبان میں سے کسی ایک کا ساتھ دینے کی بجائے چین اور ایران کے تعاون سے خطے میں نیا اتحاد بنا کر دوٹوک انداز میں امریکی حکام پر واضح کیا جا سکتا تھا کہ اپنے موقف میں ٹھوس ثبوت پیش کرے یہ اس لئے بھی ضروری تھا کہ پاکستان کی فوجی جنتا سے زیادہ اس حقیقت سے کون واقف ہے کہ طالبان یا اسامہ اتنی بڑی کارروائیوں کی اہلیت نہیں رکھتے۔ امریکی قیادت سے یہ بھی دریافت کیا جا سکتا تھا کہ طالبان کی قیادت سے براہ راست مذاکرات سے انکار کی ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کیوں کیا جا رہا ہے۔ یہ بجا ہے کہ گیارہ ستمبر کے واقعات کے بعد بھارت امریکہ کے لئے ہر سہولت فراہم کرنے پر آمادگی ظاہر کرتے ہوئے اس امر کی بھی خواہش

Marfat.com
Marfat.com

ظاہر کر رہا تھا کہ امریکہ اسامہ بن لادن اور طالبان کی طرح مقبوضہ کشمیر میں سرگرم عمل عسکری تنظیموں کو بھی دہشت گرد قرار دے، لیکن بھارتی پروپگنڈے جواب میں امریکہ کے سامنے سپر ڈالنے سے کہیں بہتر تو یہ ہوتا کہ جنرل مشرف اپنے میڈیا مینجروں سے یہ دریافت کرتے کہ پاکستانی ریڈیو اور ٹی وی بھارت کے پروپگنڈے کا زور توڑنے اور جواب دینے کی بجائے نور جہاں کے گیتوں کی لوریاں سنانے میں کیوں مصروف ہیں۔ اس طرح یہ رائے بھی صائب ہے کہ قوم کو پوری طرح اعتماد میں لیا جانا چاہئے تھا عوام اس بات کا حق رکھتے ہیں کہ انہیں بتایا جائے کہ آئی ایس آئی کے سربراہ نے دورہ امریکہ کے دوران کیا یقین دہانیاں کرائیں۔ انہیں امریکیوں نے کہا کیا اور پھر طالبان سے کیا مذاکرات ہوئے۔ ظاہر ہے کہ شدید مسائل میں مبتلا طالبان قیادت عقل سے پیدل تو نہیں کہ وہ محض مہمان نوازی کے جذبہ پر افغانستان کو ایک اور بربادی کی طرف دھکیل دے۔ طالبان کے سربراہ ملا عمر کا یہ موقف درست اور قابل قبول ہے کہ کسی ثبوت کے بغیر اسامہ بن لادن کو امریکہ کے حوالے نہیں کریں گے عالمی سطح پر مذاکرات پر طالبان کی طرف سے آمادگی بھی بجا طور پر صحیح فیصلہ ہے۔

جنرل مشرف کے اگر اس موقف کو تسلیم کر لیا جائے کہ پندرہ فیصد انتہا پسند جذباتی فیصلہ کرانا چاہتے ہیں جو صریحاً تباہی کو دعوت دینے کا موجب ہوگا تو یہ سوال بھی اہم ہے کہ صرف فوجی قیادت کو یہ حق کیونکر حاصل ہے کہ وہ امریکہ سے تعاون کا فیصلہ کرے اور اس فیصلے کے صائب ہونے پر اصرار بھی؟ پہلے پاکستان کی سلامتی اور پھر کچھ اور کو اپنی اولین ترجیح قرار دینے والی فوجی قیادت اس صورت میں قومی سلامتی نیوکلیئر اور میزائل جیسے سٹریٹجک اثاثوں کی حفاظت اس صوت کیونکر کر پائے گی جب امریکہ افغانستان میں ایڈونچر کے لئے ہماری سرحدوں کے اندر موجود ہو گا۔ اس ضمن میں ایک اہم سوال یہ ہے کہ پاکستان پچھلے 22 برسوں سے افغانستان میں دوست اور دشمن بنانے کے جن تجربوں میں مصروف ہے موجودہ فوجی قیادت ان تجربوں سے سبق سیکھنے کی زحمت کیوں نہیں کرتی امریکی ایڈونچر میں شرکت کا فیصلہ کرتے وقت پاکستانی حدود میں مقیم 50 لاکھ افغان مہاجرین کو کیوں فراموش کر دیا جاتا ہے پھر امریکہ تو ابھی صدر بش کے بقول "اپنا کیس دنیا کے سامنے پیش کرنے کے لئے ثبوت اکٹھے کر رہا ہے" صدر بش کے اس اقرار پر کہ ابھی

Marfat.com
Marfat.com

ثبوت اکٹھے کئے جارہے ہیں کوئی بھی عام فہم شخص یہ سوچ سکتا ہے کہ جب امریکہ کے پاس فی الوقت ٹھوس ثبوت ہی موجود نہیں تو پھر اس ساری منصوبہ بندی اور طوفان بدتمیزی برپا کرنے کا مقصد کیا ہے۔امریکی اگر ابھی تحقیقات کے مرحلہ میں ہیں تو پھر انہوں نے اہداف مقرر کرنے اور عالمی برادری کا جذباتی گھیراؤ کرنے کی روش کیوں اپنا رکھی کہیں اس جلد بازی اور ایڈونچر کا مقصد یہ تو نہیں کہ حقائق کو مسخ کر کے اقوام عالم کو من پسند راہ پر دھکیلا جائے اس خیال کی تصدیق حال ہی میں شائع ہونے والی جناب انور حسین حقی اس تحریر سے ہوتی ہے۔"امریکہ کی دہشت گرد عیسائی تنظیمیں بے نقاب" کے عنوان سے شائع ہونے والے مضمون میں وہ لکھتے ہیں۔

امریکہ میں رونما ہونے والے واقعات کے بعد امریکہ اور دیگر تمام مغربی ممالک مسلمانوں کو ان واقعات کا ذمہ دار ٹھہرا رہے ہیں۔ویت نام میں 33لاکھ حریت پسندوں کا خون کرنے والا، ناگاساکی اور ہیروشیما پر ایٹم بم گرا کر ہنستی بستی دنیا اجاڑنے اور 30لاکھ کے قریب بے گناہ شہریوں کو تابکاری میں بھسم کرنے والا امریکہ افغانستان میں مسلمانوں کے جذبہ جہاد سے خوف کھانے لگا ہے۔امریکی حکومت نیویارک اور واشنگٹن پر حملوں کے بعد تحقیقات مکمل ہونے کا انتظار کئے بغیر ہی اسلامی قوتوں اور اسامہ بن لادن کے خلاف کارروائی کا ارادہ اور اعلان کر چکی ہے۔امریکی اور مغربی ممالک تمام تر دہشت گردی کی ذمہ داری مسلمانوں کی مختلف تنظیموں اور حریت پسندوں پر ڈالتے ہوئے ان کے خلاف کارروائی پر بضد ہیں۔امریکہ کے تمام تحقیقاتی اور خفیہ عمل ہے۔یہ تنظیم حکومت، اسلحہ پر پابندی اور اقوام متحدہ کو امریکی عوام کے مفادات کے خلاف سمجھتی ہے۔اور وقتاً فوقتاً دہشت گردی کی کارروائیاں کرتی رہی ہے۔

-2 BLUE RIDGBHUNT CLUB

یہ امریکی تنظیم لوگوں کو حکومت کے خلاف بغاوت کے لئے تیار کرتی ہے۔امریکہ کی تمام ریاستوں اور امریکہ کے پڑوسی ممالک میں اس تنظیم کی شاخیں اور دفاتر قائم ہیں۔

-3 FLORIDA STATE MILITIA

یہ تنظیم متعدد خوفناک منصوبوں پر عملدرآمد کر چکی ہے۔اس تنظیم سے وابستہ افراد، جرائم تشدد اور خون خرابے کو امریکی حکومت کی پالیسیاں سمجھتے ہیں اور خانہ جنگی سے امریکی حکومت کو ختم

Marfat.com
Marfat.com

کرنا چاہتے ہیں۔

4- CITIZEN GOVT

یہ گروپ 4BS یعنی بائبل، بندوق BEANS اور BANDAGES کے ذریعے امریکی حکومت کے امریکی عیسائیوں پر حملہ کا دفاع کرنا چاہتا ہے اور اسلحہ کا ذخیرہ کرنے میں مصروف ہے۔

5- TEXES CONSTITUTIONAL MILITIA

یہ امریکی گروپ حکومتی اہلکاروں کی بدعنوانیوں سے تنگ آ کر بغاوت (خانہ جنگی) میں مصروف ہے۔

6- GUARUDIANS OF AMERICAN LIBERTIES

یہ گروپ بھی امریکہ میں دہشت گردی کی کارروائیاں جاری رکھے ہوئے ہیں۔ ماضی میں امریکی شہری اور وہاں مقیم مختلف قومیتوں کے افراد اس تنظیم کی طرف سے کی جانے والی کارروائیوں کا شکار ہو چکے ہیں۔

7- AMERICAN JUSTICE FEDERATION

امریکہ میں قائم اس گروپ کی سربراہ ایک خاتون وکیل ہے۔ یہ تنظیم ورلڈ آرڈر کے خلاف سرگرم عمل ہے۔ یہ تنظیم اپنے ذاتی ریڈیو سے حکومت اور نیو ورلڈ آرڈر کے خلاف پروگرام نشر کرتی رہی ہے۔

8- POLICE AGAINST THE NEW WORLD ORDER

اس تنظیم کی سربراہی ایک سابقہ پولیس آفیسر کر رہا ہے۔ یہ گروہ بھی ذاتی ریڈیو سروس کے حکومت اور امریکی نیو ورلڈ آرڈر کے خلاف پروگرام جاری کرتا ہے۔

مذکورہ بالا تنظیموں کے خلاف کبھی بھی امریکہ میں اس طرح کی بڑے پیمانے پر کارروائی نہیں ہوئی جس طرح اسامہ بن لادن، ایمل کانسی، یوسف رمزی، صادق ہویدا اور عبدالرحمٰن مصری کے خلاف کی گئی ہے۔ امریکہ اور دیگر یورپی ممالک نے اسلامی دنیا میں نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو متنازعہ بنانے، اسوۂ حسنہ کی پیروی اور جہاد فی سبیل اللہ سے روگردانی

Marfat.com
Marfat.com

کی مہم شروع کر کے اسلامی بنیاد پرستی، اسلامی جنون پسندی، اسلامی دہشت گردی اور اسلامی انتہا پسندی کی اصطلاحوں کو عام کیا اور مسلمانوں کے لئے کائنات کی محترم ترین اور معظم ترین ہستی حضرت محمد صلیٰ اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کے مرتکب ملعون رشدی اور بدطینت تسلیمہ نسرین کی سرپرستی میں مصروف ہے

26 فروری 1993ء کو ورلڈ ٹریڈ سینٹر میں ہونے والے دھماکے میں "بڑے ملزم" کے طور پر ممتاز اسلامی اسکالر شیخ ڈاکٹر عمر عبدالرحمٰن المصری کو جیل میں ڈالا ہوا ہے۔ ڈاکٹر عبدالرحمٰن مصری نہ صرف عمر رسیدہ بزرگ ہیں بلکہ نابینا بھی ہیں۔

2 جنوری 1995ء کو اسرائیل کے ہاتھوں فلسطین کے مقبوضہ علاقے میں کسی فلسطینی گروپ نے دھماکے کروائے جن میں 9 کے قریب اسرائیلی فوجی ہلاک ہوئے تھے۔ اس دھماکے کو جواز بنائے ہوئے اس وقت کے امریکی صدر بل کلنٹن نے امریکہ میں مسلمانون کی ایک درجن سے زائد تنظیموں پر امریکہ میں چندہ جمع کرنے اور مشرق وسطیٰ کے ممالک امداد بھجوانے پر پابندی عائد کر دی تھی۔ مسلمانوں پر الزام تراشی مغربی ممالک کا روزمرہ کا معمول بن چکا ہے۔ کینیا کے دارالحکومت نیروبی تنزانیہ کے شہر دارالسلام میں امریکی سفارت خانوں پر حملے کا الزام بھی القاعدہ پر عائد کیا گیا۔ 1993ء میں امریکی ہیلی کاپٹر مار گرانے، صومالیہ میں امریکیوں کی ہلاکت، 1992ء میں عدن (یمن) میں امریکی فوجیوں پر تین حملوں میں بم پھینکے، 1994ء کے آخر میں "پوپ" کے منیلا کے دورے کے دوران دہشت گردی کے آپریشن میں پوپ کے قتل کے منصوبے کے الزام، اکتوبر 2000ء میں امریکی بحری جہاز سے کشتی ٹکرانے اور سعودی عرب میں بم دھماکوں کے الزامات عرب عسکری حریت پسند اسامہ بن لادن اور اس کی تنظیم القاعدہ پر عائد کئے گئے ہیں۔ ورلڈ ٹریڈ سینٹر اور پینٹا گون پر خودکش حملوں میں جن ہائی جیکروں کا نام لیا جا رہا ہے وہ بھی تمام کے تمام مسلمان ہی ہیں۔ سی این این کی رپورٹ کے مطابق امریکین ایئر لائز کی پرواز جس نے ورلڈ ٹریڈ سینٹر کے شمالی ٹاور میں تباہی پھیلائی میں سوار افراد (ہائی جیکروں) میں ولید الشہری، ویل الشہری، آقا محمد عطا، عبدالصمیری، ستم ساگامی۔ جبکہ ورلڈ ٹریڈ سینٹر کے جنوبی

Marfat.com
Marfat.com

ٹاور سے ٹکرانے والی یونائیٹڈ ایئر لائنز کی پرواز ۱۷۵ میں سوار مروان الشہی، فیض احمد، محمد الشہری، حمزہ القامدی، احمد القامدی اور پینٹا گون کی عمارت پر گرنے والی امریکن ایئر لائنز کی پرواز ۷۷ میں سوار خالد المہدار، مجیب قصید، نوافل الحزی، سلیم الحزی اور پنسلوانیا میں کریش ہونے والے یونائیٹڈ ایئر لائنز کے ۹۳ نمبر پرواز میں سوار احمد الحزنوی، احمد النصیمی، زاہد جارہ اور سلیم الحزی شامل ہیں۔

دنیا بھر کے انصاف پسند مبصرین اور تجزیہ نگار امریکہ کو ہوش اور احتیاط سے کام لینے کے مشورے دے رہے ہیں۔ لیکن امریکہ ایک زخمی سانپ کی طرح انتقام میں اندھا ہو رہا ہے۔ امریکہ میں جو کچھ ہوا اس پر اسلامی دنیا اور مسلمان ممالک کی طرف سے بھی ویسی ہی مذمت اور دکھ کا اظہار کیا گیا جیسے خود امریکہ کے اتحادی اور مغربی ممالک نے کیا ہے، لیکن مسلمانوں پر غصہ اتارنے کی ہر ممکن تیاری کی جا چکی ہے۔ ایسے میں یہ سوال ابھرتا ہے کہ انسانی حقوق، مساوات، مذہبی رواداری کے تمام نعرے اور چارٹر صرف اور صرف امریکہ اور مغربی ممالک کے لئے ہیں اور مسلمانوں پر ان کا اطلاق نہیں ہوتا۔ صحافی حافظ شفیق الرحمٰن کے بقول "الشیخ عمر عبدالرحمٰن نے سنا تھا کہ امریکہ میں ہر شخص کو مذہبی آزادی ہے، لیکن جب وہ جیل گئے تو انہیں معلوم ہوا کہ آزادی کے یہ سب دعوے فریب اور جھوٹ ہیں۔ اکتوبر 1995ء سے لے کر آج تک انہیں جیل میں نہ تو انفرادی نماز پڑھنے کی اجازت ہے اور نہ ہی جماعت نماز ادا کرنے کی۔ انہیں کئی کئی ماہ تک بال اور ناخن تک ترشوانے کی اجازت بھی نہیں دی جاتی۔ ذیابیطیس کا یہ بوڑھا نابینا مریض قیدی قید تنہائی میں بغیر کسی مددگار کے کسمپرسی کے عالم میں زندگی گزار رہا ہے۔ جب ان کا کوئی ملاقاتی انہیں ملنے آتا ہے تو عالم اسلام کے اس نامور مفکر اور مذہبی اور روحانی پیشوا کو سر سے پاؤں تک تمام کپڑے اتار کر تلاشی دینے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ ملاقات ایک ہوتی ہے، لیکن انہیں برہنہ دوبار کیا جاتا ہے۔ امریکہ کی جیلوں میں جب تک بے گناہ قیدی موجود ہیں ان کی آہیں اور فریادیں امریکہ کی بربادی کا پیغام لے کر بلا روک ٹوک سوئے عرش روانہ ہوتی رہیں گی۔ ورلڈ ٹریڈ سینٹر، پینٹا گون اور وائٹ ہاؤس ابابیلوں کے حملوں کی زد میں رہیں گے ابابیلوں کی یلغار انہیں کھائے

Marfat.com
Marfat.com

ہوئے بھوسے کا روپ دیتی رہے گی۔

اپنے اندر کے تضادات اور انتہا پسند تنظیموں کی سرگرمیوں کی پردہ پوشی کے ساتھ ساتھ گیارہ ستمبر کے واقعات کا ذمہ دار مسلمانوں کو ٹھہرانے کی امریکی پالیسی نئی بات نہیں اس سے قبل بھی امریکی حکام اسی طرح کے ردعمل کا مظاہرہ کرتے رہے ہیں۔ جناب انوار حسین حقی کا تجزیہ نہ صرف حقیقت پر مبنی ہے بلکہ اس سے تصویر کا دوسرا رخ بھی سامنے آتا ہے وہ دوسرا رخ جسے امریکی دیکھنا چاہتے ہیں نہ اس بارے کوئی مشورہ سننا ان کی کوشش یہی ہے کہ وہ دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونک کر من مانی کریں۔

امریکی قیادت کی آخر ایسی کیا مجبوری ہے کہ وہ حقیقت پسندی کے مظاہرے کی بجائے جنون کو ہوا دے کر مقاصد حاصل کرنا ضروری خیال کرتی ہے؟ یہ کوئی درون سینہ راز نہیں جو سمجھ نہیں نہ آتا ہو محض اسامہ اور القاعدہ کے ارکان کو امریکہ کے حوالے کردو یا پھر جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ کی دھمکی دراصل ناقابل تسخیر ہونے کے زعم کے خاک میں مل جانے کا نتیجہ ہے حالانکہ ہونا یہ چاہئے تھا کہ گیارہ ستمبر کے سانحوں کے بعد امریکی حکام ٹھنڈے دل سے اپنی پالیسیوں اور عالمی بالادستی کے جنون سے پیدا شدہ ردعمل کا تجزیہ کرتے ہوئے اس بات پر غور کرتے کہ اگر اب بھی مسائل کو حل کرنے کی سنجیدہ کوششیں نہ ہوئیں تو جو بھیانک تباہی تیزی سے بڑھتی چلی آرہی ہے اس سے کیونکر محفوظ رہا جا سکے گا کچھ ایسے ہی حالات اور سوچوں میں جنرل مشرف کی حکومت گرفتار ہے فوجی حکومت کے بڑے امریکہ سے تعاون تو اصولی طور پر بجا قرار دیتے ہوئے یہ کہہ رہے ہیں کہ سلامتی کونسل کی قراردادوں پر عمل قانونی مجبوری ہے، لیکن کیا سلامتی کونسل کی قرار دادوں پر عمل کی قانونی مجبوری صرف پاکستان کے لئے ہے؟ سلامتی کونسل نے تو نصف صدی کے دوران مختلو ط اقوام کے حق میں بھی قراردادیں منظور کی ہیں ان قراردادوں میں جن ممالک کو انسانی اقدار اور آزادی کا احترام کرنے پر متوجہ کیا گیا وہ ممالک سلامتی کونسل کی قراردادوں کو ٹائلٹ پیپر سے زیادہ اہمیت دینے پر تیار نہیں۔ حکومتی صفوں میں موجود بعض دانا بینا لوگ اس مرحلے پر یہ مشورے دے رہے ہیں کہ امریکہ کا ساتھ دے کر اربوں ڈالر کا قرضہ معاف کرایا جا سکتا ہے اس

Marfat.com
Marfat.com

کے لئے خلیج کی جنگ میں مصر کے امریکہ سے معاملہ کرنے کو بطور مثال بھی پیش کیا جارہا ہے۔اس طرح کے مشورہ باز یہ بھول جاتے ہیں کہ امریکہ نے جنگ خلیج میں مصر کے تعاون پر اس کے جو قرضے معاف کئے مقابلتاً دیرپا فوائد سامنے تھے طالبان پر حملے کی صورت میں ایسے دیرپا فوائد کا تصور ہی محال ہے۔

پاکستان فی الوقت تنے ہوئے رسے پر چل رہا ہے۔دو اطراف کی گہرائی کھائیوں کے اوپر بندھے رسے پر سنبھل سنبھل کر چلنا ضروری ہے اگر جنرل مشرف کے خیال میں پندرہ فیصد انتہا پسندوں نے طالبان کی حمایت میں ایک طرف کی کھائی میں چھلانگ لگا دی ہے تو خود فوجی قیادت بھی تو دوسری طرف کی کھائی میں چھلانگ لگا چکی ہے۔دلچسپ بات یہ ہے کہ فوجی حکومت اور مذہبی جماعتیں دونوں یہ کہہ رہی ہیں ان کا موقف اور فیصلہ قوم و ملک کے مفاد میں ہے۔قوم و ملک کا مفاد کس میں ہے اس کے تجزیہ کی دونوں فریقوں نے ضرورت محسوس نہیں کی۔اسی سبب یہ خطرہ ہر لمحہ بڑھتا جارہا ہے کہ دو انتہاؤں پر کھڑے لوگ پاکستانی معاشرے کی سلامتی کو گروہی انا کی بھینٹ چڑھا دیں گے۔جبکہ موجودہ حالات اس امر کے متقاضی ہیں کہ ہر قدم احتیاط سے اٹھایا جائے قوم کی صحیح سمت رہنمائی کی جائے۔مذہبی جماعتوں کے انتہا پسندانہ موقف پر صاد نہ بھی کیا جائے تو بھی ایک عام پاکستانی کی رائے یہ ہے کہ اس ایڈونچر میں پاکستان امریکہ کا الائی نہ بنے،فوجی حکومت اگر امریکیوں سے تعاون کو ہی ضمانت سمجھتی ہے تو اسے یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ یہ امریکہ ہی تھا جو کارگل وار میں اس وقت بھارت کی مدد کو لپک کر آیا تھا جب سیاچن کی سابقہ حیثیت بحال ہوا چاہتی تھی اور اگلے مرحلہ میں بھارت پاکستان سے مقبوضہ کشمیر کے مسئلہ پر مذاکرات پر مجبور ہو سکتا تھا۔سو اب فوجی قیادت کو اس بات کا جواب بھی دینا چاہئے کہ 65-71 پھر کارگل تینوں اہم مواقع پر جس امریکہ نے بھارت کی رہنمائی کی اور 54 برسوں میں ضرورت کے وقت پاکستان کی پشت تھپکی آڑے وقت میں پشت میں خنجر گھونپا اس پر اب اعتبار کرنے اور اس کے ایڈونچر میں شرکت کیوں؟ دہشت گردی کی یقیناً ہر صورت قابل مذمت ہے مگر کیا امریکہ کہیں اور کسی قسم کی دہشت گردی میں ملوث نہیں رہا امریکی سی آئی اے جو عالمی سطح پ منظم دہشت

Marfat.com
Marfat.com

گردی کی سرپرستی کرتی رہی یا امریکہ مخالف سیاستدانوں کا قتل وہ سب کیا تھا آج امریکہ دہشت گردی کے خاتمے کے نام پر پاکستان کو اپنے ایڈونچر میں شریک کر رہا ہے عشروں تک پاکستان سرخ سامراج کیخلاف سرمایہ دارانہ نظام کی عصبیت اور جہاد کے پرچم اٹھائے رہا قومی آزادی اور غیرت پر مبنی فیصلے پہلے ہوئے تھے نہ اب ہو رہے محض یہ کہہ دینا کافی نہیں کہ عالمی قوانین کا احترام اور انسداد دہشت گردی کے لئے تعاون اصولی معاملے ہیں یقیناً فوجی حکومت امریکہ کے ایڈونچر میں شرکت کر کے حکومتی سطح پر فوائد حاصل کرے گی جنرل پرویز مشرف کو بھی جنرل ضیاء الحق کی طرح لمبی انگز کھیلنے میں امریکی سرپرستی حاصل ہو جائے گی لیکن اس تعاون کی فوری قیمت چین اور ایران سے دوری ہوئی تو کیا اس دوری کا متحمل ہوا جا سکتا ہے؟ ہو سکتا ہے کہ قومی انتخابات میں متحد ہو کر پندرہ بیسیں بھی نہ لے سکنے والی جماعتوں کا موقف بھی جذباتیت سے گندھا ہوا ہو لیکن اگر وہ اپنے ردعمل کے اظہار میں ان ذیلی عسکری تنظیموں کو میدان میں لے آئیں جنہیں ابتدائی وسائیل "عقاب" ہی فراہم کرتے ہیں تو اس صورت میں سے حالات کا تدارک کیونکر ہوگا۔

یہی وہ سوال ہے جس کے جواب سے فوجی قیادت صرف نظر کئے ہوئے ہے حالانکہ حالات کا تقاضا یہ ہے کہ کسی بھی سوال سے صرف نظر نہ کیا جائے۔

Marfat.com
Marfat.com

زمینی حقائق سے انکار کیوں؟

تمام تر لبرل سوچ اور فکر کے باوجود اس حقیقت کا اعتراف کئے بنا نہیں رہا جا سکتا کہ ورلڈ ٹریڈ سنٹر اور پینٹا گون کے سانحات پر بھارت، روس اور اسرائیل کے ٹی وی چینلز مسلم اُمہ کے خلاف جس زہریلے پروپیگنڈے میں مصروف ہیں امریکہ، برطانیہ اور آسٹریلیا میں پچھلے دنوں سے (ان سطور کے لکھے جانے کے وقت) مسلمانوں کو جس طرح خوفزدہ کیا جا رہا ہے اور عبادت گاہوں کی جس طرح بے حرمتی کی جا رہی ہے اس سے یہ تاثر ابھرتا ہے کہ نیویارک اور واشنگٹن کے سانحات منظم منصوبہ بندی کا حصہ تھے اور منصوبہ بندی کرنے والے سانحات کے بعد کے مرحلوں میں مسلم اُمہ کے بارے میں شکوک کو ہوا دے کر غیر یقینی صورتحال پیدا کرنا چاہتے ہیں، سازشیوں کی کوشش ہے کہ امریکہ اور مسلم اُمہ ایک دوسرے کے مقابل آن کھڑے ہوں، یہ اندازہ مفروضہ ہے تو پھر کوئی بتائے کہ اسرائیل، بھارت اور روس کے ٹی وی چینلز گیارہ ستمبر کی شام کے بعد سے یہ ثابت کرنے میں کیوں مصروف ہیں کہ مسلمان سب سے بڑے دہشت گرد ہیں، کیا روس کی قیادت زار شاہی اور پھر سرخ سامراج کے زمانہ میں سوویت یونین میں شامل مسلمان ریاستوں کے مسلمانوں پر ڈھائے گئے مظالم کو بھول گئی ہے، اسے یہ بھی یاد نہیں رہا کہ آنجہانی سوویت یونین کی قیادت نے سوویت مسلم ریاستوں کے لگ بھگ 25 ہزار افراد کو مختلف اوقات میں سائبیریا بھیجنے کے علاوہ بھی کڑی سزائیں دی تھی، ممکن ہے یہ یاد نہ رہا ہو پرانی باتیں کسے یاد رہتی ہیں لیکن یہ تو ماضی قریب کی بات ہے کہ بوسنیائی مسلمانوں کی نسل کشی میں مصروف سربیائی درندوں کو روس کی سرپرستی حاصل تھی اور یہ روسی قیادت ہی تھی جس نے سلامتی کونسل میں سربیائی دہشت گردوں کے خلاف قرارداد مذمت منظور نہ ہونے دی۔ یہ بھی روسی قیادت ہی تھی جس نے سربیائی دہشت گردوں کو عین اس وقت 10 کروڑ ڈالر کا اسلحہ امداد میں دیا جب اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں سربیا کی مدد کرنے والوں کا نوٹس لینے کی قرارداد پیش کی جا رہی تھی، یہ قصہ بھی اگر پرانا ہے تو چیچنیا کے مسلمانوں پر تو روسی ابھی تک ظلم کے پہاڑ توڑ رہے ہیں۔ اور اسرائیل بن باپ برطانوی ماں کا بچہ امریکی قیادت کا لے پالک 54 سالوں سے فلسطینی

Marfat.com
Marfat.com

مسلمانوں کی زمین پر قابض ہے اور ان کی نسل کشی کے سفاکانہ پروگرام پر عمل پیرا ماضی کے سارے بھیانک مظالم صابرہ اور شتیلا کیمپوں پر بمباری اور جنوبی لبنان میں مسلمانوں کے قتل عام کو بھلایا بھی دیا جائے تو صرف پچھلے تین مہینوں کے دوران اسرائیل فوج نے 250 فلسطینی مرد وزن اور بچوں کو قتل کیا ہے۔ فلسطینی علاقوں میں اسرائیل کی فوجی کارروائیوں اور ٹینکوں سے گولہ باری کے نتیجہ میں 87 لاکھ ڈالر کا مالی نقصان ہوا ہے دہشت گرد اور امن کے دشمن مسلمان قرار پا رہے ہیں، مسلمانوں کے خلاف پروپگنڈے میں پیش پیش بھارت کے برہمن حکمرانوں کے کردار اور توسیع پسندانہ عزائم کا ثبوت یہ ہے کہ بھارتی فوج 84 سے اب تک مقبوضہ کشمیر میں 75 ہزار مسلمانوں کو شہید کر چکی ہے۔ 83ء میں سکھوں کے مقدس مقام دربار صاحب امرتسر پر حملہ میں اور بھارتی پنجاب میں فوجی آپریشن کے دوران پندرہ ہزار سکھ قتل ہوئے جبکہ گیارہ ہزار ابھی تک لاپتہ ہیں۔ واجپائی حکومت کے قیام سے اب تک بھارت میں ہندو مسلم فسادات میں 293 مسلمان شہید ہوئے۔ راشٹریا سیوک سنگھ کے کارکنوں نے مدراس اور دوسرے صوبوں میں 71 عیسائی پادریوں، راہبوں اور ننوں کو قتل کیا، 7 گرجا گھروں کو آگ لگا دی، پچھلے پانچ سالوں کے دوران بھارت میں (مقبوضہ کشمیر کے علاوہ) 37 مساجد کی بے حرمتی ہوئی، گیارہ کو شہید کر دیا گیا، دہشت گرد اور امن دشمن پھر بھی مسلمان ہیں، ورلڈ ٹریڈ سنٹر اور پینٹا گون کے سانحوں کے بعد انسانی حقوق اور امن عالم کی دہائی دینے والے برطانیہ کا حال یہ ہے کہ اس کے بمبار طیاروں نے لیبیا کے صدارتی محل پر بمباری کی تھی جس میں صدر قذافی کی لے پالک بیٹی سمیت 17 افراد شہید ہوئے تھے، برطانیہ اس اتحادی کمان کا حصہ ہے جس نے عراق کے شہر بغداد پر 30 لاکھ ٹن سے زیادہ بارود برسایا تھا، اقوام متحدہ کی پابندیوں کی بدولت عراق میں روزانہ ادویات اور خوراک کی کمی سے کئی اموات ہوتی ہیں، سوڈان اور افغانستان پر کروز میزائلوں سے حملہ بھی دہشت گردی نہیں تھی بلکہ یہ تو امن عالم کی حفاظت میں انجام دی گئی خدمات تھیں۔

ورلڈ ٹریڈ سنٹر اور پینٹا گون کے سانحے المناک تھے ان کی سنگینی ہر باشعور شخص محسوس کر رہا ہے لیکن کیا ورلڈ ٹریڈ سنٹر اور پینٹا گون کے سانحات میں زمین کا رزق ہو جانے والے 20 ہزار سے زائد انسانوں میں مسلمان شامل نہیں تھے؟ ان سانحات کی سب سے پہلے مسلم اُمہ نے

Marfat.com
Marfat.com

مذمت کی اسرائیل، بھارت اور روس کے ذرائع ابلاغ صورتحال سے فائدہ اٹھا رہے ہیں، برطانیہ کے ذرائع ابلاغ کا 92 فیصد حصہ یہودیوں کی ملکیت ہے، پروپگنڈے کی اس شرمناک مہم میں بی بی سی اور دوسرے برطانوی ادارے بھی پیش پیش ہیں، ان نازک لمحوں میں اسلامی کانفرنس کی تنظیم، عرب لیگ، اور مسلمان ممالک کی دوسری تنظیموں کو خاموشی کا روزہ توڑ کر اور چوڑیاں اتار کر مسلم اُمہ کے مفادات اور مستقبل کے لئے میدان عمل میں آنا چاہیے، انسانی تاریخ کے ان سانحات کے ذمہ داروں اور پس پردہ کرداروں کے مقاصد کو پوری دنیا پر عیاں کیا جانا چاہیے لیکن ان نازک لمحوں میں امریکی حکومت، سیاستدانوں، دانشوروں، میڈیا میکروں، ذرائع ابلاغ اور عام شہریوں کو بطور خاص اس امر کو مدنظر رکھنا ہوگا کہ امریکہ میں لگ بھگ 85 لاکھ مسلمان آباد ہیں، دوسرے امریکی شہریوں کی طرح امریکی شہریت کے حامل 85 لاکھ مسلمان بھی اتنے ہی غم زدہ ہیں جتنا کوئی اور لیکن موجودہ حالات سے فائدہ اٹھا کر جو قوتیں امریکی ریاستوں میں مسلمانوں اور عیسائیوں کو لڑوانا چاہتی ہیں وہ امریکہ اور امریکی عوام کی دوست ہرگز نہیں، دوستی اور ہمدردی کی آڑ میں سازشوں میں مصروف انسانیت کے ان دشمنوں کی سرکوبی بھی اتنی ہی ضروری ہے جتنی دہشت گردی کے تانے بننے والوں کی۔

اس حوالے سے شائع ہونے والی یہ رپورٹ بھی خصوصی اہمیت کی حامل ہے کہ ورلڈ ٹریڈ سنٹر پر خودکش حملوں کے دن گیارہ ستمبر کو ٹریڈ سنٹر کے مختلف دفاتر میں کام کرنے والے چار ہزار یہودی ملازمین چھٹی پر تھے۔ رپورٹ کے مطابق ورلڈ ٹریڈ سنٹر پر حملے کے چار گھنٹے بعد پولیس اور ایف بی آئی نے 5 یہودیوں کو جائے حادثہ کی تصویریں بناتے ہوئے گرفتار کیا پکڑے گئے یہودی اس وقت خوشی سے چلا رہے تھے۔ مذکورہ رپورٹ سے اس امر کو تقویت ملتی ہے کہ ورلڈ ٹریڈ سنٹر میں کام کرنے والے یہودیوں کو اسرائیلی خفیہ ایجنسی کے "شبک" کے ذریعے دہشت گردی کا قبل از وقت علم ہو گیا تھا۔ ایف بی آئی اب اس بارے تحقیقات کر رہی ہے کہ "شبک" نے نیویارک میں مقیم اور بالخصوص ورلڈ ٹریڈ سنٹر میں کام کرنے والے یہودیوں کو پیشگی اطلاع کر دی تو امریکی حکام کو اطلاعات فراہم کرنے میں کیا امر مانع تھا یہاں یہ امر بھی قابل غور ہے کہ اسرائیل خفیہ ایجنسی "شبک" نے ہی اسرائیل کے وزیراعظم کو گیارہ ستمبر کو نیویارک کے

Marfat.com
Marfat.com

مشرقی ساحل پر ہونے والے یہودیوں کے میلے میں شرکت سے منع کیا تھا۔

ورلڈ ٹریڈ سنٹر اور پینٹا گون کے واقعات کے بعد امریکہ کی جانب سے افغانستان پر حملے کرنے کے اعلان پر پاکستان کے سابق سیکرٹری خارجہ نیاز اے نائیک کے اس موقف کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ افغانستان پر امریکی حملے کا منصوبہ کئی ماہ قبل بنالیا گیا تھا۔ نیاز اے نائیک کے اس موقف سے اس خیال کو تقویت ملتی ہے کہ امریکی اداروں میں بیٹھے ہوئے سرکردہ یہودیوں نے امریکی فیصلوں سے تلی ابیب کو معلومات فراہم کی ہوں گی جس کے بعد موساد نے دہشت گردی کا منصوبہ تیار کیا تا کہ امریکیوں کو اپنے فیصلے پر عمل کرنے کی طرف دھکیلا جائے۔ یہ نکتہ اس وقت دنیا بھر میں زیر بحث ہے اس کے ساتھ ساتھ یہ اطلاع بھی اہم ہے کہ امریکی حکام اس امر کی بھی تحقیقات کر رہے ہیں کہ نیویارک اور واشنگٹن پر خودکش حملوں سے قبل کن کن ممالک کے سرمایہ کاروں نے اپنا سرمایہ نکال کر فائدہ حاصل کیا۔ ایف بی آئی کو اس امر کے ٹھوس شواہد ملے ہیں کہ 6 سے 11 ستمبر کے دوران نیویارک کے مالیاتی اداروں سے لگ بھگ 13 ارب ڈالر کا سرمایہ نکالا گیا۔ جو کہ معمول کے لین دین سے 81 فیصد زیادہ ہے۔ مالیاتی اداروں سے 13 ارب ڈالر کے سرمائے کا غیر معمولی اجراء اور حملے والے دن ورلڈ ٹریڈ سنٹر کی 110 منزلوں کے سینکڑوں دفاتر میں کام کرنے والے چار ہزار یہودیوں کا غیر حاضر ہونا ہر دو واقعات کو ایک دوسرے الگ کر کے نہیں دیکھا جا سکتا۔

امریکہ پر خودکش حملوں کے بعد امریکی میڈیا پر جس منظم انداز میں اسامہ، طالبان اور مسلم امہ کیخلاف مہم چلائی اس سے بھی ان شکوک کو تقویت ملتی ہے کہ یہودی لابی ابتداء سے ہی پورے منصوبے کی جزئیات سے آگاہ تھی۔ پاکستان کے صوبہ سرحد کے دارالحکومت پشاور سے شائع ہونے والے ممتاز قومی روزنامے "روزنامہ آج" میں ڈاکٹر صلاح الدین انہی خطوط پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"امریکہ میں دہشت گردی کے بعد اس کی جتنی جہتوں اور زاویوں پر غور کیا جا رہا ہے اگرچہ حقیقت کے اعتبار سے ان میں مفروضوں کی بنیاد پر ہی رنگ بھرا جا رہا ہے۔ لیکن خبث باطن کے طور پر پرانی دشمنیوں کا بدلہ چکانے کے لئے بھی مختلف اقوام اسے سنہری موقع سمجھے ہوئے

Marfat.com
Marfat.com

ہیں۔ موجودہ دنیا کا سب سے بڑا دہشت گرد اسرائیل بذات خود اس میں پیش پیش ہے اور عالمی منظر میں وہ اپنے مفادات کے تحفظ کے لئے اپنی حکمت عملی پر عمل کر رہا ہے۔ ایسے میں جب امریکہ میں موجودہ تمام اقوام عالم بشمول مسلمان غم واندوہ کے کربناک لمحات گزار رہے ہیں۔ اسرائیل کی حکومت اور عوام کے اہداف بالکل مختلف ہیں۔ ان کے اہداف کے حصول کی تکمیل میں بھارت ان کا سب سے بڑا مددگار ہے۔ اسرائیل ذرائع ابلاغ یا یہودیوں کے زیر اثر ابلاغی نمائندے اپنا تمام زور مسلمانوں کو ذمہ دار ٹھہرانے میں صرف کر رہے ہیں تو وہیں بھارت دہشت گردی کی اس تصویر کشی میں پاکستان کو ہر صورت قصوروار گردانے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہا ہے۔

تمام دنیا پر یہ بات آشکارا ہے کہ گزشتہ انتخابات میں بش کے مقابلے میں یہودیوں نے الگور کو ووٹ دے کر کامیات کروانے کی کوشش کی تھی لیکن اس کی ناکامی کے بعد یہودیوں کے دل سے اس شکست کا کانٹا نکل نہیں سکا۔ یہودی اپنے مقاصد کے حصول میں ناکامی کے بعد تمام کھیل کو تباہ کرنے میں پہلے بھی مہارت دکھا چکے ہیں۔ اسی طرح جہاد کشمیر کے تناظر میں اسرائیل بھارت گٹھ جوڑ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ کشمیری عوام کی بربادی میں اگر بھارت کا ہاتھ براہ راست ہے تو وہیں اسرائیل بالواسطہ طور پر بھارت میں اپنے کمانڈوز اتار کر اس جنگ آزادی کو دبانا چاہتا ہے۔ کیونکہ اگر جہاد کے یہ شعلے تمام عرب دنیا میں بھڑک اٹھے تو اسرائیل کا بھسم ہو جانا یقینی ہے۔ بھارت کی یہ زبردست خواہش ہے کہ کسی نہ کسی طور یہ ثابت کر دیا جائے کہ پاکستان چونکہ طالبان کی پشت پر کھڑا ہے لہٰذا طالبان کے مہمان اسامہ کو گرفتار کرنے کے لئے پہلے پاکستان کو نیچا دکھانا ضروری ہے پاکستان کو اس تباہی میں ذمہ دار بنانے کے لئے انہیں کسی جواز کسی دلیل کسی تہذیب کی ضرورت نہیں وہ پاکستان کی مشکلات میں اضافہ اپنی کامیابی اور اسی حوالے سے اپنے آپ کو محفوظ سمجھتا ہے۔

کچھ عرصہ پہلے چین کی طرف سے امریکی جاسوس طیاروں کو اتارے جانے کے بعد چین امریکہ کشمکش نے ایک نیا رخ اختیار کیا تھا جس کے بعد امریکی عالی دماغوں نے بھارت کی امداد کرنے اور اس حوالے سے اپنا حلیف بنانے میں زیادہ سرعت سے کام لینا شروع کر دیا تھا۔

Marfat.com
Marfat.com

چونکہ چین اور بھارت کے درمیان تنازعات موجود ہیں لہٰذا اس حوالے سے بھارت نے امریکہ سے خاطر خواہ امداد حاصل کرنے کا موقع جانتے ہوئے چین مخالفت کی قیمت وصول کی۔ اب چونکہ حالات ایک نیا رخ اختیار کر رہے ہیں، اب امریکہ کو پاکستان کی ضرورت اس لئے پڑ رہی ہے کہ وہ طالبان حکومت پر اثر انداز ہو سکتا ہے لہٰذا بھارت کے لئے یہ قربت ناقابل برداشت ہے۔ اور وہ اس موقع پر ایک طرف اگر پاکستان کو نیچا دکھانا چاہتا ہے تو دوسری طرف امریکہ کو بھی یہ باور کرانا چاہتا ہے کہ پاکستان کا چین سے مزید قریب ہونا امریکہ کے لئے اچھا شگون نہیں ہو سکتا اور اس موقع پر اس نے امریکہ کو اپنی فضائی اور زمینی حدود کے استعمال کی اجازت دی ہے اس میں امریکی محبت سے زیادہ طالبان اور پاکستان دشمنی کا عنصر نمایاں ہے۔ بھارت اور اسرائیل کی یہ کوشیش ان کے اپنے مفادات کے لئے اس لئے بھی ضروری ہیں کہ اگر ان دونوں ملکوں کو امریکہ نے وہ اہمیت نہ دی جو یہ چاہتے ہیں تو ان کیلئے اپنے وجود کو قائم رکھنا بھی مشکل ہو جائے گا۔ امریکہ میں دہشت گردی کی حالیہ کارروائیوں کے بعد ان کے اپنے اور دیگر مغربی ادارے اگرچہ طالبان کو مشکوک گردان رہے ہیں لیکن جس شدت سے مسلمانوں اور طالبان کو اس دہشت گردی میں ملوث کرنے کی کوشش اسرائیل اور بھارت کی طرف سے کی جا رہی ہے وہ بذات خود کئی ایسے گوشے کھولتی ہے کہ ان اقوام کی ہمدردیاں کیا ہیں اور وہ کیا سوچ رہی ہیں۔

چین اور پاکستان کی قربت نہ صرف مثالی ہے بلکہ اگر ہمارے ہاں عاقبت نااندیش حکومتیں نہ آتیں تو یہ تعلقات کہیں زیادہ مستحکم ہوتے اور جنوبی ایشیا کی سیاست میں امریکہ کی طرف سے بھارت کو زیادہ سے زیادہ اہمیت دینے کی وجہ سے پاکستان کا چین کے مزید قریب ہونا فطری امر ہے جسے بھارت قبول نہیں کر سکتا۔ اس دوستی میں جن ملکوں کا نقصان ہے وہ اس سے کہاں خوش ہو سکتے ہیں اسی لئے کوئی ایسا طریقہ ڈھونڈنا جو اگر اس دوستی کو ختم نہیں کر سکتا تو کم از کم پاکستان کو ہی ختم کر دے وہ اس پر بھی سوچتے رہے ہیں اور اب پاکستان کو اس دہشت گردی میں بلاوجہ ملوث کرنے کی وجہ بھی یہی ہے کہ وہ امریکی عوام اور ذرائع ابلاغ کو پاکستان کی سرزمین کے استعمال اور طالبان حکومت پر قبضے کے لئے مجبور کر دیں۔ اس سے بھارت کو دو فوائد حاصل ہوں گے اول یہ کہ طالبان کو تباہ کیا جائے جو ہمیشہ بھارت سے اس لئے ناراض رہے ہیں کہ جہاد

Marfat.com
Marfat.com

لئے امریکہ افغان حکومت پر قبضہ کرنے کی سوچ رکھتا ہے۔ باوجود حکومت پر قابض ہو جانے کے امریکہ کو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ اسامہ تو شاید پھر بھی اسے نہ مل سکے لیکن وہ اپنا ہاتھ چھڑا نہ سکے گا۔ جس طرح روس کی تباہی کا آغاز اسی دن ہو گیا تھا جب اس نے افغانستان پر قبضہ کیا تھا ویسے ہی امریکہ کی تباہی کا نقطۂ آغاز بھی افغانستان پر قبضہ ہی ہوگا۔ روس جو افغان سرحد پر موجود تھا اگر افغانستان کو قابو نہ کر سکا تو امریکہ کو بھی ہزاروں میل دور یہ زعم نہ ہونا چاہئے۔

ڈاکٹر صلاح الدین نے اپنے مضمون میں جن امور کی نشاندہی کی اور جو سوالات اٹھائے ہیں ان سے صرف نظر کرنا ممکن نہیں اس امر سے انکار نہیں کہ دہشت گردی کا بڑھاوا پوری انسانیت کے لیے مضر ثابت ہوگا مگر دہشت گردی کے خاتمے کے لیے سنجیدہ اقدامات کی بجائے جوابی طور بھی اس طرح کے طرز عمل کا مظاہرہ معاملات کو نہ صرف گھمبیر بنانے کا موجب ثابت ہوگا بلکہ اس سے پراکسی وار کی نئی جہتیں وا ہوں گی یہی وہ بنیادی بات ہے جس کی اہمیت کو پروپیگنڈے کے زور پر کم کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے روزنامہ آج پشاور میں ہی نثار مظلوم کے "دہشت گردی یا؟" کے عنوان سے شائع ہونے والے مضمون کے مندرجات کچھ یوں ہیں۔

دہشت گردی کسی بھی صورت میں ہو کہیں بھی ہو کسی کے خلاف بھی ہوا سے کوئی دوسرا نام نہیں دیا جا سکتا اور نہ کسی عقلی دلیل سے اسے جائز قرار دیا جا سکتا ہے۔ عام مشاہدہ ہے کہ دہشت گرد اپنے اصل ہدف کو نشانہ بنانے کی صلاحیت سے عاری ہوتا ہے اور وہ اپنے تباہ کاری کے منصوبے سے ان معصوم اور بے گناہوں کو محفوظ نہیں رکھ سکتا جو انجانے میں دہشت گردی کا نشانہ بن جاتے ہیں۔ یوں دہشت گرد اپنے دشمنوں کو دھمکانے کی کوشش میں معصوم زندگیوں سے کھیل جاتا ہے اور اسی بناء پر دہشت گردی کی عمومی طور پر مذمت کی جاتی ہے۔ ہماری نظر میں بھی اس قسم کی دہشت گردی کے متعلق دو آراء نہیں ہو سکتیں۔ لیکن آج امریکہ میں ہونے والی دہشت گردی کے حوالے سے ایک بہت اہم سوال اذہان پر مسلط نظر آتا ہے۔ وہ یہ کہ دہشت گرد کون ہے۔ دہشت گردی کیا ہے اس کی حدود کہاں سے شروع ہوتی ہیں اور کہاں پر ختم ہوتی ہیں۔ دوسرے یہ کہ دہشت گردی کو روکنے اور اس کا تدارک کرنے کی غرض سے جو اقدامات کیے جاتے ہیں بادی النظر میں تشدد آمیز ہونے کے باوجود اپنے مخصوص وصف کی بدولت کیوں قابل قبول

Marfat.com
Marfat.com

افغانستان کے دنوں میں بھارت نے ہمیشہ روسی کٹھ پتلی حکمرانوں کی پشت پناہی اور روس کی حمایت کی ہے اور دوم یہ کہ پاکستان کی سرزمین پر امریکی اڈوں کی موجودگی پاکستانی عوام میں مسلسل اضطراب قائم رکھے گی جو جہاد کشمیر سے توجہ ہٹانے کے لئے ضروری ہے اور پاکستانی عوام کے لئے بھی یہ بات ناقابل قبول ہوگی کہ ان کی سرزمین نہ صرف طالبان مخالف حملوں کے لئے استعمال کی جائے بلکہ وہ اسے عالم اسلام کے خلاف ایک سازش سے بھی تعبیر کرتے ہوئے حکومت کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں گے۔ جس سے پاکستان کی سلامتی کے مسائل پیدا ہو سکتے ہیں۔

اس تمام تناظر میں اگر دیکھا جائے تو جہاں ایک طرف یہ بات واضح ہوتی ہے کہ امریکی تباہی میں ایسے افراد کا ملوث ہوا بعید از قیاس ہے جو خود آگ لگا کر ایک طرف کو ہو جائیں اور تباہ ہونے والے بے قصوروں پر ہاتھ ڈالنا شروع کر دیں۔ وہیں دوسری جانب اس بات کی طرف بھی دھیان نہ جانے دیا جائے کہ اتنی بڑی کارروائی کسی ریاستی مدد کے بغیر کیوں کر ممکن ہے اور وہ لوگ جو غذا اور روٹی کے لئے بلک رہے ہیں وہ تکنیکی صلاحیتوں میں اتنی مہارت کہاں دکھا سکتے ہیں کہ دنیا کا سب سے بڑا دفاعی مرکز آن واحد میں ملیا میٹ ہو جائے۔ معجزاتی یا روحانی دنیا میں رہنے والوں کے لئے تو یہ بات شاید اتنی غیر یقینی نہ ہو لیکن حقائق بہر حال برسر زمین ہی دیکھے جاتے ہیں۔ اگر چہ ایک مسلمان کے لئے فتح و شکست کا ہونا اللہ رب العزت کی طرف سے ہی ہوتا ہے لیکن اس کے لئے اسباب کا فراہم کئے جانا شرط اول ہے اور عالم اسلام کا بالعموم اور افغانستان میں طالبان کا بالخصوص اس معاملے میں جو معیار ہے وہ کسی سے بھی ڈھکا چھپا ہوا نہیں ہے۔ اس ضمن میں بذات خود طالبان کا اس دہشت گردی پر اظہار افسوس اور مذمت ایک ایسی دلیل روشن ہے جو انہیں اس دہشت گردی سے مبرا کرتی ہے۔

امریکہ کو جو بار بار صبر و تحمل کی تلقین کی جا رہی ہے اس کی بنیاد یہی ہے کہ بلا ثبوت اور بغیر تحقیق اگر کوئی بھی ایسا اقدام اٹھایا گیا جو ایسی اقوام کی یقین دہانیوں پر ہوا جن کی اپنی ریشہ دوانیاں مشہور ہیں اور جنہیں بذات خود امریکہ کی تباہی بھی مطلوب ہے وہ اپنا کھیل کھیل کر ایک طرف کو ہو جائیں گی اور اب خطرناک ترین صورتحال یہ ہے کہ اسامہ بن لادن پر ہاتھ ڈالنے کے

Marfat.com
Marfat.com

ہوتے ہیں۔ امریکہ کے شہر واشنگٹن اور نیویارک میں جو واقعات پیش آئے وہ اپنی نوعیت اور نتائج کے اعتبار سے اس قدر عمیق اور سنجیدہ ہیں کہ ان کے محرکات کی تہہ تک پہنچنے کے لیے ان دونوں سوالات کا جواب تلاش کرنا ہوگا۔ دہشت گرد عام طور پر Mercenary یعنی کرائے پر حاصل کیے گئے افراد ہوتے ہیں جو کبھی تو دہشت گردی کے ہر واقعہ کی الگ الگ فیس وصول کرتے ہیں اور کبھی طویل المیعاد کنٹریکٹ کے تحت اپنے آقاؤں کے اشاروں پر قتل و غارت گری کے Assignment کا بازار گرم کیے رکھتے ہیں۔ اس قسم کے دہشت گرد اپنی پہلی واردات کے بعد اپنے آقاؤں کی مضبوط گرفت میں یوں پھنس جاتے ہیں کہ ان کو اپنی سلامتی احکامات کی تعمیل ہی میں نظر آتی ہے اور یوں آہستہ آہستہ وہ دہشت گردی ہی کو زندگی کا مقصد سمجھ لیتا ہے۔ دہشت گرد نفسیاتی طور پر سمجھ کر صرف اسی قسم کی واردات کرتا ہے اور پھیلاتا ہے جس میں اس کی جان کو خطرہ نہ ہو۔ دہشت گردی کے پہلے واقعہ کے بعد اس کا یہ احساس شدید سے شدید تر ہوتا جاتا ہے کہ احکامات کی تعمیل نہ کرنے کی صورت میں وہی لوگ اسے موت کے منہ میں دھکیل سکتے ہیں جن کے لیے وہ کام کر رہا ہے اور اسی خوف کے حصار میں زندگی بسر کرتا ہے کہ وہ بزدل ہوتا ہے اس کا اپنا کوئی نظریہ نہیں ہوتا۔ ہوتے ہوتے وہ ایک ایسی بڑی مشینری کا پرزہ بن جاتا ہے جسے کنٹرول کرنے والا ہاتھ ایک انجانے خوف کی طرح دہشت گرد کے اعصاب پر سوار رہتا ہے۔ اس کا انجام بہت بھیانک ہوتا ہے۔ جب تک وہ زندہ رہتا ہے زندگی کو ایک عذاب کی مانند گزارتا ہے۔ مرتا ہے تو حرام موت مرتا ہے یہاں تک کہ کبھی کبھی اسے زندگی سے نفرت ہو جاتی ہے اور وہ خودکشی کر لیتا ہے ظاہر ہے کہ ایسے فرد یا افراد کے ہاتھوں سرزد ہونے والے واقعات کی تعریف و توصیف نہیں ہو سکتی اور پوری انسانیت اس کے عمل کو دہشت گردی قرار دے کر اس کی مذمت کرتی ہے۔ اب آیئے دہشت گردی کے ایک اور طبقے کا جائزہ لیتے ہیں۔ اپنے کام کی نوعیت کے لحاظ سے یہ لوگ بھی دہشت گرد ہی ہوتے ہیں اور ان کی وارداتوں سے بھی انسانیت کو وہی نقصان اٹھانا پڑتا ہے جو اول الذکر دہشت گرد کے ہاتھوں ہوتا ہے۔ اس قسم کے دہشت گرد بھی بے گناہ انسانوں کو قتل کرنے اور غارت گری پھیلانے کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اور بظاہر ان کی مذمت بھی کی جاتی ہے مگر دونوں میں نمایاں فرق ان کے کریکٹر اور ذہنی اپج کا ہوتا ہے۔ یہ دوسری قسم کا

Marfat.com
Marfat.com

دہشت گرد ایک مخصوص ذہنی کیفیت کا مالک ہوتا ہے جس کی اٹھان اور ضمیر میں جب الوطنی کا جذبہ کوٹ کوٹ کر ابھر ہوتا ہے۔ وہ Mercenary یعنی کرائے کا آدمی نہیں ہوتا بلکہ رضا کار ہوتا ہے۔ اسے اپنی جان سے زیادہ وہ مقصد عزیز ہوتا ہے جس کے لیے وہ قتل و غارت گری پر اتر آتا ہے وہ تخریب کو تعمیر کے لیے ضروری خیال کرتا ہے وہ جانتا ہے کہ اس کی تخریبی کارروائی سے بے گناہ جانوں کا ضیاع ہوگا اور درون دل اسے اس کا قلق بھی ہوتا ہے مگر وہ ذہنی طور پر اس نتیجے پر پہنچا ہوا ہوتا ہے کہ دہشت گردی کو روک دینے قومی وجود کی سلامتی اور انسانیت کی فلاح اسی میں ہے کہ وہ Retaliate کرے۔ یعنی دہشت گردی کے خلاف ایک شدید ردعمل کا اظہار کرے۔ وہ کسی معاوضے کا محتاج نہیں ہوتا۔ وہ دہشت گردی میں اپنی جان صرف اس لیے گنواتا ہے کہ دہشت گردی کرنے والوں کو اس بات کا احساس دلایا جائے کہ دہشت گردی کی اذیت سے گزرنے والوں پر کیا بیت جاتی ہے۔ ہم نے دہشت گردوں کے جن دو طبقات کا ذکر کیا ہے ان کے درمیان ایک واضح خط امتیاز یعنی Line of Demarkation کھینچی جا سکتی ہے جو ایک کو دوسرے سے ممیّز کرتی ہے۔ اس خط امتیاز کی روشنی میں آیئے دیکھیں کہ امریکہ میں وقوع پذیر دہشت گردی میں ملوث افراد کس قبیل سے تعلق رکھتے تھے۔ خود امریکہ نے جو تفصیلات نشر کی ہیں ان کے مطابق دہشت گرد تربیت یافتہ ہوا باز تھے۔ انگریزی زبان میں بات کرتے تھے۔ ان دہشت گردوں نے اپنے اہداف کو جس ماہرانہ انداز میں نشانہ بنایا اور جس حوصلے جرات سے اپنے پورے منصوبے کو عملی جامہ پہنا گئے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ لوگ انتہائی ہوشیار ذہین اور زیرک لوگ تھے۔ پھر یہ کہ سب کے سب خواہ وہ بارہ تھے یا زیادہ Mercenary یعنی کرائے کے لوگ نہیں بلکہ رضا کار تھے۔ اس بناء پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان کا تعلق دہشت گردوں کی اس قبیل سے تھا جس کے متعلق ہم یہ کہہ آئے ہیں کہ یہ لوگ کسی بڑے مقصد کے حصول کی خاطر یا دہشت گردی کے خلاف اپنے ردعمل Retaliate کا اظہار کرنے کے لیے تشدد کی راہ اختیار کر لیتے ہیں اور اسی میں اپنی جان پر کھیل جاتے ہیں۔

یہ بات طے ہے کہ واشنگٹن اور نیویارک کے واقعات میں ملوث دہشت گرد رضا کار تھے جو دہشت گردی کے خلاف ردعمل کا اظہار کرنا چاہتے تھے تو پھر یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ ان

Marfat.com
Marfat.com

لوگوں نے امریکہ کے خلاف تشدد کی راہ کیوں اختیار کی۔ اس کا جواب مشرق وسطیٰ میں امریکی پالیسیوں کے ٹٹولنے سے مل سکتا ہے۔ گزشتہ دس سال سے بھی زائد عرصہ گزر چکا ہے۔ مشرق وسطیٰ کے اسلامی ممالک امریکہ کی جانبدار خارجہ پالیسی کا شکار رہے۔ معدنی دولت سے مالا مال ان ممالک کو اپنے معدنی وسائل اپنے عوام کی بھلائی اور ہمہ جہت ترقی خرچ کرنے کی راہ صرف اس وجہ سے روکی جا رہی ہے کہ ترقی کرتے کرتے کہیں یہ ممالک اسرائیل کے لیے خطرہ نہ بن جائیں۔ روزمرہ کی بمباری ان ممالک کا مقدر بن چکی ہے اقوام متحدہ کے ذریعے ان ممالک کو پابندیوں میں جکڑا جا رہا ہے کوئی دن ایسا نہیں گزرتا جب امریکہ اور برطانیہ کے جنگی جہاز عراق اور لیبیا پر حملہ آور نہ ہوں۔ یہ دہشت گردی معمول بن چکی ہے۔ مشرق وسطیٰ کے بیشتر مسلمان ممالک کے باشندے انتہائی کرب اور بے یقینی کی زندگی گزار رہے ہیں اسرائیلی دہشت گردی کا یہ عالم ہے کہ سالہاں سال سے نہتے مظلوم فلسطینی اسرائیل ٹینکوں، بکتر بند گاڑیوں اور میزائلوں کی زد میں ہیں۔ ان کا قصور صرف یہ ہے کہ وہ جینے کا حق مانگتے ہیں اور امریکہ مشرق وسطیٰ میں امن کی ہر کوشش کو سلامتی کونسل میں ویٹو کر رہا ہے۔ امریکہ ایران کو مشرق وسطیٰ کی ایک ابھرتی ہوئی مسلمان قوت کے طور پر شک کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ وہ ایران کے پرامن ایٹمی پروگرام اور دفاعی نوعیت کے میزائل پروگرام کو اسرائیل کے لیے خطرہ سمجھتا ہے اور ہر طرح سے اس کا راستہ روکنے کی کوشش میں لگا ہوا ہے یہ کہنا بھی بے جا نہ ہوگا کہ امریکہ اور برطانیہ ہر طرح سے مشرق وسطیٰ کی ترقی اور سلامتی کی راہ میں رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔ ان ہی رکاوٹوں کے نتیجے کے طور پر دہشت گردی کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے اور ردعمل کے جذبات راہ پاتے ہیں۔ بات یہیں تک نہیں مشرق وسطیٰ کے وہ ممالک جو امریکی دوستی کا دم بھرتے ہیں وہ بھی امریکہ کی جانبدار خارجہ پالیسیوں اور استحصالی ہتھکنڈوں سے نالاں ہیں۔ ان ممالک کو عرب ممالک کی تنقید کا بھی سامنا ہے۔ انیگلو امریکی بلاک مسلمان ممالک کے متعلق کیا سوچ رکھتے ہیں وہ ایک سابق اسرائیلی وزیراعظم یہود باراک کے اس بیان سے مترشح ہے جس میں اس نے امریکہ اور برطانیہ کو مشورہ دیا ہے کہ عراق، ایران، لیبیا اور افغانستان کو سبق سکھانے اور انہیں ہمیشہ کے لیے خاموش کر دینے کا وقت آ گیا ہے۔ اب ان کے خلاف بھرپور کارروائی ہونی چاہیے۔ سوال یہ ہے کہ ان ممالک کا قصور کیا ہے؟ ان

Marfat.com
Marfat.com

ممالک کے خلاف غیر مصدقہ الزامات کے الزام میں کسی بڑی کارروائی کو دہشت گردی کے کس زمرے میں شمار کیا جائے گا اور اس کے ردعمل کو کیا کہا جائے گا یہ بات باراک کے متاثرہ ذہن میں نہیں آتی۔

اس سارے معاملے کا ایک اہم پہلو یہ کہ امریکہ میں ہونے والی دہشت گردی کا سارا الزام افغانستان میں مقیم عرب باشندے اسامہ بن لادن پر ڈالا جارہا ہے اور اس بہانے افغانستان پر بھرپور حملے کی تیاری ہورہی ہے۔ یہ حقیقت ہم بھی جانتے ہیں امریکہ بھی جانتا ہے اور برطانیہ بھی اس بے خبر نہیں کہ اسامہ بن لادن کے لیے یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ اتنے گہرے اور Demanding قسم کے پلان کی منصوبہ بندی کرسکے افغانستان پابندیوں میں جکڑا ہوا ایک ایسا ملک ہے کہ اس کا بیرونی دنیا سے رابطہ مکمل طور پر کٹا ہوا ہے۔ نہ تو اسامہ کے پاس اتنے وافر وسائل ہیں نہ اس کی دسترس امریکہ کے اندر تک اتنی ہے کہ وہ اس قدر حساس قسم کے منصوبے پر عمل کروا سکے۔ عقل سلیم اس پورے واقعہ میں اسامہ کے ملوث ہونے کے تصور کو یکسر رد کرتی ہے۔ پھر خود امریکہ اسامہ بن لادن کو مشکوک یعنی Suspect قرار دیتا ہے اور کسی پر شک کی بناء پر ایک آزاد خودمختار ملک پر حملہ کسی طور پر بھی جائز قرار نہیں پاتا اصل حقیقت یہ ہے کہ امریکہ ایک عرصے سے افغانستان میں طالبان حکومت کی موجودگی کو برداشت نہیں کررہا۔ وہ کئی ملیوں سے افغانستان سے طالبان کے انخلاء کے درپے ہے وہ شمالی اتحار کی بھرپور حمایت کررہا ہے حالانکہ شمالی اتحاد کے لیے افغانستان پر خود کو مسلط کرنے کا کوئی جواز موجود نہیں۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ افغانستان میں امریکہ کے تمام مہرے پٹ چکے ہیں۔ اب اس کے پاس افغانستان کے خلاف طاقت کے استعمال کے سوا کوئی دوسرا راستہ رہ نہیں گیا۔ امریکہ ایک عرصے سے افغانستان میں عسکری مداخلت کی منصوبہ بندی کرتا رہا ہے۔ وہ فلسطین میں Observers کی تعیناتی کی تو مخالفت کرتا ہے مگر افغانستان پر Observers مسلط کرنے کے لیے یو این کا پلیٹ فارم استعمال کرتا ہے۔ امریکہ میں دہشت گردی کا الزام بن لادن پر تھوپ کر وہ اپنے تشنہ منصوبوں کو عملی جامہ پہنانا چاہتا ہے ہماری اس بحث کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ ہم امریکہ میں ہونے والی دہشت گردی کی حمایت کرتے ہیں۔ ہماری نظر میں امریکی بھی انسان ہیں اور انسانی جانوں کا

Marfat.com
Marfat.com

تلف ہونا۔ بے گناہ اور معصوم شہریوں کا قتل عام ہماری نظر میں ایک المیہ ہے اور ہم خود کو امریکی عوام کے غم میں برابر کے شریک سمجھتے ہیں۔ لیکن ہم یہ کہے بغیر بھی نہیں رہ سکتے کہ تشدد سے تشدد ہی جنم لیتا ہے۔ اور ہم واشنگٹن اور نیویارک کے المناک واقعہ کو تشدد ہی کی پیداوار سمجھتے ہیں۔ وقت گزر جائے گا۔ امریکی عوام کے زخم مندمل ہو جائیں گے لیکن کیا امریکہ کے غم زدہ عوام اپنی حکومت کو یہ احساس دلوا سکیں گے کہ ان کے فلاح کی راہ یہ نہیں کہ معصوم افغان عوام کو سزا دی جائے اس سے تشدد کی راہیں مسدود نہیں ہوں گی بلکہ دہشت گردی کا ایک طویل سلسلہ ایک Potentail خطرے کی طرح بنی نوع انسان کے سروں پر منڈلاتا رہے گا۔ شاید کوئی عنان بھی اس لیے مشوش نظر آتے ہیں۔

اندھے جنون انتقامی جذبے اور پروپیگنڈے کا شکار امریکی قیادت جس راہ پر سرپٹ بھاگ رہی ہے اسے اس پر بھاگنے اور صحیح خطوط پر غور و فکر کی دعوت دینے والوں میں چین اور روس بھی شامل ہیں چینی وزارت خارجہ کے ترجمان ژو بانگ ژاؤ کا کہنا ہے کہ دہشت گردوں کے خلاف شدید کارروائیوں کا وقت بلاشبہ ہے لیکن امریکہ کو ٹھوس ثبوتوں کے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھانا چاہیے چینی قیادت نے تمام امور پر اقوام متحدہ کے اندر بحث کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے کہا تھا کہ جوابی حملوں کے لیے سلامتی کونسل سے منظوری لی جائے عجلت میں کیے گئے فیصلوں کو مہذب دنیا تسلیم نہیں کرے گی روس نے بھی ٹھوس ثبوتوں کے بغیر افغانستان یا کسی دوسرے ممالک پر حملے کو انسانی المیہ قرار دیا ہے المیہ یہ ہے کہ امریکی وزیر دفاع ڈونلڈ رمز فیلڈ اب بھی اس بات پر اڑے ہوئے ہیں کہ امریکہ اسامہ کے حملوں میں ملوث ہونے کے ثبوت طالبان سمیت کسی کو پیش نہیں کریگا اس ہٹ دھرمی سے تو یہی تاثر پیدا ہوگا کہ امریکہ کے تحقیقاتی ادارے اور وائٹ ہاؤس حقیقت حال کو سمجھ چکے ہیں لیکن صاف سیدھے لفظوں میں اعتراف کو اپنی سبکی اور ابتداء سے اپنائے گئے موقف کے برعکس سمجھتے ہوئے جنگی جنون کو بڑھا رہے ہیں۔

امریکی قیادت غالباً اس حقیقت کو بھی مدنظر رکھنے کو تیار نہیں کہ اس غیر معقول طرز عمل کی بدولت ان ممالک کے لیے بھی مسائل پیدا ہوں گے جو دہشت گردی کے خاتمے کے لیے سنجیدہ اور ٹھوس اقدامات کے قائل ہیں ثانیاً یہ کہ انہیں (امریکی حکام کو) اس امر کا بھی چنداں احساس

Marfat.com
Marfat.com

نہیں کہ ضد ہٹ دھرمی اور غیر معقول طرز عمل سے خود امریکہ کے اندر جن نسلی تضادات نے جنم لیا ہے اس کے اثرات بد مزید بڑھے تو امریکہ میں نسلی فسادات ہو سکتے ہیں یہ خطرہ اس صورت تو میں بڑھ رہا ہے کہ گیارہ ستمبر کے بعد امریکہ میں پاکستان، بھارت اور مصر سے تعلق رکھنے والے امریکی شہریت کے حامل متعدد افراد کو قتل کر دیا گیا ہے امریکہ کی ریاست روہائیو میں ایک تیز رفتار کار کو مقامی مسجد کے مرکزی دروازے ٹکرا دیا گیا عینی شاہدین کے مطابق تیز رفتار کار کو جان بوجھ کر مسجد سے ٹکرا گیا مختلف امریکی ریاستوں میں مسلمانوں اور ان کے مذہبی مراکز پر حملوں کی وجہ سے مسلمان اور بالخصوص پاکستانی نژاد امریکی شہری گھمبیر صورتحال سے دوچار ہیں ایسا اس کے باوجود ہے کہ امریکی صدر جارج ڈبلیو بش واشنگٹن کے اسلامک سنٹر میں گئے اور وہاں تقریر کرتے ہوئے انہوں نے کہا امریکہ میں مقیم مسلمان ان کا تعلق کسی بھی ملک سے ہو دوسرے امریکیوں کی طرح ہی محب وطن ہیں امریکی کانگریس کے اجلاس میں بھی مسلمانوں پر حملوں کی شدید مذمت کی گئی سوال یہ ہے کہ کیا امریکہ، یورپ، اسرائیل، روس اور بھارت کے ذرائع ابلاغ نے پروپیگنڈے کا طوفان اٹھا کر جس انتہا پسندی کا فروغ دیا وہ محض بیانات اور قراردادوں سے ختم ہو سکتی ہے؟ عام فہم انداز ہیں اس سوال کا جواب یہی ہے کے جلتی پر تیل ڈالتے وقت خطرات کو مدنظر نہ رکھنے کے نتائج اب بھگتنا پڑیں گے لیکن اس آگ میں تنہا امریکی مسلمان ہی نہیں جلیں گے بلکہ آگ کا دائرہ جوں جوں پھیلے گا اسکی لپیٹ میں دوسرے شہری طبقے بھی آئیں گے ہیں اس نازک مرحلہ پر بھی اگر امریکی قیادت یہ سوچنے کی زحمت کر لے کہ خودکش حملوں، امریکہ اور مسلم امہ کے درمیان محاذ آرائی اور امریکہ میں نسلی فسادات کا فائدہ کسے اور نقصان کسے ہوگا تو عین ممکن ہے کہ امریکی حکام اپنی پالیسیوں پر نظر ثانی کرنے کی ضرورت کو تسلیم کریں اس ضمن میں ہر برطانوی وزیراعظم ٹونی بلیئر کا روزنامہ جنگ میں شائع ہونے والا مضمون بھی قابل توجہ ہے برطانوی وزیراعظم اسلام اور مسلمان، امریکہ میں دہشت گردی کے ذمہ دار نہیں کے عنوان سے حالات حاضرہ پر یوں اظہار خیال کرتے ہیں۔

" گزشتہ ہفتے امریکہ میں دہشت گردی پر مبنی جو حملے کیے گئے ان کے صدمے اور ان سے تنفر کے احساس نے برطانیہ بھر اور دنیا بھر کے لوگوں کو متحدہ کر دیا ہے اس مذموم کارروائی کے

Marfat.com
Marfat.com

ذمہ دار عناصر کی مذمت اس کا نشانہ بننے والے ہزاروں افراد کے غم اور ان سے ہمدردی کے اظہار نے مختلف برادریوں ملکوں اور عقائد سے تعلق رکھنے والے لوگوں کو ایک دوسرے کے قریب کر دیا ہے اس عظیم سانحے کی وسعت کا اندازہ لگانا مشکل ہے جانی نقصان غیر معمولی ہے صرف امریکا میں نہیں بلکہ کرہ ارض کے ہر حصے میں ہزاروں دل شکستہ خاندان اپنے پیاروں کے بچھڑنے پر غم واندوہ کے شکار ہیں مجھے خدشہ ہے کہ ان میں برطانیہ کے سینکڑوں خاندان بھی شامل ہیں اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ یہ دہشت گردی کی انتہائی سنگین واردات تھی جس سے دوسری جنگ عظیم کے بعد برطانوی شہریوں کی سب سے زیادہ تعداد متاثر ہوئی۔ دہشت گردی کے ان بلا امتیاز حملوں کے شکار بہت سی قوموں اور تمام عقائد سے تعلق رکھنے والے بیگناہ مرد، عورتیں اور بچے بنے ہیں۔ جیسا کہ برطانیہ کے مسلمان رہنما اور علما واضح کر چکے ہیں، میں جانتا ہوں کہ اس قسم کی بہیمیت اسلام کے سراسر منافی ہے، ہم نے حال ہی میں جس بربریت کا مشاہدہ کیا ہے وہ اسلام کی حقیقی روح اور اقدار کے بالکل برعکس ہے کیونکہ اسلام تحمل، رواداری اور انسانی زندگی کے احترام پر بہت زیادہ زور دیتا ہے۔ برطانیہ کے شائستہ لوگوں کی بہت بڑی اکثریت اس بات کو تسلیم کرتی ہے کہ امریکا میں پچھلے ہفتے جو کچھ بھی ہوا اس کی ذمہ داری مسلمانوں پر کسی بھی طرح عائد نہیں ہوتی، جو لوگ اس واقعہ کے ذمہ دار ہیں ان کا کسی کمیونٹی سے تعلق ہے نہ مذہب سے۔ وہ جنونی افراد ہیں، اسلام کو مورد الزام ٹھہرانا اسی طرح مضحکہ خیز ہے جس طرح شمالی آئرلینڈ میں وفاداروں کی طرف سے کیتھولک عقائد کے حامل افراد پر یا قوم پرستوں کی طرف سے پروٹسٹنٹ فرقے کے لوگوں پر حملوں کے سلسلے میں عیسائیت کو مورد الزام ٹھہرایا جائے۔ اس کے برعکس ہم جانتے ہیں کہ مسلمانوں کی بھاری اکثریت ان بیہمانہ کارروائیوں کی بھرپور مذمت کرتی ہے جیسا کہ مسلم کونسل برطانیہ نے پچھلے ہفتے اپنے سخت بیان میں تمام باضمیر افراد کے لئے دہشت کا باعث بننے والے ان مجرمانہ اور مذموم اقدامات کی مذمت کرتے ہوئے واضح کیا تھا یہی وجہ ہے دہشتگردی پر مبنی ان حملوں کے ذمہ دار افراد کو قانون کے کٹہرے میں لانے اور مستقبل میں اس قسم کے واقعات کی روک تھام کے لئے جو ممالک بین الاقوامی اتحاد بنانے کی کوشش کر رہے ہیں ان میں مسلمان ممالک بھی شامل ہیں۔ اس قسم کی دہشت گردی ہر قسم کے رحم کے جذبات سے عاری

Marfat.com
Marfat.com

ہوتی ہے، نہ ہی یہ کسی قومی سرحد کو مانتی ہے، یہ حملہ صرف معصوم لوگوں پر نہیں بلکہ تحمل ورداداری، آزادی اور جمہوریت کی اقدار پر بھی حملہ ہے جو ہمارے طرز زندگی کو متعین کرتے ہیں لہٰذا بین الاقوامی برادری یکجا ہو رہی ہے تا کہ ہماری سلامتی، ہماری اقوام اور ہماری روایات کو لاحق اجتماعی خطرے سے نمٹا جا سکے۔ ہمیں ضرورت اس بات کی نشاندہی کی ہے کہ اس قسم کی دہشت گردی کے پیچھے کون سے گروہوں کے ہاتھ ہیں، وہ کس طرح کام کرتے ہیں، وہ دنیا بھر میں کس طرح نقل وحرکت کرتے ہیں، انہیں سرمایہ کہاں سے حاصل ہوتا ہے اور انہیں کس طرح مدد و اعانت ملتی ہے، ہمیں یہ بھی ثابت کرنا ہوگا کہ ہم دہشت گردوں کو پناہ دینے والے ملکوں کو معاف نہیں کریں گے۔ ہمیں احتیاط اور حقیقی عزم کے ساتھ کاروائی کرنی ہوگی۔ میں یہ بات بھی کہونگا کہ اس وقت ہمارے پاس ہمشہ سے زیادہ اس بات کی وجوہ ہیں مشرق وسطی میں امن کے عمل کو مزید نظر انداز نہ کیا جائے بلکہ اگر ممکن ہو تو اس عمل میں نئی روح پھونکی جائے اور اسے آگے بڑھایا جائے۔ شدید نوعیت کے المیے کے باوجود امریکا کی طرف سے جوابی کاروائی میں کوئی عجلت نہیں کی گئی ہے۔ امریکا کو اس بات کا کریڈٹ جاتا ہے کہ قومی جذبات کی انتہا کے وقت اس نے تحمل اور احتیاط سے کام لیا اور دنیا بھر کے انٹیلی جنس ذرائع کی مدد سے اس نے ایسے شواہد جمع کئے جن سے پچھلے ہفتے کے حملے کی پشت پناہی کرنے والے افراد اور گروپوں کی نشاندہی ہوتی ہے۔ شواہد جمع کرنے کے اس کام کو بالکل اسی طرح جاری رہنا چاہئے جس طرح ہم تحمل کے ساتھ دنیا کے مہذب ملکوں کے بین الاقوامی اتحاد کی تشکیل کے لئے کام کرتے رہے ہیں تا کہ گزشتہ ہفتے کے قتل عام کے ذمہ داروں کا محاسبہ کیا جا سکے اور دہشت گردی کے اس نظام کو تباہ کیا جا سکے جس نے مذکورہ قتل عام کو ممکن بنایا۔

Marfat.com
Marfat.com

یقین دہانیاں اور تجدید عہد

وزارت خارجہ کے ترجمان نے حکومت موقف کو دہراتے ہوئے اقوام متحدہ کی حالیہ قراردادوں پر پاکستان کے عمل کا جو عندیہ دیا ہے اسے ان معاملات سے الگ کر کے نہیں دیکھا جاسکتا کہ امریکہ افغانستان پر حملے کے لیے پاکستان پر لاجسٹک اور فضائی حدود کے استعمال کی اجازت دینے پر زور دے رہا ہے امریکی قیادت کے دباؤ اور دوسرے امور پر جنرل مشرف کی حکومت پہلے دن سے پراسرار رویہ اپنائے ہوئے ہے ٹی بنک سے ادھار پر آئے ہوئے وفاقی وزیرخزانہ شوکت عزیز یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم امریکہ سے تعاون کریں گے لیکن کچھ شرائط منوا کر ان شرائط کے بارے عام خیال یہی ہے کہ شوکت عزیز اور اس قبیل کے دوسرے "بڑوں" نے امریکی حکام کو مکمل تعاون کی یقین دہانی کراتے ہوئے مالیاتی مشکلات میں پھنسی مشرف حکومت کے لیے چندآسانیاں فراہم کرنے پر زور دیا ہے مرحوم ضیاء الحق کی ناک کا بال سمجھے جانے والے ایک کالم نگار نے جنرل مشرف سے سنیئر صحافیوں کی ملاقات کے بعد اپنے کالم میں لکھا کہ امریکہ سے سودے بازی کا یہ بہترین موقع ہے اسے گنوایا نہیں جانے چاہیے دوسری طرف یہ اطلاعات بھی ہیں کہ افغانستان پر حملہ کے لیے لاجسٹک اور فضائی تعاون کی قیمت کے طور پر امریکہ پاکستان پر عائد پابندیاں اٹھالے گا 98ء کے ایٹمی دھماکے بعد عائد کی گئی پابندیوں کے اٹھائے جانے کی اطلاعات کا خیر مقدم کرتے ہوئے وزارت خارجہ کے حکام یہ کہہ رہے ہیں کہ کوئی باضابطہ اطلاع نہیں لیکن امریکہ ایسا کرتا ہے تو یہ پاکستان کے حق میں بہتر ہوگا گیارہ ستمبر کے افسوسناک واقعات کے بعد امریکیوں نے جنرل مشرف کی حکومت سے جن معاملات میں کھلے تعاون کے لیے کہا تھا اول حکومتی ذرائع ایسی کسی بات سے یکسر انکاری تھے لیکن جنرل پرویز مشرف کے اس اقرار کے بعد کہ امریکہ نے لاجسٹک اور فضائی تعاون کے لیے کہا ہے پوری بات واضح ہوجاتی ہے اور یہ بھی کہ معاملے صرف ان دو جہتوں تک ہی محدود نہیں بلکہ امریکی حکام انٹیلی جنٹس نیٹ ورک میں تعاون کے علاوہ پاکستان کی عسکری شرکت کے خواہش مند بھی ہیں۔ جماعت اسلامی کے امیر قاضی حسین احمد حکومت کے امریکہ سے تعاون کا تجزیہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ امریکہ کا ہدف

Marfat.com
Marfat.com

افغانستان نہیں بلکہ پاکستان کا ایٹمی پروگرام ہے وہ شوکت عزیز کے بیان کا حوالہ دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ عزت، غیرت اور مذہب کو فروخت کر کے خوشحالی حاصل نہیں کی جاسکتی امریکہ کے حاکمانہ رویے کے سامنے جنرل مشرف کی حکومت لیٹ چکی ہے اس اثنا میں افغانستان کا دورہ کر نے والے پاکستانی وفد کی واپسی پر یہ خبریں بھی سامنے آئی ہیں کہ طالبان کی قیادت نے پاکستان وفد سے کہا ہے کہ اسامہ کے حالیہ واقعات میں ملوث ہونے کے ٹھوس ثبوت فراہم کر دیئے جائیں تو طالبان اسامہ کے خلاف اسلامی کانفرنس کی تنظیم کی نگرانی میں تیسرے ملک میں مقدمہ چلانے پر غور کریں گے۔ طالبان نے شمالی اتحاد اسلحہ کی فراہمی کو روکنے اور افغانستان پر عائد اقتصادی پابندیوں کو اٹھانے کی شرط بھی عائد کی ہے۔

گو امریکی حکام تعاون کے بدلے پاکستان سے کسی قسم کی سودے بازی کے معاملے کو بے بنیاد قرار دے رہے ہیں لیکن محض ایک تردیدی بیان سارے معاملات کی پردہ پوشی کے لیے کافی نہیں آئی آیس آئی کے سربراہ جنرل محمود احمد کے حالیہ دورہ امریکہ اور پھر طالبان کی قیادت سے ملاقاتوں کے حوالے سے منظر عام پر آنے والی اطلاعات تردیدوں سے مختلف ہیں اس کی تصدیق طالبان کے ریڈیو شریعت سے اسامہ بن لادن کے نشر ہونے والے اس بیان سے بھی ہوتی ہے کہ پاکستانی وفد میری (اسامہ بن لادن) گرفتاری کے لیے طالبان کو رضامند کرنے آیا تھا لیکن یہ ناممکن ہے امریکہ کے عالمی سیاست میں برتر کردار اور دوسرے امور کے حوالے سے امسامہ بن لادن کے خیالات کسی سے ڈھکے چھپے نہیں امریکیوں کے سخت گیر موقف اور خود کو حالیہ واقعات کا ذمہ دار ٹھہرائے جانے کی اسامہ تردید کرتے ہیں لیکن وہ بحیثیت مجموعی امریکہ کے بارے کیا نظریات اور عزائم رکھتے ہیں ان کا اندازہ کراچی کے ہفت روزہ غازی کی 8 اگست والی اشاعت میں شائع ہونے والے ان کے انٹرویو سے لگایا جاسکتا ہے اسامہ بن لادن کے اس انٹرویو کے بارے جریدے کے خصوصی نوٹ میں انٹرویو کے مصدقہ ہونے کے موقف کو دہرایا گیا ہے وہ (اسامہ بن لادن) کہتے ہیں۔

سوال آپ امریکی پالیسیوں کے خلاف جدوجہد کو جہاد کا نام دیتے ہیں جبکہ جہاد کا حکم مسلمان سربراہ مملکت دے سکتا ہے اس صورت میں آپ کی جانب سے جہاد کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

Marfat.com
Marfat.com

اسامہ بن لادن: پہلی بات تو واضح ہونی چاہیئے کہ مجھ سمیت کوئی بھی مسلمان کسی ملک قوم یا نظریے کے خلاف اس لیے سرگرم نہیں ہوتا کہ وہ اسے پسند نہیں ہے یا اسلام کے دائرے سے باہر سمجھتا ہے۔ اس لیے اسے مٹانے پر تل جاتا ہے اسلام میں دوسرے مذاہب اور ان کے ماننے والوں کے احترام کی جتنی سخت اور واضح ہدایات موجود ہیں ان کی مثال کسی دوسرے مذہب میں نہیں ملتی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو مسجد نبوی میں دوسرے مذاہب کے لوگوں کو اپنے طریقے کے مطابق عبادت کی اجازت تک دے دی تھی اسلام رواداری اور محبت کا مذہب ہے تنگ نظری اور نفرت کا نہیں۔ لیکن جو بات ہم دوسروں کے لیے مناسب اور حق سمجھتے ہیں اس کی توقع دوسروں سے بھی کرتے ہیں۔ ہم ان کے مذہبی معاملات اور مقدس مقامات کو سیاسی تنازعات کی زد میں لے کر اپنے زیر اثر نہیں لاتے تو انہیں بھی ہمارے مقدس مقامات اور مذہبی احساسات کا احترام کرنا چاہئے۔ ان کی جانب سے ایسی کوئی بھی کوشش ناپسندیدہ ہو سکتی ہے لہذا امریکہ ہو یا کوئی اور ملک سب پر اس کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ ہم امریکہ کے خلاف نہیں ہیں اس کی ان پالیسیوں کے خلاف ہیں جن کا مقصد عالم اسلام میں تفرقہ ڈالنا یا انہیں نقصان پہنچانا ہے۔ اور یہ کسی ایک اسامہ کے دل کی بات نہیں ساری امت مسلمہ کے دل کی آواز ہے اور یہ یاد رہے کہ ایسی ہر پالیسی کے خلاف آواز بلند کرنا جہاد ہے۔ جہاد محض قتال کا نام نہیں بلکہ اس حوالے سے کوئی بھی کوشش جہاد کے زمرے میں آتی ہے یہاں تک کہ برائی اور ظلم کو اپنے دل میں برا سمجھنا بھی جہاد کا حصہ ہے اگرچہ یہ ایمان کی آخری حد ہے۔ امریکہ کو سوچنا چاہیے کہ کیوں عالم اسلام میں اس کے خلاف جذبات پروان چڑھے ہیں جگہ جگہ اسلامی انقلابی تحریکیں کیوں جنم لے رہی ہیں؟ اس کی وجہ یہ نہیں کہ انہیں امریکیوں کے رنگ نسل مذہب یا وطن سے نفرت ہے جی نہیں۔ بلکہ اس لیے کہ انہیں امریکی رویوں اور پالیسیوں سے اختلاف ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ انہیں اپنے اختلاف کے اظہار کا کوئی موقع حاصل نہیں۔ دوسری بات یہ کہ امریکہ دوست کے بجائے ایجنٹ کا قاتل ہے کیونکہ دوست سے برابری کی سطح پر معاملہ کرنا پڑتا ہے اور ایجنٹ ہدایات پر عمل کرتا ہے۔ آج امریکہ اپنی اسلام دشمن پالیسیوں سے علیحدہ ہو جائے تو اس سارے ردعمل میں بھی کمی ہو جائے گی جو ان کا نتیجہ ہے۔ شرعی طور پر جہاد کا اعلان مسلمانوں کے امیر اور علمائے کرام کے

Marfat.com
Marfat.com

متفقہ فیصلے کے نتیجے میں ہی کیا جا سکتا ہے اور اس بات کا امکان تو بہر حال موجود ہے کہ اگر اسلام اور اسامہ کے خلاف جارحانہ سازشیں جاری رہیں تو کسی دن یہ اعلان بھی ہو سکتا ہے۔

سوال کیا آپ کے نزدیک بغیر پیشگی اطلاع کے نہتے افراد کے خلاف پر تشدد کارروائی جائز ہے؟

اسامہ بن لادن: میرے نزدیک تو نہتے اور بے گناہ افراد کے خلاف پیشگی اطلاع کے ساتھ کارروائی بھی جائز نہیں کجا یہ کہ پیشگی اطلاع کے بغیر کی جائے۔ اسلام ہمیں حکم دیتا ہے کہ ہم عورتوں، بچوں، بوڑھوں اور بے گناہ شہریوں کو جنگ کے آلام کی نذر نہ ہونے دیں خواہ ان کا تعلق ہم سے ہو یا مخالفوں سے۔ میرے حوالے سے یہ ایک ایسی غلط فہمی ہے جو جان بوجھ کر پھیلائی گئی ہے۔ سوال یہ ہے کہ جب افغانستان کے طویل برسوں میں ہم نے پکڑے جانے والے روسی جنگی قیدیوں کے خلاف ایسے کسی سلوک کی حوصلہ افزائی نہیں کی تو کسی اور کے خلاف اور وہ بھی بے گناہ اور نہتے شہریوں کے خلاف ایسا کیسے کیا جا سکتا تھا حالانکہ روسی جنگی قیدی تو روسی فوج سے تعلق رکھتے تھے اور مجاہدین کے خلاف مسلح جنگ کے دوران پکڑے جاتے تھے اس کے باوجود ان سے افغان اور عرب سارے مجاہدین حسن سلوک کرتے تھے اصل بات یہ ہے کہ عالمی رائے عامہ کے جذبات ابھارنے کے لیے ایسے ہتھکنڈے استعمال کیے جاتے ہیں جن کا مقصد امریکہ کی پالیسی سے اختلاف رکھنے والے کسی شخص گروہ ملک یا قوم کا چہرہ اور کردار مسخ کرنا ہو۔ یہ اس لیے ہوتا ہے کہ اسے عالمی برادری میں تنہا کیا جا سکے تاکہ جب اس کے خلاف کارروائی کی جائے تو کسی کے ہونٹوں سے کلمہ خیر نہ نکل سکے۔

سوال آپ نے افغان جہاد سے اتنی شہرت نہیں پائی جتنی امریکہ کو للکار کر حاصل کی لیکن سعودی عرب اور حرمین شریفین سے امریکیوں کے اخراج کے لیے آپ کیا منصوبہ رکھتے ہیں؟

اسامہ بن لادن: میں نے تو امریکہ کو نہیں للکارا۔ اسی نے مجھے للکارا ہے۔ دنیا بھر میں میری اور میرے ساتھیوں کی شہرت کا ذمہ دار بھی امریکہ ہے۔ اسی نے اٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے کھاتے پیتے ہمارے خلاف مہم چلائی ہے اور اسے عالمی موضوع بنا دیا ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ

Marfat.com
Marfat.com

روس کے ٹوٹنے کے بعد امریکی اداروں کو اپنے بجٹ اور اختیارات بحال رکھنے کے لیے کوئی دشمن چاہیے تھا جس سے ڈرا کر وہ امریکی عوام اور کانگریس سے فنڈ لے سکیں۔ سو انہیں اسامہ نظر آ گیا جس پر صریح طرح کے الزامات لگا دیے گئے اور ان کی بنیاد پر سزا دینے کا جواز بھی تراش لیا گیا۔ میں تو آپ بھی اللہ کا وہی عاجز بندہ ہوں جو جہاد افغانستان کے دوران تھا میں نہ تو کسی کو للکارنے پر یقین رکھتا ہوں نہ کسی کی للکار پر توجہ دینے کا قائل ہوں۔ جہاں تک حرمین شریفین کا معاملہ ہے تو یہ ملکی اثرات کا مسئلہ صرف وہاں تک محدود نہیں۔ عالم اسلام میں ہر اہم اور حساس مقام پر امریکی اثرات موجود ہیں یہ تمام مسلمانوں کے سوچنے کا کام ہے کہ ان اثرات سے کیسے نجات پائی جائے۔ میرے نزدیک اس کے اسباب معاشی بھی ہیں اور سیاسی بھی بعض حکومتیں اپنے اقتدار کو محفوظ رکھنے کی خاطر امریکی اثرات قبول کرتی ہیں اور بعض معاشی دباؤ کی وجہ سے۔ بات یہ ہے کہ اس حقیقت کو ماننا اور قبول کرنا ذرا مشکل ہے کہ امریکہ سے اوپر بھی ایک سپر طاقت ہے جس کی طاقت لازوال ہے اور جس کی مرضی کے بغیر پتہ نہیں کھڑکتا۔ کبھی اس سے بھی رجوع کر کے دیکھ لیا جائے۔ یہ ہے تو مشکل کام لیکن ایسا کر کے دیکھ لیا جائے تو بہت سی مشکلات سے نجات مل جائے گی۔

سوال وسط ایشیائی ریاستیں اور چین طالبان انقلاب سے خوفزدہ ہیں انہیں کیسے اطمینان دلایا جا سکتا ہے؟

اسامہ بن لادن: میرا خیال ہے کہ ایسا نہیں ہے وسط ایشیا کی ریاستوں سے طالبان حکومت کے مسلسل رابطے ہیں اور ان کے نتائج بھی کافی خوشگوار نکلے ہیں مثلاً ترکمانستان سے تو بڑے پیمانے پر تجارت بھی ہو رہی ہے۔ طالبان حکومت اور ان کے درمیان بڑے مضبوط تعلقات ہیں ترکمانستان ہی نے دیگر وسط ایشیائی ریاستوں اور طالبان حکومت کے درمیان مراسم قائم کرنے میں سرگرم کردار ادا کیا ہے طالبان حکومت نے ان تمام حکومتوں کو یقین دلایا ہے کہ وہ ان کے اندرونی معاملات میں کسی صورت مداخلت نہیں کرے گی اور نہ آئندہ ایسا کرنے کا اس کا کوئی ارادہ رکھتی ہے۔ وہ ہمسایہ ملکوں کی خودمختاری اور آزادی پر مکمل یقین رکھتے ہیں اور ان سے بھی یہی توقع رکھتے ہیں۔ جہاں تک چین کا تعلق ہے تو شاید آپ جانتے ہوں گے کہ افغانستان

Marfat.com
Marfat.com

میں سب سے زیادہ ترقیاتی کام چینی کر رہے ہیں چین کو اطمینان دلایا گیا ہے کہ افغانستان کسی بھی صورت میں ایسی کسی سرگرمی کی حوصلہ افزائی نہیں کرے گا جس سے دونوں ملکوں کے درمیان ناگواری جنم لے ویسے بھی اس خطے میں امریکی اثرات ختم کرنے کے لیے چین کی ضرورت ہے کہ طالبان حکومت سے اچھے مراسم رکھے جائیں۔

سوال بھارت کے مسلمان سب سے زیادہ مظلوم ہیں ہر شعبے میں ان کا استحصال ہو رہا ہے دنیا بھر کے مسلمان ان کے لیے کیا کر سکتے ہیں؟

اسامہ بن لادن: بھارتی مسلمان امت مسلمہ کے جسد کا حصہ ہیں دینی حوالے سے وہاں کے مسلمان علما اور مشاہیر کی بڑی خدمات ہیں۔ محض مسلمان ہونے کی وجہ سے بھارتی مسلمانوں کے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے وہ انتہائی تکلیف دہ افسوسناک ہے۔ بھارت کو یاد رکھنا چاہیے کہ کفر کی حکومت چل سکتی ہے ظلم اور ناانصافی کی نہیں۔ ویسے بھی بھارت ہندو بنیاد پرستی کی جانب جس طرح لوٹ رہا ہے اس سے یہ بات واضح ہوتی جا رہی ہے کہ لامحالہ ایک دن وہ بھی روس کی طرح ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا کیونکہ جیسے جیسے دوسرے مذاہب سے تعلق رکھنے والی قوموں پر عرصہ حیات تنگ ہوتا جائے گا وہ اپنی آزادی کے لیے اٹھ کھڑی ہوتی رہیں گی۔ بھارت کو سمجھنا چاہئے کہ سیکولرازم کوئی ازم نہیں نہ وہ ایسی قوت ہے جو انصاف کو جوڑ کر رکھے مملکتیں انصاف اور رواداری سے مستحکم ہوتی ہیں اور اس چیز کی بھارت میں کمی ہے۔ امت مسلمہ کا فرض اور ذمہ داری ہے کہ وہ بھارت کے مسلمانوں کے لیے ہر سطح پر نہ صرف آواز بلند کریں بلکہ ان کی امداد کے لیے فلاحی تنظیمیں بھی قائم کریں ہم ایک جسم کی طرح ہیں ایک عضو کو تکلیف ہوگی تو سارے جسم میں درد ہوگا۔ یہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ بھارتی مسلمان خود کو تنہا اور علیحدہ نہ سمجھیں اور کم حوصلہ نہ ہونے پائیں۔ ان کی امداد خاص طور پر تعلیمی، سماجی اور معاشی میدانوں میں ہونی چاہئے تاکہ وہ ہندو معاشرے میں مقابلے کے لیے توانائی پا سکیں۔

سوال کیا بھارت میں آپ کے ایسے نمائندے ہیں جن کے ذریعے وہاں کے مسلمانوں کے لیے کوئی امدادی کام کیا جا سکے؟

اسامہ بن لادن: میں سمجھ رہا ہوں کہ آپ مجھ سے کیا پوچھنا چاہتے ہیں لیکن میں

Marfat.com
Marfat.com

صرف اتنا کہوں گا کہ دنیا کے ہر خطے یا ہر ملک میں موجود ہر مسلمان ہمارا نمائندہ ہے ہمارا بھائی ہے اور ہمارا دینی ساتھی ہے۔ بھارت میں ایسے دردمند اور معاملہ فہم مسلمانوں کی کوئی کمی نہیں جو اپنے لوگوں کے لیے کچھ کرنا چاہتے ہیں انہیں صرف حوصلے اور تھوڑی بہت مدد کی ضرورت ہے۔ یہ مدد ہر اس مسلمان پر فرض ہے جسے اللہ نے فہم وسائل اور دردمند دل دیا ہے۔

سوال: مہاتیر محمد نے حال ہی میں یورو کی طرز پر مسلم ممالک کی کرنسی جاری کرنے کی تجویز دی آپ کیا کہتے ہیں؟

اسامہ بن لادن: بلاشبہ ایک اچھی تجویز ہے لیکن میرے خیال میں امت کو اس سے کہیں بڑے مسائل درپیش ہیں بہتر ہوگا کہ پہلے ان کے لیے سر جوڑ کر بیٹھا جائے مشترکہ کرنسی کا معاملہ خود یورپ میں اتنا کامیاب نہیں رہا ویسے بھی وہاں اس کا مقصد ڈالر کے غلبے سے نجات پانا تھا جو بوجوہ ممکن نہیں ہو سکا لیکن یورو کے پیچھے کوئی فلسفہ یا کوئی نظریاتی بنیاد نہیں بھی بلکہ صرف اور صرف ڈالر کے مقابلے میں ایک کرنسی متعارف کرائی جانی تھی۔ یقیناً عالم اسلام میں ایسا نہیں ہوگا کیونکہ مشترکہ اسلامی کرنسی رائج کرنے کی صورت میں نظریاتی ہم آہنگی اور اسلامی فلسفہ اس کے پیچھے ہوگا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ عالم اسلام کے کتنے ملک اسے خوش آمدید کہیں گے؟ کتنے ملک امریکی مغربی اور یہودی دباؤ کے آگے ڈٹ کر اس کی پشیشانی کریں گے۔ یہی وہ نکتہ ہے جس کے باعث یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ تجویز اگرچہ اچھی ہے مگر قبل از وقت ہے اسلام دشمنوں کی معاشی جکڑ بندی ختم کرنے کے لیے سب سے پہلے سودی نظام سے نجات حاصل کرنی چاہیئے تاکہ اس پورے نظام کی بنیاد مسترد کیا جا سکے جو سرمایہ دارانہ نظام معیشت کا نمائندہ ہے۔ سودی نظام کے مقابلے میں ایک غیر سودی معاشی نظام کا کامیاب تجربہ ہونا ضروری ہے خواہ وہ کسی ملک میں ہو۔ ایک بار وہ ہو گیا اور دوسرے اسلامی ملک اس کی جانب راغب ہو گئے تب ہی اسلامی کرنسی کی تجویز سودمند ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اسلامی کرنسی کی بنیاد تو غیر سودی نظام ہونا چاہیئے سودی نظام نہیں ورنہ وہ بھی کان نمک میں نمک ہو جائے گی۔

سوال: آپ کی صحت کے بارے میں متضاد اطلاعات ملتی رہی ہے حقیقت کیا ہے؟

اسامہ بن لادن: اللہ کا شکر ہے کہ میں پوری طرح صحت مند ہوں اور اپنے تمام

Marfat.com
Marfat.com

فرائض بخوبی انجام دے رہا ہوں کچھ عرصہ قبل گردوں میں معمولی تکلیف ہوئی تھی لیکن اللہ کے فضل سے وہ دور ہوگئی۔ مصیبت اور بیماری اللہ کی طرف سے آزمائش ہے دعا کرنی چاہیے کہ اللہ اس آزمائش میں سرخرو رکھے ویسے بھی میرا طرز زندگی خاصا سادہ ہے اس لیے چھوٹی موٹی بیماریاں قریب نہیں آتیں۔

سوال ان اطلاعات میں کہاں تک صداقت ہے کہ آپ مقبوضہ کشمیر کے مجاہدین کی مدد کررہے ہیں؟

اسامہ بن لادن: کشمیری مجاہدین عالم اسلام کے ماتھے کا جھومر ہیں انہوں نے اپنے لہو سے آزادی کے چراغ روشن کیے ہیں وہ اسی امت کا حصہ ہیں جس سے ہمارا تعلق ہے۔ ایک کشمیر میں کیا دنیا بھر میں جہادی سرگرمیاں جہاں جہاں بھی ہورہی ہیں ان میں شریک سب مجاہدوں کے ساتھ ہمارا دل دھڑکتا ہے میری ہمدردیاں اور دعائیں ان سب سے ساتھ ہیں۔ کشمیری مجاہدین کے لیے میرا پیغام ہے کہ وہ اپنی کوششوں کو سراسر اسلامی بنیادوں پر استوار کیے رکھیں۔ جہاد ہی ان کا طرز زندگی ہے ہو اور یہی راستہ انہیں کامیابی دلائے گا۔ ہم ہر طرح سے ان کے ساتھ ہیں۔

سوال فلسطین میں اسرائیلی مظالم پر عرب ممالک کی خاموشی کیا معنی رکھتی ہے؟

اسامہ بن لادن: عربوں کو جان لینا چاہیئے کہ اسرائیل عالم عرب کی پشت پر ایک آبلہ ہے اسے کاٹ کر دور پھینکے بغیر نہ ان کی پشت محفوظ ہوگی نہ انہیں یا ان کی آئندہ نسلوں کا آرام ملے گا۔ اسرائیل ایک ایسا روگ ہے جسے زندگی کا حصہ بنائے رکھنے سے زندگی تباہ ہو جائے گی۔ عربوں کو یہ بھی جان لینا چاہیئے کہ فلسطینی آخری ہدف نہیں۔ پہلا ہدف ہیں اگر آج وہ فلسطینیوں کے قتل عام پر خاموش رہیں گے تو کل ان کے قتل عام پر عالم اسلام خاموش رہے گا۔ عربوں کی ملی غیرت کا تقاضہ ہے کہ وہ اسے زندگی اور موت کی بازی سمجھ کر کھیلیں۔ اسرائیل کی سرشت میں امن بقائے باہمی نہیں ہے وہ پورے عالم اسلام کو اپنا دشمن سمجھتا ہے اور اسی کے مطابق تیاری رکھتا ہے تو عالم اسلام بھی اسے اپنا دشمن کیوں نہ سمجھے اور اسی کے مطابق تیاری کیوں نہ کرے۔

Marfat.com
Marfat.com

سوال طالبان پر شدید دباؤ ہے کہ آپ کو امریکہ کے حوالے کر دیا جائے اگر ایسا کوئی مرحلہ آیا تو کیا آپ آسانی سے گرفتاری دے دیں گے؟

اسامہ بن لادن: یہ سوال بنیادی طور پر غلط ہے اور ایک غلط مفروضے پر استوار کیا گیا ہے۔ امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد کی قیادت میں طالبان حکومت اس حوالے سے اپنا موقف کئی بار واضح کر چکی ہے میں اور میرے ساتھ افغانستان میں مہمان ہیں ہم طالبان کے مہمان ہیں اور طالبان مہمانوں کی روایات سے بخوبی واقف ہیں۔ ہم اس سے پہلے طالبان حکومت کو یہ پیشکش کر چکے ہیں اگر ہماری وجہ سے وہ تکالیف میں مبتلا ہو رہے ہیں تو ہم افغانستان سے کہیں اور جانے پر آمادہ ہیں لیکن امیر المومنین اور طالبان حکومت نے اس معاملے میں اسلامی اور ملی غیرت کا ایسا مظاہرہ کیا ہے جس کی مثال جدید دنیا میں کہیں نہیں ملتی۔ ویسے بھی یہ افغانوں کی روایات کے خلاف ہے کہ کوئی ان کے مہمان کو نقصان پہنچانے کے درپے ہو اور اسے خاموشی سے ہضم کر لیں۔ افغانوں کی یہ روایات بڑی خوبصورت ہیں اور اسلامی روایات کا اصل عکس ہیں۔ جہاں تک میرا تعلق ہے تو میرے دل میں سوائے اپنے رب کے کسی کا ڈر نہیں وہی مالکوں کا مالک اور دلوں کا حال جاننے والا ہے۔ امریکہ تو کیا زمین و آسمان کی ساری قوتیں مل کر بھی نقصان پہنچانا چاہیں اور اللہ کو منظور نہ ہو گا تو کچھ نہیں ہو سکتا۔

سوال چیچنیا کے مجاہدین سے آپ کے رابطوں کی خبریں بڑی گرم ہیں اور روسی حکومت بار بار یہ الزام عائد کرتی ہے کے آپ ان کی مالی امداد کر رہے ہیں ساتھ ہی القاعدہ کے مجاہدین بھیج رہے ہیں کیا یہ غلط ہے؟

اسامہ بن لادن: چیچن روئے زمین پر چند بہادر ترین اقوام میں سے ایک ہیں۔ وہ روسیوں سے لڑنا بھی جانتے ہیں اور انہیں شکست دینا بھی۔ انہیں کسی لڑنے والے کی ضرورت نہیں ان کی پوری قوم جنگجو ہے یہاں تک کے عورتیں اور بچے بھی۔ اس لیے یہ الزام تو بالکل بے معنی ہے کہ القاعدہ تنظیم کے مجاہدین وہاں بھیجے گئے ہیں جہاں تک امداد کا تعلق ہے تو جیسے کہ کہہ چکا ہوں کہ روئے زمین پر جہاں بھی جہاد ہو گا ہماری دعائیں اور ہمدردیاں ان کے ساتھ ہوں گی۔ چیچن مجاہدین آج سے نہیں ایک صدی سے اپنی آزادی کی جدوجہد میں مصروف ہیں۔ چند

Marfat.com
Marfat.com

برسوں سے اس جہاد میں تیزی آئی ہے اور روسی حکومت کے دانت کھٹے ہو گئے ہیں چیچن مجاہدین کے ہاتھوں اپنی ناکامی چھپانے اور شرم سار ہونے سے بچنے کے لیے وہ یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ یہ چیچن نہیں جنہوں نے انہیں ہرایا ہے بلکہ بیرونی امداد اور بیرونی مجاہدین ہیں جنہوں نے انہیں شکست دی ہے یہ چیچنوں کی توہین بھی ہے اور ان کی بہادری کو پردے میں چھپانے اور اپنی کمزوری کو نقاب پہنانے کی کوشش بھی۔ روسی حکومت یہ الزام اس لیے بھی لگاتی ہے تا کہ امریکہ کو خوش کر سکے۔ وہ جانتی ہے کہ امریکہ اسامہ کے بارے میں کیا جذبات رکھتا ہے اس طرح وہ چیچن مجاہدین کو عالمی حمایت سے بھی محروم رکھنا چاہتی ہے جو آزادی کی تحریک چلانے والوں کی حیثیت سے ان کا حق بنتا ہے۔

سوال حالیہ پاک بھارت مذاکرات کو آپ کس نظر سے دیکھتے ہیں؟

اسامہ بن لادن: یہ بہت اچھی پیشرفت ہے اس سے علاقے میں امن کے قیام میں مدد ملے گی اگر بھارت اپنی ہٹ دھرمی سے باز آ گیا اور اس نے کشمیری عوام کو حق خودارادیت دینے پر آمادگی ظاہر کر دی تو یہ دنیا بھر کی جہادی اور آزادی کی تحریکوں کے لیے خوش آئند خبر ہوگی۔

سوال افغانستان چھوڑ کر جانا پڑے تو کہاں جائیں گے؟

اسامہ بن لادن: فی الحال اس بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کیا۔

سوال حکمت یار اور طالبان کے درمیان رابطوں میں آپ کا بھی کوئی کردار تھا؟

اسامہ بن لادن: مجھے خوشی ہوگی اگر میں تمام مسلمان اور مجاہد بھائیوں کو ساتھ بٹھا کر باہم مل کر چلنے پر رضامند کر سکوں۔

سوال بھارت میں بعض افراد کو گرفتار کیا گیا ہے اور ان پر الزام عائد کیا گیا ہے کہ وہ آپ کے ساتھی تھے اس میں کتنی حقیقت ہے؟

اسامہ بن لادن: بھارتی حکومت بھی امریکہ کو خوش کرنے کی خواہش مند ہے شاید وہ سمجھتی ہے کہ اسامہ کے نام کوئی بھی کارروائی یا سرگرمی امریکی حکومت کی توجہ اپنی جانب کھینچ لے گی اور ان کے دل میں بھارت کے بارے میں نرم گوشہ پیدا کر دے گی۔ دنیا بھر میں کفر اور طاغوت

Marfat.com
Marfat.com

کے ہاتھوں ظلم کا شکار بننے والے تمام مسلمان میرے بھائی ہیں ہم سب ایک نظریے کے لیے کام کر رہے ہیں تاہم بھارت میں گرفتار ہونے والوں کا تنظیمی یا غیر تنظیمی طور پر ہم سے کوئی تعلق نہیں البتہ مسلمان ہونے کے ناطے سے وہ ہم سب کی ہمدردیوں کے مستحق ہیں۔

سوال جہاد کے حوالے سے دنیا بھر کے مسلمانوں کے لیے کیا پیغام دیں گے؟

اسامہ بن لادن: جہاد اللہ کی رسی ہے ہمیں چاہیے کہ اسے مل کر تھام لیں۔ ہم سب کو چاہیے کہ جہاد کے راستے پر چل پڑیں خواہ ہلکے ہوں وہ بوجھل۔ جب تک ہم اپنے جان مال اسباب اولاد اللہ کے راستے میں قربان کرنے پر آمادہ نہیں ہوں گے مومن نہیں کہلائیں گے۔ جہاد ہمارا اول ہے اور وہی آخر۔ سر اٹھا کر جینے اور اللہ کی زمین پر اللہ کا نظام نافذ کرنے کا واحد راستہ جہاد ہے۔ تاریخ میں جب بھی مسلمانوں نے جہاد سے منہ موڑا وہ سرنگوں اور خوار ہوئے۔ یہ جہاد ہی ہے جو ہمیں سربلند رکھتا ہے اور عزت دلاتا ہے۔ ہمارے دشمنوں پر ہیبت اور دبدبہ طاری کرتا ہے۔ جہاد اس دنیا میں اللہ کے انعاموں میں سے ایک انعام ہے۔ کیوں نہ ہم سب اپنا شمار اللہ کے انعام یافتگان میں کرلیں۔

Marfat.com
Marfat.com

کچھ ان سوالوں کے بارے جو ہتھیلیوں پر رقص کر رہے ہیں

امریکہ کے اقتصادی اور دفاعی مراکز پر خودکش حملوں کے بعد امریکی قیادت نے انصاف کے تقاضے پورے کئے بغیر جس طرح اسامہ بن لادن کو ان سوغات کا ذمہ دار قرار دیا اور پھر دنیا بھر اور بالخصوص پاکستان سے یہ تقاضہ کیا جانے لگا کہ وہ اہداف کے معول میں غیر مشروط تعاون کرے اس سے بہت سارے سوالات جنم لیتے ہیں ان سوالات کا جواب اصولی طور پر تو امریکہ ہی دینا چاہیئے خصوصاً اس صورت میں کہ جب ان واقعات کے اسباب ومحرکات کے علاوہ ان کے اطلاعاتی پہلوؤں پر غور کرنے کے بعد بہت سے نئے زوایئے واہ ہوئے ہوں۔ ورلڈ ٹریڈ سنٹر اور پینٹا گون پر حملے خواہ کسی نے کئے ہوں اس امر پر دو آراء نہیں کہ امریکہ کے تمام انٹیلی جینس ادارے اور تمام دوسرے نگران ونظر دار ایجنسیاں ان حملوں کے بارے قبل از وقت کچھ نہیں جان پائیں اور بعد ازاں امریکی قیادت نے جو اہداف مقرر کر لیے ہیں وہ محض میڈیا مینجری کے مرہون منت ہیں اصولی طور پر ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ان المناک واقعات کے بعد سی آئی اے۔ ایف بی آئی پنیٹا گون اور سیکرٹ سروس کے سربراہوں کو فوری طور پر ہر طرف کر دیا جاتا لیکن نہ تو انصاف کے اعلیٰ اصولوں کی تکمیل کو ضروری سمجھا گیا اور نہ ہی ان نکات پر توجہ دینے کی ضرورت محسوس کی جارہی ہے جن بارے پوری دنیا میں بحث ہو رہی ہے مثلاً

1) امریکہ کے برق رفتار ذرائع ابلاغ چاروں طیاروں کا ملبہ دکھانے سے گریزاں ہیں یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ ورلڈ ٹریڈ سنٹر اور پنیٹا گون سے ٹکرانے والے طیارے راکھ ہو گئے ہیں تو پھر یہی اصول پٹس برگ کے قریب مار گرائے جانے والے طیارے پر بھی صادق آتا ہے امریکی حکام اس چوتھے طیارے کے ملبہ بارے بھی یہ کہہ رہے ہیں کہ وہاں (موقع پر) راکھ کے سوا کچھ نہیں تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ جس طیارے کی مبضوط باڈی جل کر خاکستر ہو گئی اس کی راکھ کے قریب سے ایک مبینہ ہائی جیکر جس کا پاسپورٹ امریکی حکام کو صحیح سلامت مل گیا؟
2) امریکی تحقیقاتی اداروں کا دعویٰ ہے کہ خودکش حملوں کے لیے اغوا ہونے والے طیاروں

Marfat.com
Marfat.com

کو 19 افراد نے اغوا کیا اس طرح ایک طیارے میں پونے پانچ ہائی جیکر سوار ہو سکتے ہیں جبکہ کاک پٹ میں صرف دو پائلٹوں کے بیٹھنے کی گنجائش ہوتی ہے؟

3) سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پہلے سے موجود کاک پٹ میں دو پائلٹوں کے علاوہ چار یا پانچ اغوا کار کاک پٹ میں کیسے داخل ہوئے اگر دو اغوا کار کاک پٹ میں داخل ہونے کے بعد باقی اغوا کاروں کو باہر چھوڑتے ہیں تو یقیناً انہیں جہاز کے مسافروں کی طرف سے مزاحمت کا سامنا کرنا پڑتا جبکہ امریکی حکام یہ بات تسلیم کرتے ہیں کہ اغوا کاروں کے پاس کوئی اسلحہ نہیں تھا۔

4) امریکی سٹیلائٹ جہاز کے اندر دیکھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں پینٹا گون کے حکام کا دعویٰ ہے کہ وہ 500 کلومیٹر کے فاصلے پر سے کسی چیز کو دیکھ سکتے ہیں پھر ایک جہاز پینٹا گون سے ٹکرایا تو بھی امریکی محکمہ دفاع کے ذمہ دار اور جاسوسی کے آلات کے چیمن کی بانسری بجاتے رہے ہے؟

5) جہاز اڑاتے ہیں 34 ہزار فٹ کی بلندی پر پہنچنے میں تقریباً ایک گھنٹہ لگتا ہے اور جب وہ واپس ہوتا تو اس کو کم از کم 20 منٹ لگتے ہیں پینٹا گون سے ٹکرانے والا جہاز کسی کی نظر میں کیوں نہیں آ سکا؟

6) چاروں جہازوں کے اغوا کاروں نے جہازوں کو اغوا کر کے اس کا رخ تبدیل کر دیا تھا کیا اتنے بڑے واقعے کا علم 3 ہزار فٹ کی بلندی سے پرواز کے نیچے آ جانے پر بھی کسی ادارے کو خبر نہیں ہوئی۔

ان نکات کے علاوہ جو اہم ترین بات ہے وہ یہ ہے کہ عام طور پر فضاء میں سات سے آٹھ ہزار طیارے ہر وقت اڑتے رہتے ہیں اور ان کے روٹس بھی پہلے سے متعین ہوتے ہیں اگر کوئی طیارا ریڈار کی رینج سے باہر ہوتا ہے تو ایوی ایشن کا سٹاف ایر کرافٹ سے رابطہ کر کے پوچھتا ہے کہ وہ ریڈار کی رینج سے باہر کیوں جا رہا ہے مذکورہ چاروں طیارے ریڈار کی رینج سے باہر چلے جانے کے باوجود ان سے کسی قسم کی باز پرس نہیں کی گئی یہی وہ اہم ترین بات ہے جس سے اس شک کا واہ ہوا کہ خودکش حملوں کے ذمہ داروں کو امریکہ کے مختلف اداروں کے اندر سے مکمل

Marfat.com
Marfat.com

تعاون فراہم کیا جارہا تھا سوال یہ ہے کہ تحقیقات کرنے والے ادارے ان خطوط پر تحقیقات سے کیوں گریزاں ہیں کیا انہیں پابند کر دیا گیا ہے یا پھر ان پر اداروں کے اندر موجود بااختیار لوگوں کا دباؤ ہے جو حادثات میں کسی نہ کسی طور ملوث تھے؟

اس شک کو مزید تقویت اس وقت ملی جب امریکی حکام کی جانب سے مبینہ طور پر اغوا کار ٹھہرائے جانے والے سعودی باشندے عبدالعزیز العماری نے ریاض میں اپنے زندہ اور موجود ہونے کا اعلان کرتے ہوئے کہا کہ پانچ برس قبل جب وہ تعلیم کے لیے امریکہ میں مقیم تھا تو اس نے اپنے پاسپورٹ کی گم شدگی کی تحریری رپورٹ درج کرائی تھی عبدالعزیز العماری کا پاسپورٹ تحریری رپورٹ کے درج کرائے جانے کے دو سال بعد اس کی وہاں واپسی تک نہیں مل سکا تھا پنس برگ کے قریب میزائلوں سے گرائے جانے والے جہاز کے ملبہ کے پاس سے یہی پاسپورٹ امریکیوں کے ہاتھ لگتا ہے کہیں ایسا تو نہیں کہ گیارہ ستمبر کے واقعات طویل منصوبہ بندی کا حصہ تھے اور بوقت ضرورت سعودی باشندے کا پاسپورٹ تباہ ہونے والے طیارے کے ملبہ کے پاس سے پائے جانے کا اعلان کر کے حقائق کو مسخ کرنے کی کوشش کی گئی ہو؟ اس بات سے کسی ذی شعور انسان کو انکار نہیں کہ گیارہ ستمبر کے المناک واقعات شرمناک حد تک قابل مذمت ہیں لیکن ایسے وقت میں جب دنیا کے سارے باضمیر انسان رنج والم میں ڈوبے ہوئے ہیں امریکی حکام بنیادی امور پر توجہ دینے کی بجائے صرف ایک سمت انگلیاں اٹھائے تباہ کن لمبی جنگ کے اعلانات کر رہے ہیں۔

امریکی قیادت کے اس طرز عمل پر یہ سوال بجا ہے کہ کیا تباہ کن اور طویل جنگ مسائل کا حل ثابت ہوگی یا پھر اس سے ایک ایسی جنگ کی بنیاد پڑے گی جس میں مختلف اقوام متحارب فریقوں کے طور پر شریک ہوں اور یوں تہذیبوں کے تصادم والی پیشگوئی درست ثابت ہو امر واقعہ یہ ہے کہ ان لمحوں میں اگر سب سے زیادہ صبر برداشت اور تحمل کے مظاہرے کی ذمہ داری کسی پر ہے تو وہ امریکہ کی قیادت ہے اندازوں پر اہداف مقرر کرنے اور اقدام میں معمولی سی غلطی عالمی امن کو تباہ کر کے رکھ دے گی پھر یہ ساری صورتحال خود امریکہ کی اپنی اقتصادی حیثیت کے لیے بھی تشویشناک ہے گیارہ ستمبر کے خودکش حملوں میں تباہ ہونے والا ورلڈ ٹریڈ سنٹر پوری دنیا میں

Marfat.com
Marfat.com

اقتصادی دارالحکومت کی حیثیت رکھتا تھا نیو یارک کے تجارتی مرکز مین ہٹن میں واقع ورلڈ ٹریڈ سنٹر امریکہ کی عظمت وخوشحالی کی علامت بھی سمجھا جاتا تھا 90 لاکھ مربع فٹ پر محیط اس عمارت میں کاٹن ایکسچینج، سالومن برادر، امریکن ایکسپریس بنک، سومیو بنک، مورگن اسٹینلے اور ڈوچے بنک سمیت 500 اہم سرکاری اور کثیر الاقوامی (ملٹی نیشنل) اداروں کے دفاتر تھے دونوں ٹاوروں میں بڑے شیشوں والی 21 ہزار کھڑکیاں تھیں اس عمارت میں 23 تیز رفتار لفٹوں کے علاوہ 40 سست رفتار لفٹیں اور خودکار سیڑھیاں نصب تھیں اس کے دو نمائشی ہال اس قدر بڑے تھے کہ ان میں پانچ فٹ بال اسٹیڈیم سما سکتے تھے عمارت میں مجموعی محور پر 50 ہزار افراد کام کرتے تھے اور روزانہ ڈیڑھ لاکھ افراد اپنے معاملات کے لیے یہاں آیا کرتے تھے امریکہ کی عظمت وخوشحالی کی علامت ورلڈ ٹریڈ سنٹر کے راکھ کے ڈھیر میں تبدیل ہوتے ہی عالمی سٹاک مارکیٹ کریش کر گئی جبکہ عالمی منڈی میں تیل اور سونے کی قیمتوں میں فوری اضافہ ہوا تیل کی فی بیرل قیمت 4 ڈالر بڑھیں جبکہ آئندہ ماہ (اکتوبر کے لیے) کی مقرر ہونے والی قیمت 27,26 ڈالر سے بڑھ کر 30,10 ڈالر مقرر ہوئی اس طرح سونے کی فی اونس قیمت میں 19 ڈالر کا اضافہ ہوا۔ بیمہ انشورنس کے ماہرین کا کہنا ہے کہ خودکش حملوں کے نتیجے میں نقصانان کا ابتدائی تخمینہ 15 ارب ڈالر لگایا ہے یہ رقم صرف انشورنس کے حوالے سے مجموعی نقصان کی مالیت کا معاملہ کھربوں ڈالر تک پہنچنے کا خطرہ حقیقت بنتا جارہا ہے۔ اتنے بھاری بھرکم جانی اور مالی نقصان کے باوجود امریکی کانگریس نے وار ایکٹ کی منظوری دیتے ہوئے 60 ارب ڈالر کا خصوصی فنڈ بھی قائم کردیا ہے جو کہ ظاہر ہے ابتدائی اخراجات کی صورت ہی ہوں گے کیونکہ اگر صدر بش کے بقول طویل المدتی جنگ لازم ہوتی ہے تو نہ صرف اخراجات بڑھیں گے بلکہ نقصانات بھی بہت زیادہ ہوں گے ان امور سے صرف نظر کی امریکی پالیسی دینا کے ذی شعور اور امن دوست انسانوں کی فہم سے بالا ہے

گیارہ ستمبر کی تباہ کاریوں کے حوالے سے امریکہ کی جانب سے ذمہ دار ٹھہرائے جانے والے سعودی باشندے اسامہ بن لادن فی الوقت افغانستان میں مقیم ہیں 80ء کے عشرے سے افغان جہادی گروپوں کی مالی اعانت میں مصروف اسامہ بن لادن دوسری بار 95ء میں افغانستان منتقل ہوئے ان کے سرپرست اور میزبان طالبان 90ء کی دہائی کے پہلے سال میں

Marfat.com
Marfat.com

خانہ جنگی سے تباہ افغانستان میں ابھرے طالبان تحریک کے آغاز اس سے ابتدائی تعاون کرنے والے ممالک اور دوسرے امور پر ہم ایک اور باب میں تفصیل سے روشنی ڈال چکے ہیں طالبان کے حامی اور خود طالبان یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کی تحریک اور پھر افغانستان میں اکثریتی رقبے کے ان کے زیر اثر آجانے سے افغانستان میں امن قائم ہوگیا ہے اور جرائم نہ ہونے کے برابر ہیں طالبان کے ان دعوؤں پر ایک تبصرہ آسٹریلیا کے ممتاز سیاسی تجزیہ نگار فلپ مورس کا ہے وہ کہتے ہیں کہ

"جن چیزوں کی موجودگی کا طالبان دعویٰ کرتے ہیں ان کا ہونا ایسے علاقوں میں بعید نہیں جہاں یہ سرے سے موجود ہی نہ ہوں مثلاً خانہ جنگی میں انسانی لہو کے بہنے کے باوجود اگر امن کا دعویٰ کیا جارہا ہے تو پھر طالبان کے نزدیک امن اسی کا نام ہوگا"

یہ فلپ مورس کی اکتوبر 2000ء میں شائع ہونے والی تحریر ہی تھی جس پر طالبان کے ترجمان کو یہ کہنا پڑا کہ یہ تحریر شمالی اتحاد کے کافروں نے ایک کافر سے لکھوائی ہے طالبان کے ترجمان کا یہ فصیح و بلیغ تبصرہ ان کی بنیادی فکر طرز حکومت اور فتوحات کے بعد مفتوحہ علاقوں میں مساوات وعدل کے تقاضے پورکرنے پر دلالت کرتا ہے ورنہ یہ امر تو ریکارڈ پر ہے کہ آج امریکہ کی جانب سے اسامہ بن لادن کو اس کے حوالے نہ کرنے پر طالبان کو کھلا دشمن قرار دینے اور افغانستان اور طالبان کے غم میں بلکان ہوجانے والے دینی سیاسی جماعتوں کی اسلامی غیرت، محبت امت مسلمہ دونوں اس وقت چین کی نیند سوئے ہوئے تھے جب طالبان نے مزار شریف پر قبضہ کے وقت ایک ہی رات 20 ہزار مخالفین کو زمین کا رزق بنادیا تھا گو طالبان اور ان کے ہمنوا ایسے کسی المناک واقعہ کی تردید کرتے ہیں لیکن محض تردید ہی کافی ثابت ہوتی اگر اس واقعہ کے حوالے سے ٹھوس شہادتیں سامنے نہ آتیں اس ضمن میں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ سابق نواز شریف حکومت کی معطلی کے چند روز قبل نواز شریف ان کے بھائی شہباز شریف نے طالبان پر الزام عائد کیا کہ ان کے زیر انتظام علاقوں میں دہشت گردوں کی تربیت کے لیے کیمپ قائم ہیں اور ان مراکز سے تربیت حاصل کرنے والے دہشت گرد پاکستان کے اندر مصروف عمل ہوکر

Marfat.com
Marfat.com

Marfat.com
Marfat.com

کا خون بہانے والے درندوں سے قندھار کو واگزار کرانا عوامی تعاون کے بغیر ممکن نہیں تھا قندھار کے بعد عوامی تائید اور تعاون سے طالبان نے آگے بڑھتے گئے متحارب گروہوں میں مجبوری کے باعث شامل لوگ ایک ایک کر کے ان کی تحریک میں شامل ہوئے اور آج طالبان افغانستان کے 90 فیصد حصہ پر کنٹرول حاصل کر چکے ہیں۔

یہ بھی صریحاً غلط ہے کہ طالبان پاکستان یا دوسری ہمسایہ مسلم ریاستوں میں اپنی فکر اور نظریہ کا انقلاب مسلط کرنا چاہتے ہیں ہم پوچھتے ہیں کہ ماضی میں یہاں (پاکستان میں) سوویت یونین کے سرخ انقلاب کے گیت گانا درست تھا اب این جی اوز کے بھنگڑے ان کا حق ہیں تو پھر ان لوگوں کو جو فکری اعتبار سے طالبان کے حامی ہیں ان کی حمایت اور ان سے تعاون کا حق کیوں نہیں مسلمانوں کے دکھ سکھ مشترکہ ہیں ہاں اگر طالبان کے قائم کردہ نظام سے متاثر ہو کر کوئی یہاں بھی حقیقی اسلامی ریاست قائم کرنے کی جدوجہد کرتا ہے تو اسے بھی اتنا ہی حق ہے جتنا مغربی جمہوریت کے لیے کوشاں جماعتوں کو اپنے پروگرام کے حوالے سے ہے۔ قندھار میں کئی سال سے ڈاکہ نہیں پڑا۔ رہزنی اور قتل کے ہی نہیں اخلاقی نوعیت کے جرائم کی بھی کوئی رپورٹ درج نہیں ہوئی اس صورتحال کو مثالی نہیں کہیں گے کہ تو کیا کہیں گے۔ بات صرف اتنی ہے کہ اسلامی نظام کو اپنی عیاشیوں اور مکاریوں کے راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ سمجھنے والے عناصر بے بنیاد پروپیگنڈہ کرتے ہیں افغانستان میں دہشت گردی کے تربیتی مراکز کا وجود بھی ایسے ہی گمراہ کن پروپیگنڈے کا حصہ ہے نواز شریف کے دور میں ہم سے ان کی حکومت کے چند بڑوں نے اس معاملے کے حوالے سے بات کی تھی اس پر طالبان کی قیادت سے بات چیت کی گئی تو انہوں نے جواب دیا پاکستان دہشت گردوں کے لیے قائم تربیتی مراکز کے مقام کی نشاندہی کرے طالبان ان مراکز کو دو گھنٹوں کے اندر تباہ کر دیں گے بعد ازاں بعض مفرور افراد کی دو حوالگی کے مطالبہ پر بھی طالبان نے یہی کہا ان کی افغان سرزمین پر موجودگی کے ٹھوس ثبوت دیں 24 گھنٹوں میں مفروروں کو یہی لیجائیں نواز شریف اور ان کے حواری موالی لزامات لگاتے اور بڑھکیں تو مارتے پھرے مگر انہوں نے ثبوت فراہم کرنے سے گریز کیا، جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ شمالی اتحاد سے طالبان کی جنگ میں دونوں طرف سے مسلمان مارے جا رہے ہیں تو

Marfat.com
Marfat.com

یہ سوچا جانا بہت ضروری ہے کہ یہ جنگ کس نے کس پر مسلط کی ہے، ویسے بھی یہ طالبان اور شمالی اتحاد کی جنگ نہیں بلکہ طالبان اور امریکہ کی جنگ ہے شمالی اتحاد کے پیچھے امریکہ ہے، روس ہے۔ فرانس اور برطانیہ ہیں یورپی یونین نے حال ہی میں 50 کروڑ ڈالر کی امداد شمالی اتحاد کو دی ہے تو اس سے ثابت یہی ہوا کہ طالبان اسلامی نظام اور اپنے وطن کا دفاع کر رہے ہیں اور ان کے مخالفین عالمی استعمار امریکہ کے مفادات کے تحفظ میں مصروف ہیں یہ الزام بھی بے بنیاد ہے کہ طالبان کے زیر انتظام علاقوں میں جنگل کا قانون ہے انسانی حقوق نہ ہونے کے برابر ہیں فکر و نظر کی آزادی نہیں، ایک اسلامی ریاست میں خلاف اسلام نظریات کی ترویج و اشاعت کی اجازت کیونکر دی جا سکتی ہے پھر اس حوالے سے سعودی عرب اور ایران زندہ مثالوں کے طور پر موجود ہیں ان دونوں ممالک میں بھی تو حکمران قیادت کے وضع کردہ نظاموں سے متصادم نظریات کے پرچار کی اجازت نہیں۔

طالبان کے بڑے وکیل مربی اور سرپرست مولانا فضل الرحمٰن کے نزدیک طالبان کی قائم کردہ امارات اسلامی افغانستان کرہ ارض کی سب سے مثالی ریاست ہے اور اس ریاست میں عدل و انصاف کے اعلیٰ اصولوں کی پاسداری ہوتی ہے یہ بھی کہ وہاں افغانستان (طالبان والے) میں سب سے زیادہ امن قائم ہے۔

مگر کابل یونیورسٹی کے شعبہ اسلامیات کے سابق پروفیسر جناب فیض محمد تاجک اس کے برعکس آراء رکھتے ہیں پروفیسر فیض محمد تاجک جنوری 99ء میں پشاور کے ایک جریدے میں شائع ہونے والے مضمون بعنوان، طالبان کا اسلام اور افغانستان میں لکھتے ہیں۔

خانہ جنگی سے افغانستان اور افغان عوام کو نجات دلانے کے نام پر اٹھی طالبان تحریک نے بدترین نسلی جنگ کی بنیاد رکھ دی ہے طالبان کی فتوحات کے محل اسماعیلیوں۔ ہزاروں اور تاجکوں کی لاشوں پر تعمیر ہو رہے ہیں بظاہر اسلام اور مسلم اخوت کی تبلیغ کرنے والے پشتون افغانوں کے سوا باقی کے تمام نسلی گروہوں کو ناقابل اعتبار اسلام دشمن اور واجب القتل سمجھتے ہیں یہ سمجھنا کہ طالبان افغانستان میں اپنے مفتوحہ علاقوں میں اعلیٰ روایات قائم کر رہے ہیں دیوانے کا خواب ہے وہ (طالبان) ایک ایسے افغانستان کی تعمیر میں مصروف ہیں جو خاص پشتون نسلی

Marfat.com
Marfat.com

تعصب اوران کے نظریے کی اساس پر قائم ہوا پنے اس مقصد کے حصول کے لئے طالبان راہ کا ہر پتھر ریزہ ریزہ کرتے آگے بڑھ رہے ہیں ان کی پشت پر موجود قوتوں کو یہ احساس ہی نہیں کہ طالبان کی سرپرستی کا عمل جاری رہا تو افغانستان نسلی بنیادوں پر تقسیم ہو جائے گا، ایسا ہی ہوگا کیونکہ جدید علوم اور ترقی کو شریعت سے انکار قرار دینے والے ملاں آزادی اظہار کو کچل رہے ہیں۔ نئی وی قصہ پارینہ بن چکا ریڈیو افغانستان جواب ریڈیو شریعت کہلاتا ہے وہی نشر کرتا ہے جو ملاں چاہتے ہیں طالبان زیر قبضہ علاقوں میں خواتین کے تعلیمی ادارے بند کر دیئے گئے ہیں کہ تعلیم یافتہ خواتین کفر کی محبت میں گرفتار ہو جاتی ہیں خواتین اساتذہ نرسوں اور لیڈی ڈاکٹروں کے علم و تجربہ کی امارات اسلامی افغانستان کو ضرورت نہیں کیونکہ طالبان کے پاس ہر مرض کا اپنی فکر کے مطابق کارگر علاج موجود ہے اسی کارگر علاج کو وہ افغانستان پر آزما رہے ہیں۔

طالبان کے قائم کردہ امارات اسلامی افغانستان کے حوالے سے ہر دو آراء کی اہمیت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا مولانا فضل الرحمٰن طالبان تحریک کے اولین خیر خواہوں میں سے ہیں فکری اور روحانی رشتوں کی ڈور سے بندھے جے یو آئی کے امیر محترم بہر طور جو کہیں گے وہ طالبان کے حلیف کی رائے ہوگی اسی طرح جناب پروفیسر فیض محمد تاجک کے خیالات پر بھی رائے دی جا سکتی ہے کہ وہ طالبان تحریک سے زک اٹھانے والے شمالی اتحاد کے نظریاتی حلیف ہیں سو انہیں دال میں سب کالا دکھائی دیتا ہے ان دو آراء سے آگے کی دنیا کی حقیقت یہ ہے کہ سوویت تسلط پھر خانہ جنگی اور اب طالبان کے جہاد تینوں مرحلوں میں افغان سرزمین اور افغانوں کو اتنے گہرے گھاؤ لگے ہیں کہ انہیں بھرتے بھرتے عشرے نہیں صدیاں لگیں گی۔ افغانستان کی صورتحال کا ناقدانہ جائزہ لیتے رہنے والے ہر ذی شعور شخص کو یہ اعتراف کرتے ہی بنے گی کہ طویل بدامنی اور گروہی بالادستی کے جنون سے پھوٹی خانہ جنگی نے افغان معاشرے میں نسلی تقسیم کی بنیادیں نہ صرف گہری کر دی ہیں بلکہ آراء کا اختلاف بھی تعصب و نفرت سے گندھا ہوا ہے سوویت تسلط، خانہ جنگی اور طالبان کے جہاد کی بدولت تباہ حال افغانستان میں قومی تعمیر نو خواب و خیال کی باتیں ہیں آسمان کو چھوتی مہنگائی بیروزگاری، بدامنی اور دوسرے سنگین مسائل سے دوچار امارات اسلامی افغانستان کے پاس تو اتنے وسائل نہیں کہ وہ اپنے عوام کو سوپچاس تو کیا

Marfat.com
Marfat.com

20 فیصد شہری سہولت بھی فراہم کر سکے اس صورت میں یہ کہنا سمجھنا کہ طالبان کے علاقوں میں بے سروسامانی کے عالم میں کوئی بڑی منصوبہ بندی کی جاسکتی ہے جانتے بوجھتے ہوئے سرابوں کے تعاقب میں خود کو تھکانے والی بات ہے۔1998ء میں افغانستان پر امریکہ کے حملے اور لگائی گئی اقتصادی پابندیوں نے طالبان کی مشکلات کو بڑھا دیا ہے اور ان میں ہر گزرنے والے دن کے ساتھ اضافہ ہوتا چلا جارہا ہے یہی وہ سورتحال اور مسائل ہیں جو اس سوال کو جنم دیتے ہیں کہ ورلڈ ٹریڈ سنٹر اور پینٹا گون پر کو خودکش حملوں کی منصوبہ بندی کرنے والوں کی ڈوریاں افغانستان سے ہلائے جانے کا الزام لگانے اور اپنے الزام کی بنیاد پر اعلان جنگ کرنے والے تحقیقات کا ڈول ڈالنے سے کیوں گریز کررہے ہیں۔امریکہ میں گیارہ ستمبر کے خودکش حملے المیوں کا المیہ تھے ایسا المیہ جس نے پوری انسانیت کو ہلا کر رکھ دیا مگر اس المیے سے پیدا ہونے والے غصے اور نفرت پر قابو پاکر ہوش مندی سے یہ سوچا جانا چاہئے کہ انصاف کے نام پر انصاف کے قتل کا فائدہ کس کو ہوگا، یہ سوچا جانا اس لئے بھی ضروری ہے کہ امریکی قیادت کا جوش اور جارحانہ طرز عمل افغانستان کے پڑوسی ممالک کی مشکلات میں اضافہ کریگا بدلتے حالات اور مستقبل کے منظر نامے سے سب سے زیادہ پاکستان متاثر ہوگا جہاں اس وقت 38 لاکھ رجسٹرڈ اور 12 لاکھ غیر رجسٹرڈ افغان مہاجرین مقیم ہیں گیارہ ستمبر کے بعد افغانستان سے نقل مکانی کا جو سیلاب اٹھا ہے یہ ایران اور پاکستان پہنچ کر ہی تھمے گا سوان حالات میں زیادہ بہتر اور قرین انصاف یہ ہوگا کہ انصاف کے نام پر جارحیت کے ارتکاب کی بجائے طالبان کے موقف کو بھی سنا جائے جو سوائے اس کے کچھ نہیں کہ انصاف اور شرف آدمیت کا قتل کسی بھی صورت جائز قرار نہ دیا جائے۔

Marfat.com
Marfat.com

کھیل ختم ہونے کو ہے یا نیا کھیل شروع ؟

افغانستان میں علماء پر مشتمل مجلس شوریٰ نے اسامہ بن لادن کو رضاکارانہ طور پر افغانستان سے نکل جانے کا حکم دیا ہے امریکی حکام طالبان کی مجلس شوریٰ کے اس فیصلے کو تسلیم کرنے سے انکاری ہیں۔ امریکیوں کا کہنا ہے کہ طالبان اسامہ بن لادن کو ذمہ دار حکام کے حوالے کریں۔ طالبان کی اسلامی مجلس شوریٰ کی اس قرارداد کے بعد کہ اسامہ بن لادن از خود افغانستان سے نکل جائیں۔ بہت سے نئے سوال ابھر آئے ہیں جہاں بعض ملکوں نے اطمینان کا سانس لیا ہے وہاں بہت سارے ملکوں میں نئے وسوسے بھی پیدا ہوئے ہیں استفسارات بڑھ گئے ہیں دنیا میں ایک ہی بات گونج رہی ہے کہ اب کیا ہوگا؟ طالبان نے جید علماء پر مشتمل اسلامی مجلس شوریٰ کی منظور کردہ قرارداد میں طالبان انتظامیہ سے کہا گیا ہے کہ وہ اسامہ بن لادن کو جلد از جلد رضاکارانہ طور پر ملک چھوڑنے پر آمادہ کرے تاکہ موجودہ بحران حل ہو اور مستقبل میں اس قسم کی صورتحال کا اعادہ نہ ہونے پائے' علماء کی قرارداد کا متین یہ ہے۔

"افغان عوام نے اپنی روایات کے مطابق درپیش حالیہ بحران کے حل کے لیے علماء سے رجوع کیا اس وقت جبکہ افغانستان کو امریکہ کی جانب سے ایک بڑے ممکنہ حملے کا خطرہ درپیش ہے۔ افغانستان کے علماء اپنے اوپر عائد بھاری ذمہ داریوں کو نبھاتے ہوئے اسلام کے زریں اصولوں کی روشنی میں فتویٰ صادر کرتے ہیں اور یہ فیصلہ دیتے ہیں کہ افغانستان کے علماء امریکہ میں ہونے والے حالیہ نقصانات پر دکھ کا اظہار کرتے اور یہ امید رکھتے ہیں کہ امریکہ افغانستان پر حملہ نہ کرے اور ان واقعات پر پورے پورے تحمل اور حوصلے سے کام لے کر مکمل تحقیقات کرے۔ افغانستان کے علماء یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ امریکہ

Marfat.com
Marfat.com

میں ہونے والے واقعات کے بارے اقوام متحدہ اور اسلامی کانفرنس کی تنظیم آزادانہ طور پر مکمل چھان بین اور تحقیقات کریں تاکہ ان واقعات کی اصل حقیقت سامنے آسکے اور بلاجواز بیگناہ لوگوں کو ہراساں اور تکالیف میں ڈالنے کی روک تھام ہو سکے۔

علماء کی شوریٰ نے امریکی صدر کی جانب سے نئی صلیبی جنگ ہونے کی بات کا نوٹس لیتے ہوئے ان کے اس بیان کو مسلمانوں کے جذبات واحساسات کی توہین قرار دیا ہے۔ امریکی صدر نے مذکورہ بیان دے کر دنیا کو ایک سنگین خطرے میں ڈال دیا ہے۔ امریکی جانب سے افغانستان میں پناہ گزیں سعودی باشندے اسامہ بن لادن کو حوالہ کرنے کے بارے علماء کی شوریٰ نے کہا ہے کہ موجودہ بحران کے خاتمے اور مستقبل میں اس قسم کی صورتحال کو روکنے کے لیے افغانستان کی اسلامی حکومت اسامہ بن لادن کو اس بات آمادہ کرے کہ وہ جلد از جلد اپنی مرضی سے افغانستان سے نکل جائیں اور اپنے لئے کسی اور جگہ کا انتخاب کرلیں۔"

طالبان کی اعلیٰ اختیاراتی مجلس شوریٰ کے اس فیصلے سے صورتحال میں ڈرامائی تبدیلی تو آئی ہے مگر معاملہ اب بھی ڈھاک کے تین پاٹوں والا ہی ہے۔ امریکی حکام اس قرارداد کو مسترد کرتے ہیں بلکہ وہ اپنے اس موقف کو دہرا رہے ہیں کہ طالبان انتظامیہ اسامہ بن لادن کو ملک چھوڑ کر جانے کی اجازت دینے کی بجائے ذمہ دار حکام کے حوالے کرے' علماء کی مجلس شوریٰ کی قرارداد کے اعلان کے بعد امریکیوں نے اسامہ بن لادن کے علاوہ افغانستان میں مقیم ان کی تنظیم القاعدہ کے ارکان کی دوائیگی کا بھی مطالبہ کیا ہے۔ گو علماء کی مجلس شوریٰ کا یہ فیصلہ حتمی ہے لیکن طالبان کے نظام حکومت میں ان کے سربراہ ملا عمر کو جو حیثیت حاصل ہے اس کے پیش نظر اس فیصلے کی قانونی حیثیت ان کے دستخطوں سے مشروط ہے۔ 20 ستمبر کو علماء کی مجلس شوریٰ کے تین دن سے جاری اجلاس کے بعد

Marfat.com
Marfat.com

جاری کئے جانے والے فتویٰ اور فیصلے میں دوٹوک انداز میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر امریکہ نے اس اعلان کے باوجود افغانستان پر حملہ کیا تو اسے عالم اسلام پر حملہ تصور کرتے ہوئے جہاد کیا جائے گا۔ اس صورت حال میں از روئے قرآن وحدیث پوری دنیائے اسلام پر جہاد واجب ہو جائے گا۔

طالبان کے علماء کی مجلس شوریٰ کے اس فیصلے کے بعد سارے معاملے میں توازن کا در آنا بہت ضروری ہے دوسری جانب امریکہ کے وزیر خارجہ کولن پاول کا کہنا ہے کہ امریکہ طالبان سے مذاکرات نہیں کرے گا ہم صرف اسامہ نہیں اس کے ساتھی بھی چاہتے ہیں اور ان کے اڈے بھی تباہ کرنا چاہتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ امریکہ کو افغان علماء کا فیصلہ قبول نہیں کسی شخص کو رضاکارانہ طور پر چلے جانے کی اجازت دینا اسے محفوظ ٹھکانے میں پناہ دینے کے مترادف ہے جبکہ دستیاب ثبوتوں کی بنیاد پر اسامہ کی گرفتاری ضروری ہے کیونکہ دنیا کو دہشت گردوں کے رحم وکرم پر نہیں چھوڑا جا سکتا۔ امر واقعہ یہ ہے کہ طالبان کی مجلس شوریٰ کی جانب سے اسامہ بن لادن کو رضاکارانہ طور پر ملک چھوڑنے کے لئے اپنی انتظامیہ کو حکم بڑا اقدم ہے اس فیصلے سے طالبان کے سخت گیر موقف میں قدرے لچک پیدا ہوئی ہے۔ بعض افغان رہنما اپنا سابقہ موقف نہ بدلنے کی تکرار کر رہے ہیں۔ مگر حقیقت یہی ہے کہ گھمبیر صورتحال نے افغان علماء کو سخت گیر رویہ ترک کر کے درمیانی راستہ نکالنے پر مجبور کر دیا ہے۔ بظاہر اس مجبوری کی وجہ یہی ہے کہ بیرونی تسلط اور پھر طویل خانہ جنگی سے تباہ حال افغانستان لمبی جنگ کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ ایک ایسے وقت میں جب پوری دنیا دہشت گردی کی روک تھام کے لئے شدید اقدامات کی حمایت کر رہی ہے۔ اقوام کی برادری سے کٹا ہوا ملک وسائل کی کمی اور دوسرے مسائل کی بنا پر میدان جنگ میں اترنے سے پہلے کئی بار سوچنے پر مجبور ہو گا۔ طالبان کے علماء کی مجلس شوریٰ کے مذکورہ فیصلے کے بعد اسامہ بن لادن افغانستان چھوڑ کر کہاں جاتے ہیں ان کی اگلی منزل کونسی ہو گی اس بارے غالباً طالبان کے اعلیٰ حکام بھی پیشگوئی نہیں کر سکتے۔ علماء کی اس قرارداد اور اسامہ کو رضاکارانہ طور پر افغانستان سے چلے جانے کے حکم پر پاکستان کے سابق وزیر داخلہ جنرل (ر) نصیر اللہ

Marfat.com
Marfat.com

بابر کا کہنا ہے کہ قرارداد اس وقت منظور کی گئی جب اسامہ افغانستان میں موجود نہیں تھے۔ ان کا دعویٰ ہے کہ اسامہ بن لادن 17 ستمبر کو افغانستان سے انجانی منزل کی طرف روانہ ہو چکے ہیں۔ طالبان کی قرارداد اسامہ کی موجودگی یا پراسرار روانگی امریکہ کی جانب سے قرارداد مسترد کیے جانے کے ان سارے معاملوں کے پیچوں پیچ امریکہ میں گیارہ ستمبر کے المناک واقعات کی تحقیقات میں مصروف اداروں کے حوالے سے یہ اطلاعات بھی موصول ہوئی ہیں کہ بعض ہائی جیکروں نے چوری کی شناختی دستاویزات استعمال کیں اس بدولت اسامہ سے تعلق جوڑنے میں دشواری پیدا ہوئی ہے جبکہ یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ ایف بی آئی کی جانب سے جاری کردہ 19 ہائی جیکروں کی فہرست میں شامل ناموں والے چار افراد سپین اور سعودی عرب میں زندہ ہیں اس سبب ہائی جیکروں کی یہ لسٹ مشکوک ہوگئی ہے۔ طالبان کے علماء کی مذکورہ قرارداد کے حوالے سے جماعت اسلامی کے امیر قاضی حسین احمد کا کہنا ہے کہ اس سے امید کی کرن پیدا ہوگئی ہے کہ عوامی تحریک کے چیرمین ڈاکٹر طاہر القادری کا خیال ہے کہ افغانستان کی حکومت نے دانشمندی کا ثبوت دیا ہے امریکہ بھی اب حکمت سے کام لے جبکہ جمعیت علمائے اسلام کے امیر مولانا فضل الرحمٰن کہہ رہے ہیں کہ جنرل پرویز مشرف جو بھی کہیں ہم امریکی فوج کو نہیں آنے دیں گے۔ اسامہ کے بارے علماء کی قرارداد کی منظوری کے بعد اس کی اشاعت والے دن پاکستان کے ایک بڑے اخباری گروپ نے صفحہ اول پر یہ رپورٹ شائع کی کہ امریکی حمایت کے معاملے میں صدر جنرل پرویز مشرف کے فوجی اور سویلین مشیروں میں واضح اختلافات موجود ہیں۔ رپورٹ کے مطابق فوجی مشیر پانچ وقت کے نمازی اور باعمل مسلمان ہیں۔ اخباری گروپ کے ایک اخبار میں شائع ہونے والی رپورٹ کے مندرجات حسب ذیل ہیں۔

> "امریکا میں دہشت گرد حملوں پر پاکستان کا ابتدائی رد عمل ظاہر کرنے والے رہنما اصول اختیار کرنے کے بعد جنرل پرویز مشرف کی انتظامیہ میں کلیدی حیثیت رکھنے والے سول و ملٹری حکام اہم فیصلہ کرنے کے منجدھار میں ہیں جو پاکستان کی طرف سے امریکا کو زمینی تعاون

Marfat.com
Marfat.com

(گراؤنڈ سپورٹ) کی حدود متعین کرے گا۔ سنیئر پاکستانی حکام کے مطابق امریکی قیادت میں آنے والی افواج (آپریشن انفینٹ جسٹس) آپریشن لامحدود انصاف کے مشن پر ہوں گی۔ ایسا لگتا ہے کہ جنرل پرویز مشرف کی انتظامیہ کو اس تعاون میں کوئی خلش نہیں ہو گی کہ امریکا کو پاکستان کی فضائی حدود استعمال کرنے کی پیشکش کی جائے اور اسامہ و طالبان ملیشیا کے بارے میں وہ جو بھی معلومات رکھتے ہوں' امریکی سی آئی اے سے ان کا تبادلہ کیا جائے تاکہ کہا جاتا ہے کہ جنرل پرویز مشرف کو اپنی انتظامیہ س اس سوال پر اختلاف ہے کہ امریکا کی زیر قیادت فوج کو کس حد تک زمینی تعاون پیش کیا جائے۔ باخبر حکام کا کہنا ہے کہ وزیر خزانہ شوکت عزیز' وزیر داخلہ رزاق داؤد اور صدر کے پرسنل سیکرٹری طارق عزیز اس نقطہ نظر کے سب سے بڑے وکیل ہیں کہ موجودہ بحران حکومت کو ایک نادر موقع دے رہا ہے کہ وہ ملکی اقتصادی مشکلات پر قابو پالے اور علاقے میں متوقع امریکی ملٹری ایکشن کی فی الواقع اور دلی حمایت کر کے مذہبی انتہا پسندی میں شگاف ڈال دے۔ وزیر خزانہ شوکت عزیز حال ہی میں صدر بش کی انتظامیہ کے ساتھ اسلام آباد میں امریکی سفیر وینڈی چیمبرلین کے توسط سے مذاکرات کرتے رہے ہیں جو اس دوران وزیر خزانہ سے دوبار ملی ہیں تاہم واشنگٹن سے اقتصادی تعاون کے پیکیج اور دوسری کثیر جہتی ایجنسیوں کا انحصار خطے میں امریکا کے ملٹری ایکشن میں اسلام آباد کے تعاون پر ہو گا۔ اس صورتحال سے متعلق ایک بات یہ ہے کہ آئی ایم ایف کے مینجنگ ڈائریکٹر ہورسٹ کوہلر نے بدھ کو واشنگٹن میں کہا ہے کہ آئی ایم ایف پاکستان کے لئے نئے قرضوں اور سہولتوں پر غور کرنے کے لیے تیار ہے۔ یہ اس کے بین الا قوامی اتحاد کے ساتھ

Marfat.com
Marfat.com

تعاون کا اعتراف ہے ۔ موجودہ بحران میں پاکستان کے رد عمل کا بلیو پرنٹ تیار کرتے ہوئے جنرل پرویز مشرف کے سول مشیر اقتصادی بد حالی اور اندروں ملک امن وامان کی خراب صورتحال کی طرف سے تشویش میں مبتلا ہیں خاص طور پر فرقہ وارد ہشت گردی کے بارے میں انہیں اندیشے ہیں۔ فوجی مشیر اس کے برعکس امریکا کو پیش کئے جانے والے زمینی تعاون کی صورت میں داخلی سلامتی کے بارے میں سوچ رہے ہیں۔ موجودہ صورتحال میں ڈپٹی چیف آف آرمی اسٹاف لیفٹیننٹ جنرل مظفر ایچ عثمانی ' ڈی جی آئی ایس آئی لیفٹیننٹ جنرل محمود احمد سینئر ترین کور کانڈر لیفٹیننٹ جنرل عزیز خان' چیف آف جنرل اسٹاف لیفٹیننٹ جنرل محمد یوسف 'کور کمانڈر کوئٹہ لیفٹیننٹ جنرل محمد مشتاق 'کور کمانڈر پشاور لیفٹیننٹ جنرل احسان الحق اور کور کمانڈر راولپنڈی لیفٹیننٹ جنرل جمشید گلزار کو صدر جنرل پرویز مشرف کے فوجی مشیروں میں مرکزی حیثیت حاصل ہے جو "آپریشن لامتناہی انصاف Opration Infinite Justice میں تعادن کی امریکی درخواستوں پر پاک فوج کا جواب تیار کر رہا ہے۔ انتہائی باخبر سرکاری ذرائع نے بتایا ہے کہ صدر کے سول مشیروں کی طرح ان کے فوجی مشیروں کو بھی اس بات کا ادراک ہے کہ حکومت کے لئے امریکا کی قیادت میں فوجی اشتراک کی مکمل حمایت کے سوا کوئی چارہ نہیں مگر ان کی یہ بھی خواہش ہے کہ پاکستان کی طرف سے غیر ملکی افواج کو پاکستان کی طرف سے کم از کم زمینی مدد فراہم کی جائے۔ پاک فوج میں صدر جنرل پرویز مشرف اہم فیصلے اتفاق رائے سے کرنے اور اپنے سینئر رفقائے کار کی آراء کا مکمل احترام کرنے کے لئے مشہور ہیں۔ ان کی اس روش کے پیش نظر اس بات میں کوئی شک و شبہ نہیں رہتا کہ

Marfat.com
Marfat.com

امریکی حکام کواپنے پاکستانی ہم منصبوں سے لاجسٹکس سمیت زمینی امداد کی درخواستوں کا خاطر خواہ جواب نہیں ملے گا۔باخبر ذرائع نے بتایا کہ اس صورتحال میں امریکی افواج کو ہر وہ چیز نہیں مل سکے گی جو وہ چاہیں گی بلکہ انہیں پاکستان سے اپنی خواہشات کی فہرست میں سے بہت کم کے پورے ہونے کی توقع کرنی چاہیے ۔ صدر کے سول معاونین کے بر خلاف فوجی مشیروں میں متفقہ سوچ پائی جاتی ہے کہ ایک مسلمان ملک کے خلاف امریکی فوجی کاروائی کی حکومتی حمایت پر ملک کے مذہبی حلقوں کا ممکنہ طور پر اشتعال انگیز رد عمل سامنے آئے گا۔ فوجی جنرل مذہبی رد عمل کے حوالے سے زیادہ پریشان ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ ملک کی پانچ لاکھ سے زائد مسلح افواج میں اکثریت مسلمان ہیں جن کی دنیا بھر میں اسلامی کاز سے گہری وابستگی پائی جاتی ہے۔ صدر پرویز مشرف کے فوجی مشیروں میں شامل تمام جنرل بھی باعمل مسلمان ہیں جو کہ پانچ وقت کے نمازی ہیں۔ صدر کے اہم سول معاونین میں جیسے کہ وزیر خزانہ شوکت عزیز جنہوں نے فوجی حکومت میں شرکت سے قبل ساری عمر بینکار کی حیثیت میں فرائض انجام دیئے ان سب کا پاکستانی عہدیداروں کی حیثیت میں امریکی حکومت کے ساتھ کام کرنے کا تجربہ نہیں ہے۔ موجودہ جنرلوں کے بھی پاک امریکی فوجی تعلقات کے حوالے سے اچھی یادیں نہیں ہیں اور وہ پینٹاگون سے اپنا رومانس دوبارہ بحال کرنے کے خواہش مند نہیں۔ ایک سابق جنرل علی قلی خان جنہوں نے 1998ء میں ریٹائرمنٹ لے لی تھی اپنے تاثرات میں کہا کہ جس طرح ہر آنے والی امریکی حکومت نے پاکستان سے سلوک کیا اس کو مد نظر رکھتے ہوئے پاک فوج کی صفوں میں اس ملک (امریکا) کے لئے کوئی محبت نہیں پائی جاتی ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

بہت سے دیگر سابق جرنیلوں کی طرح جنرل علی قلی خان نے بھی بحران سے نمٹنے میں جنرل پرویز مشرف کو مکمل طور پر کامیاب قرار دیا ہے۔ انہوں نے اس خیال کا اظہار کیا کہ جنرل پرویز امریکی افواج کو زمینی سہولتیں فراہم کرنے کے سوال پر اپنے رفقاء کو ساتھ لے کر چلیں گے۔ انہوں نے کہا کہ امریکی افواج کو ایک طویل مہم کے لئے پاکستان میں رہنے کی اجازت دینے کے سنگین مضمرات ہو سکتے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ جب امریکی فوج کے کمانڈوز کے دستے پاکستان میں مشترکہ مشقوں کے لیے آئے تو ہم انہیں عوام کی آنکھوں سے اوجھل رکھنے کے لیے دور افتادہ علاقوں میں لے جاتے تھے جہاں فوجی ساتھیوں نے اپنی توجہ عسکری اور دیگر متعلقہ معاملات کی جانب مرکوز کر رکھی ہے وہاں صدر پرویز کے سویلین رفقاء جن میں ان کے کالج کے زمانے کے ساتھی اور تجربہ کار بیوروکریٹ طارق عزیز بھی شامل ہیں' اس تجویز کی جو پاکستان کے اعتدال پسند حلقوں میں گردش کر رہی ہے' حمایت کر رہے ہیں کہ موجودہ حالات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے جہاں پاکستان کو خود کو ایک اعتدال پسند اسلامی اور ذمہ دار ریاست کے طور پر بین الاقوامی طور پر تسلیم کرانا چاہیے وہاں موجودہ بین الاقوامی فضا کو مذہبی شدت پسندی کا مقابلہ کرنے کے لئے استعمال کرنا چاہیے۔ صدر کے رفقاء پر امید ہیں کہ اعتدال پسندی کے معاملے میں امریکی توقعات پر پورا اترنے کے بعد پاکستان جہاں اقتصادی میدان میں کئی غیر معمولی مراعات کا مطالبہ کر سکتا ہے وہاں مسئلہ کشمیر کے فوری حل کی خاطر اپنی سفارتی مہم میں بھی اسے مدد مل سکتی ہے۔ کسی بھی فوجی کاروائی کے آغاز سے قبل پاکستان پر عائد اقتصادی پابندیاں ختم کر کے اسے امداد فراہم کرنے کے بارے میں امریکی رائے

Marfat.com
Marfat.com

عامہ بیدار ہونے کے شواہد بھی ملے ہیں۔ ممتازری پبلیکن سینیٹر سام براؤن بیک نے بدھ کے روز کہا ہے کہ امریکا کی حمایت کرنے 'اسامہ بن لادن کو حوالے کرنے کے لیے طالبان پر دباؤ ڈالنے اور حملے کے لیے فضائی حدود استعمال کرنے کی اجازت دینے پر پاسکتان کو انعام دیا جانا چاہیے۔ حکام کا کہنا ہے کہ یہ بات یقینی ہے کہ امریکا سے حالیہ بحران میں تعاون کرنے سے قبل حکومت پاکستان مسئلہ کشمیر کے حل 'آئی ایم ایف سے قرضوں کے فوری اجراء اور پابندیوں کے خاتمے میں حمایت کے لئے امریکا سے ناقابل تسخیر ضمانتیں طلب کرے گی۔

لمحہ بہ لمحہ بدلتی صورتحال کے حوالے سے سارے اندازے الٹتے جارہے ہیں طالبان کی مجلس شوریٰ کے اس فیصلے کے بعد کہ طالبان انتظامیہ اسامہ بن لادن کو رضاکارانہ طور پر افغانستان سے چلے جانے کے لیے کہے جس ڈرامائی تبدیلی کی توقع تھی وہ پوری ہوتی دکھائی نہیں دے رہی ۔ امریکی عہدیداروں کے اس ضمن میں تندو تیز بیانات کے بعد صدر جارج ڈبلیو بش نے امریکی کانگریس سے خطاب کرتے ہوئے امریکہ کے اس موقف کو پھر دہرایا ہے کہ دہشت گردوں کے خاتمے تک چین سے نہیں بیٹھیں گے۔ کانگریس کے مشترکہ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے صدر جارج ڈبلیو بش کہتے ہیں۔

"جناب سپیکر! جناب قائم مقام صدر' اراکین کانگریس اور امریکی ہم وطنو' معمول کے حالات میں صدوراس چیمبر میں یونین کی صورت حال پر رپورٹ پیش کرنے آتے ہیں۔ آج رات ایسی کسی رپورٹ کی ضرورت نہیں ہے۔ امریکی عوام نے یہ رپورٹ پہلے ہی پیش کردی ہے۔

ہم نے یہ مسافروں کی ہمت و جرات کی شکل میں دیکھی جنہوں نے زمین پر موجود ہم وطنوں کو بچانے کیلئے دہشت گردوں پر حملہ کردیا تھا۔ ٹوڈیمر نامی غیر معمولی انسان جیسے مسافروں نے 'اور

Marfat.com
Marfat.com

کیا ٹوڈ بیمر کی اہلیہ لیز ابیمر کو یہاں خوش آمدید کہنے میں میری مدد کریں گے؟

ہم نے اپنی یونین کی صورت حال کو جان بچانے والوں کی ثابت قدمی میں دیکھا جو انتھک کام کر رہے ہیں۔ ہم نے پرچموں کو لہرایا جانا' شمعوں کا جلایا جانا' خون کے عطیات کا دیا جانا اور انگریزی' عبرانی اور عربی میں دعاؤں کا کیا جانا دیکھا۔

ہم نے پیار کرنے والے اور دینے والے لوگوں جنہوں نے اجنبیوں کے غم اور تکالیف کو اپنا غم بنالیا کا انکسار دیکھا۔ میرے ہم وطنو! گزشتہ نوروز سے پوری دنیا نے خود دیکھا کہ یونین کی حالت کیسی ہے اور یہ مضبوط ہے۔ آج ہمارے ملک کو خطرات کا سامنا ہے۔ ہم ان خطرات سے آگاہ ہو چکے ہیں اور ہمیں اپنی آزادی کا تحفظ کرنا ہے۔ ہمارا غم' غصے میں اور غصہ قرارداد میں تبدیل ہو چکا ہے۔ ہم اپنے دشمنوں کو انصاف کے کٹہرے تک لے کر آئے یا انصاف کے کٹہرے کو دشمنوں تک لے کر گئے' انصاف ضرور ہوگا۔ اس اہم لمحہ پر اس کی قیادت کیلئے میں کانگریس کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

سانحے کی شام کو پورا امریکہ ری پبلکن والوں اور ڈیموکریٹس کو ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے ''گاڈ بلیس امریکہ (God Bless America) گاتے ہوئے امریکی مقننہ کی عمارت کی سیڑھیوں پر اکٹھے دیکھنے کے لیے جذباتی ہو رہا تھا۔ اور آپ نے تو گنگنانے سے زیادہ کر دکھایا ہے۔ آپ نے یہ کام آبادیوں کو دوبارہ تعمیر کرنے اور ہماری فوجی ضروریات پوری کرنے کیلئے 40 بلین ڈالر کی رقم دے کر کیا ہے۔ سپیکر ہیسٹرٹ' اقلیتی رہنما گیپ ہارڈ' اکثریتی رہنما ڈیسلے اور سینٹر لوٹ (Lott) میں آپ کی دوستی' آپ کی قیادت اور ملک کیلئے

Marfat.com
Marfat.com

آپ کی خدمات پر آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور امریکی عوام کی طرف سے میں پوری دنیا کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے ہماری حمایت میں اظہار جذبات کیا۔ امریکہ بکنگھم پیلس' پیری کی سڑکوں پر اور برلن کی بریڈن برگ کیٹ پر بجنے والے ہمارے قومی ترانے کی گونج کو کبھی نہیں بھولے گا۔

ہم جنوبی کوریا کے ان بچوں کو بھی نہیں بھولیں گے جو سیول میں ہماری ایمبیسی کے باہر دعا کیلئے جمع ہوئے۔ قاہرہ کی مسجد میں ہمدردی کیلئے پڑھی جانے والی نماز کو۔

ہم آسٹریلیا' افریقہ اور لاطینی امریکہ میں منائے جانے والے سوگ کے دنوں اور خاموشی کے لمحات کو بھی نہیں بھولیں گے' نہ ہی ہم 80 دیگر ممالک کے شہریوں کو بھول پائیں گے جو ہمارے اپنے شہریوں کے ساتھ ہلاک ہوئے۔ درجنوں پاکستانی '130 سے زیادہ اسرائیلی ' 250 سے زیادہ بھارت کے شہری' ایل سلواڈور کے مرد اور عورتیں' ایران ' میکسیکو' جاپان اور سینکڑوں برطانوی شہری۔ امریکہ کے پاس عظیم برطانیہ سے زیادہ مخلص دوست نہیں ہے۔

ایک عظیم مقصد کیلئے ہم ایک مرتبہ پھر اکٹھے ہو گئے ہیں۔ یہ میری عزت افزائی ہے کہ برطانوی وزیراعظم نے امریکہ کے ساتھ اظہار یکجہتی کرنے کیلئے سمندر پار سے یہاں تشریف لائے۔ دوست' آپ کے آنے کا شکریہ۔

11 ستمبر کو آزادی کے دشمنوں نے ہمارے ملک کے خلاف ایک جنگی اقدام کیا۔ امریکی جنگوں کو سمجھتے ہیں' لیکن سوائے 1914ء کے ایک اتوار کے روز گزشتہ 136 برسوں کے دوران انہوں نے غیر ملکی سرزمین پر جنگیں لڑی ہیں۔ امریکیوں کو جنگ سے ہونے والی

Marfat.com
Marfat.com

ہلاکتوں کا علم ہے لیکن ایک پر سکون صبح کو ایک عظیم شہر کے وسط میں ایسی ہلاکتوں کا عمل نہیں تھا۔

امریکیوں کو اچانک حملوں کا بھی علم ہے لیکن اس سے پہلے ہزاروں سویلین کو اس طرح مارے جاتے' انہوں نے نہیں دیکھا' یہ سب کچھ ہم پر صرف ایک دن میں مسلط کیا گیا۔ رات ہوئی تو ایک مختلف دنیا تھی' ایک ایسی دنیا جہاں آزادی بذات خود زیر عتاب ہے۔ آج رات امریکیوں کے پاس بہت سے سوالات ہیں امریکی کہہ رہے ہیں "کس نے ہمارے ملک پر حملہ کیا؟" ہم نے جو شواہد اکٹھے کئے ہیں وہ ایک بے قاعدگی کے ساتھ اشتراک کئے ہوئے دہشت گرد تنظیموں کے گروپ' جو "القاعدہ" کے نام سے جانے جاتے ہیں کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ وہ ان کچھ قاتلوں میں سے ہیں جو تنزانیہ اور کینیا میں امریکی سفارت خانوں پر بمباری کے ذمہ دار قرار دیئے گئے یا جو یو ایس ایس کول پر بمباری کے ذمہ دار ہیں۔ القاعدہ کی دہشت انگیزی کیلئے وہی حیثیت ہے جو جرم کیلئے مافیا کی لیکن اس کا نصب العین دولت اکٹھی کرنا نہیں ہے۔ اس کا مقصد دنیا کو پھر سے مرتب کرنا اور اپنے بنیادی عقائد کو دنیا بھر کے لوگوں پر مسلط کرنا ہے۔

دہشت گرد اسلامی انتہاپسندی کی ذیلی شکل پر عمل کرتے ہیں' ایک ایسی شکل جسے مسلمان دانشور اور مسلم علماء کی ایک وسیع اکثریت مسترد کر چکی ہے' ایک ثانوی تحریک جس نے اسلام کی امن پسند تعلیمات کو بگاڑ دیا ہے۔

دہشت گرد انہیں احکامات جاری کرتے ہیں کہ عیسائیوں اور یہودیوں کو قتل کیا جائے' تمام امریکیوں کو قتل کیا جائے اور اس سلسلے میں فوج اور سویلین میں کوئی امتیاز نہ برتا جائے' نہ عورتوں

Marfat.com
Marfat.com

اور بچوں کا لحاظ کیا جائے۔ یہ گروہ اور اس کا لیڈر' ایک شخص جس کا نام اسامہ ہے مختلف ممالک کی اور کئی تنظیموں کے ساتھ بھی منسلک ہے۔ جن میں مصری اسلامی جہاد اور ازبکستان کی اسلامی تحریک بھی شامل ہے۔ 60 سے زیادہ ممالک میں ان جیسے ہزاروں دہشت گرد موجود ہیں۔

انہیں' ان کے اپنے اور ہمسایہ ممالک سے بھرتی کیا جاتا ہے اور افغانستان جیسی جگہوں پر قائم کیمپوں میں لایا جاتا ہے جہاں دہشت گردی کی تربیت دی جاتی ہے۔ انہیں واپس ان کے گھروں کو بھیج دیا جاتا ہے یا پھر دنیا بھر کے ممالک میں پھیلا دیا جاتا ہے تاکہ شیطانی منصوبے بنا کر تباہی پیدا کر سکیں۔ القاعدہ کی قیادت کا افغانستان میں کافی اثر ورسوخ ہے اور ملک کے زیادہ تر حصے کو کنٹرول کرنے میں وہ طالبان کی مدد کرتی ہے۔ افغانستان میں ہم القاعدہ کے دنیا کیلئے تصور کی تصویر دیکھتے ہیں۔ افغانستان کے عوام پر وحشیانہ تشدد کیا جا رہا ہے' بہت سے بھوکوں مر رہے ہیں اور بہت سے وہاں سے فرار ہو چکے ہیں۔

عورتوں کو سکول جانے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ ٹیلی ویژن رکھنے پر آپ کو جیل بھیجا جا سکتا ہے۔ مذہب پر صرف اس طریقے سے عمل کیا جا سکتا ہے جو ان کے لیڈر بتاتے ہیں۔ افغانستان میں اس شخص کو جیل بھیج دیا جاتا ہے جس کی داڑھی کافی لمبی نہ ہو۔ امریکہ افغان عوام کا احترام کرتا ہے۔ آخر کار ہم انہیں انسانی ہمدردی بنیاد پر امداد فراہم کرتے رہے ہیں لیکن ہم طالبان حکومت کی مذمت کرتے ہیں۔ یہ صرف اپنے ہی عوام کو نہیں کچل رہی ہے بلکہ دنیا میں ہر جگہ موجود لوگوں کیلئے خطرہ پیدا کر رہی ہے۔ یہ کام وہ دہشت

Marfat.com
Marfat.com

گردوں کو سپانسر کر کے ' انہیں پناہ فراہم کر کے اور سپلائی دے کر کر رہی ہے۔ قتل کی حوصلہ افزائی کر کے اور قاتلوں کو امداد فراہم کر کے طالبان حکومت ہلاکتوں کی مرتکب ہو رہی ہے۔ آج امریکہ طالبان سے درج ذیل مطالبات کرتا ہے۔

☆ آپ سرزمین پر چھپے ہوئے القاعدہ کے تمام لیڈروں کو امریکی حکام کے حوالے کر دیں۔

☆ تمام غیر ملکیوں 'بشمول امریکی شہریوں کے ' جنہیں آپ نے ناواجب طور پر قید کر رکھا ہے' رہا کر دیں۔

☆ آپ کے ملک میں امدادی کام کرنے والے کارکنوں' سفارتکاروں اور غیر ملکی صحافیوں کا تحفظ کیا جائے۔

☆ افغانستان میں قائم دہشت گردی کی تربیت دینے والا ہر کیمپ فوری طور پر اور مستقلاً بند کر دیا جائے اور ہر دہشت گرد' ان کی حمایت کرنے والے ہر فرد اور ڈھانچے کو موزوں حکام کے حوالے کر دیا جائے۔

☆ امریکہ کو دہشت گردی کی تربیت دینے والے کیمپوں تک مکمل رسائی حاصل کرنے دی جائے تاکہ ہم یقین کر سکیں کہ اب وہ کام نہیں کر رہے ہیں۔

طالبان کو یہ کام فوری اور یقینی طور پر کرنا ہے۔

وہ دہشت گردوں کو ہمارے حوالے کر دیں یا پھر ان کی تقدیر میں ان کے ساتھی بن جائیں۔ آج رات میں دنیا بھر کے مسلمانوں سے بھی براہ راست بات کرنا چاہتا ہوں۔ ہم آپ کے عقیدے کا احترام کرتے ہیں۔ لاکھوں امریکی اور امریکہ کے دوست بہت سے دیگر ممالک میں مزید لاکھوں افراد اسلامی اصولوں پر عمل کرتے ہیں۔ اس کی تعلیمات

Marfat.com
Marfat.com

بہترین اور امن پسند ہیں اور وہ جو اللہ کے نام پر گناہ کرتے ہیں اللہ کے نام کی تکذیب کرتے ہیں۔ دہشت گرد اپنی ہی تقدیر سے دھوکا کرتے ہیں اور نتیجتاً وہ اسلام کو ہی ہائی جیک کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔ امریکہ کا دشمن ہمارے بہت سے مسلمان دوستوں میں سے نہیں ہے۔ یہ ہمارے بہت سے عرب دوستوں میں سے بھی نہیں ہے۔ ہمارا دشمن دہشت گردوں کا بنیادی نیٹ ورک ہے اور وہ حکومت ہے' جو انہیں تحفظ فراہم کرتی ہے۔

دہشت گردی کے خلاف ہماری جنگ کا آغاز القاعدہ کے ساتھ ہوتا ہے۔ یہ وہاں ختم نہیں ہو جائے گی۔ یہ اس وقت تک ختم نہیں ہو گی جب تک دنیا کا ہر دہشت گرد گروپ تلاش نہیں کر لیا جاتا اسے روک نہیں دیا جاتا اور اسے شکست سے دوچار نہیں کر دیا جاتا۔ امریکی پوچھ رہے ہیں "وہ ہم سے نفرت کیوں کرتے ہیں" وہ نفرت کرتے ہیں اس سے یہاں اس چیمبر میں جو کچھ ہوتا ہوا دیکھتے ہیں۔ ایک جمہوری طور پر منتخب حکومت ان کے لیڈر خود مقررہ ہیں۔ وہ ہماری آزادیوں سے نفرت کرتے ہیں: ہمارے مذہب کی آزادی' ہماری تقریر کی آزادی' ہماری ووٹ دینے کی آزادی' وہ نفرت کرتے ہیں ہمارے اکٹھا ہونے اور ایک دوسرے سے عدم اتفاق کرنے سے۔

وہ چاہتے ہیں کہ بہت سے اسلامی ممالک میں موجود حکومتوں کا تختہ الٹ دیا جائے جیسا کہ مصر' سعودی عرب اور اردن۔ وہ چاہتے ہیں کہ اسرائیل کو مشرق وسطیٰ سے نکال باہر کیا جائے۔ وہ چاہتے ہیں کہ عیسائیوں اور یہودیوں کو ایشیا اور افریقہ کے وسیع علاقوں سے باہر نکال دیا جائے۔ یہ دہشت گرد زندگیاں ختم کرنے کے لیے قتل نہیں کرتے ہیں بلکہ ایک طرز زندگی کو متاثر کرنے اور اسے ختم کرنے کیلئے کرتے

Marfat.com
Marfat.com

ہیں۔ ہر ظالمانہ عمل کے ساتھ وہ پرامید ہو جاتے ہیں کہ امریکہ خوفزدہ ہو جائے گا' دنیا سے پسپائی اختیار کر لے گا اور اپنے دوستوں کو چھوڑ دے گا۔ وہ ہمارے خلاف کھڑے ہیں کیونکہ ہم ان کے راستے میں رکاوٹ ہیں۔ ہمدردی کے لیے ان کی جھوٹی نمائش سے ہم دھوکے میں نہیں آئے ہیں۔ ہم ان جیسے لوگوں کو پہلے بھی دیکھ چکے ہیں۔ وہ بیسویں صدی کے تمام خونخوار نظریوں کے وارث ہیں۔ اپنے بنیادی تصورات کے لیے انسانی زندگیوں کی قربانیاں دے کر' اقتدار حاصل کرنے کے جذبے کے علاوہ ہر قدر کو ترک کر کے' وہ فسطائیت' نازی ازم اور ہمہ گیریت کے راستے پر چلتے ہیں اور وہ اس راستے پر چلتے رہیں گے جب تک یہ راستہ تاریخ کے متروک جھوٹوں کی بے نام قبر میں ختم نہیں ہو جاتا' امریکی پوچھ رہے ہیں "ہم یہ جنگ کیسے لڑیں اور جیتیں گے؟"

عالمی دہشت انگیز نیٹ ورک کو شکست دینے اور اسے تباہ و برباد کرنے کے لیے ہم ہر ممکن ذریعہ استعمال کریں گے۔ ڈپلومیسی کا ہر ذریعہ' انٹیلی جنس کا ہر آلہ' قانون کے نفاذ کا ہر طریقہ' ہر اقتصادی اثر و رسوخ اور ہر ضروری جنگی ہتھیار۔ اب یہ جنگ ویسی نہیں ہو گی جیسی دس برس قبل عراق کے خلاف کی گئی تھی۔ یہ جنگ دو سال قبل کوسوو کے اوپر لڑی گئی فضائی جنگ کی طرح بھی نظر نہیں آئے گی۔ جس میں بری فوج استعمال نہیں کی گئی تھی اور اس مقابلے میں ایک بھی امریکی فوجی ہلاک نہیں ہوا تھا۔

ہمارے رد عمل میں فوری بدلے اور منفرد حملوں سے کہیں زیادہ کچھ شامل ہے۔ امریکیوں کو صرف ایک جنگ کی توقع نہیں رکھنی چاہیے' بلکہ ایک طویل مہم کی توقع رکھنی چاہیے۔ جیسی ہم نے پہلے

Marfat.com
Marfat.com

دیکھی ہو' اس سے مختلف۔ اس میں ڈرامائی انداز کے حملے بھی شامل ہو سکتے ہیں۔ جنہیں ٹی وی پر دیکھا جا سکتا ہو اور خفیہ آپریشن بھی' اتنے خفیہ کہ ان کے کامیاب ہونے کو صیغہ راز میں رکھا جائے۔

ہم دہشت گردوں کو فنڈ مہیا نہیں ہونے دیں گے۔ انہیں ایک دوسرے کے خلاف کر دیں گے۔ انہیں جگہ جگہ دوڑایا جائے گا حتیٰ کہ ان کے لیے کوئی پناہ' کوئی سکون نہ رہے۔ ہم دہشت گردی کو امداد فراہم کرنے یا اسے تحفظ فراہم کرنے والے ممالک کا بھی تعاقت کریں گے۔ ہر گوشے میں موجود ہر ملک کو ایک فیصلہ کرنا ہو گا' آپ ہمارے ساتھ ہیں یا پھر دہشت گردوں کے ساتھ۔

آج کے بعد کوئی بھی ملک جو دہشت گردی کی حمایت جاری رکھے گا' امریکہ اسے خطرناک حکومت تصور کرے گا۔ ہماری قوم کو نوٹس دیدیا گیا ہے۔ ہم حملے سے محفوظ نہیں ہیں۔ ہم امریکیوں کا تحفظ کرنے کے لیے دہشت گردی کے خلاف دفاعی اقدامات کریں گے۔ آج درجنوں وفاقی ادارے اور ایجنسیاں اور ان کے ساتھ ساتھ سٹیٹ اور لوکل حکومتیں وطن عزیز کی سکیورٹی متاثر ہونے کی ذمہ دار ہیں۔ ان کوششوں کے سلسلے میں اعلیٰ ترین سطح پر تعاون کیا جانا چاہیے چنانچہ آج رات میں کابینہ کی سطح کے آفس آف ہوم لینڈ سکیورٹی کے قیام کا اعلان کرتا ہوں جو براہ راست مجھے رپورٹ کیا کرے گا اور آج رات ایک اور سرکردہ امریکی کا اعلان کرتا ہوں جو امریکہ کی سکیورٹی مضبوط بنانے کی اس کوشش کی قیادت کرے گا۔ ایک آزمودہ کار فوجی' ایک موثر گورنر' ایک سچا محب وطن اور ایک بااعتماد دوست پینسلوینیا کے ٹام رج (Tomridge)۔

ٹام رج دہشت گردی کے خلاف ہمارے ملک کو تحفظ فراہم

Marfat.com
Marfat.com

کرنے کے لیے جامع قومی حکمت عملی ترتیب دیں گے اور اس کے معاملات کی نگرانی کریں گے اور کسی بھی ممکنہ حملے کا جواب دیں گے۔ یہ اقدامات کافی ہیں۔ ہمارے طرز زندگی کو لاحق خطرے کے طور پر دہشت گردی کو شکست دینے کا واحد راستہ یہ ہے کہ اسے روکا جائے۔ اسے نیست و نابود کر دیا جائے اور جہاں یہ پروان چڑھتی ہے اس جگہ کو تباہ کر دیا جائے۔

اس کوشش میں بہت سے ادارے شامل ہوں گے۔ ایف بی آئی کے ایجنٹوں سے لے کر انٹیلی جنس میں کام کرنے والوں اور رکن محفوظ تک' ہم نے چوکس ڈیوٹی کی ضرورت پر زور دیا ہے۔ سبھی ہمارے شکریہ کے حق دار ہیں اور سب کے لیے ہماری دعائیں ہیں اور آج رات متاثرہ پینٹاگون سے چند میل کے فاصلے پر میرے لیے اپنی فوج کے لیے بھی ایک پیغام ہے۔ تیار ہو جایئے' میں نے مسلح افواج کو چوکس کر دیا ہے اور اس کی وجہ موجود ہے۔ وہ لمحہ آرہا ہے جب امریکہ سرگرم ہوگا۔ اور آپ ہمارا سر فخر سے بلند کریں گے۔ البتہ یہ محض امریکہ کی لڑائی نہیں ہے اور وہ جو خطرے میں ہے محض امریکہ کی آزادی نہیں ہے۔ یہ دنیا کی لڑائی ہے۔ یہ تہذیب کی لڑائی ہے' یہ ان سب کی جنگ ہے جو ترقی' اکثریت وجود' تحمل و بردباری اور آزادی پر یقین رکھتے ہیں۔ ہم ہر ملک کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ ہمارے ساتھ شامل ہو جائے۔

ہمیں پوری دنیا سے جنگاری کے نظام' انٹیلی جنس سروس اور پولیس فورسز کی مدد کی ضرورت پڑے گی اور ہم اسے طلب کریں گے امریکہ شکر گزار ہے کہ بہت سے ممالک نے اور بہت سی عالمی تنظیموں نے پہلے ہی ہمدردانہ رد عمل کا مظاہرہ کیا ہے۔ ان میں لاطینی

Marfat.com
Marfat.com

امریکہ سے ایشیااور افریقہ سے یورپ اور اسلامی دنیا کے ممالک شامل ہیں۔

غالباً نیٹو کا چارٹر دنیا کے رویے کی بہترین طور پر عکاسی کرتا ہے۔ کسی ایک پر حملہ تمام پر حملہ ہے۔ مہذب دنیا امریکہ کی طرف آرہی ہے۔وہ جانتے ہیں کہ اگر یہ دہشت انگیزی بلاروک ٹوک اسی طرح جاری رہی تو ان کے اپنے شہر' ان کے اپنے شہری ممکن ہے اگلا ہدف بن جائیں۔ بلاروک دہشت انگیزی نہ صرف یہ کہ عمارتوں کو ملیامیٹ کر سکتی ہے بلکہ یہ جائز حکومتوں کے استحکام کے لیے بھی خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔

اور آپ جانتے ہیں کیا؟ ہم اس کی اجازت نہیں دیں گے۔ امریکی عوام پوچھ رہی ہے "ہم سے کیا توقع کی جارہی ہے"؟ میں آپ سے کہتا ہوں کہ آپ اپنی زندگیاں بسر کریں ' اپنے بچوں سے پیار کریں' میں جانتا ہوں بہت سے شہریوں کو آج رات بھی خوف لاحق ہیں اور میں آپ سے کہتا ہوں کہ پرسکون ہو جائیں۔ جاری خطرے کے ہوتے ہوئے بھی پرسکون ہو جائیں۔ میں آپ سے کہتا ہوں کہ امریکہ کی اقدار پر قائم رہیں اور یاد رکھیں کیوں اتنے لوگ یہاں جمع ہوئے ہیں۔

ہم اپنے اصولوں کے لیے جنگ لڑ رہے ہیں اور ہماری پہلی ذمہ داری یہ ہے کہ ان اصولوں کے مطابق زندگی گزاریں' مذہبی عقائد یا علاقائی پس منظر کی وجہ سے کسی کو بدسلوکی یا ملامت کے لیے نہیں چنا جانا چاہیے۔

میں آپ سے کہتا ہوں کہ اپنا حصہ ڈال کر اس سانحہ کا شکار ہونے والوں کی حمایت جاری رکھیں۔ جو کچھ دینا چاہتے ہیں وہ ورجینیا'

Marfat.com
Marfat.com

پنسلوانیااور نیویارک میں براہ راست امداد فراہم کرنے والے گروپوں کے نام حاصل کرنے کے لیے سنٹرل سورس آف انفارمیشن 'لبرٹی یونائیٹس آرگنائزیشن جاسکتے ہیں۔ ایف بی آئی کے ہزاروں ایجنٹ جواس تحقیقات کے لیے سرگرم عمل ہیں انہیں آپ کے تعاون کی ضرورت ہے۔ میں آپ سے التماس کرتا ہوں کہ ان کے ساتھ بھرپور تعاون کریں۔ میں چاہتا ہوں کہ سخت سکیورٹی کی وجہ سے آپ کو جو تکلیف اٹھانا پڑے یا آپ کو تاخیر ہو' اس پر آپ تحمل کا مظاہرہ کریں' میں یہ بھی چاہوں گا کہ اس طویل جدوجہد میں بھی آپ تحمل کا دامن نہ چھوڑیں۔

میں آپ سے یہ بھی کہوں گا کہ آپ امریکی معیشت پر اپنا اعتماد بحال رکھیں اور شراکت جاری رکھیں۔ دہشت گردوں نے امریکی آسودہ حالی کی علامت پر حملہ کیا ہے یہ اس کے وسیلے کو چھو بھی نہیں سکے۔ امریکہ سخت محنت' تخلیقی عمل اور ہمارے عوام کے عزم کی وجہ سے کامیاب ہے۔ 11 ستمبر سے پہلے ہماری معیشت کی حقیقی قوتیں یہی چیزیں تھیں اور آج بھی یہی ہیں۔

اور آخر میں براہ مہربانی اس دہشت انگیزی کا شکار ہونے والوں اور ان کے خاندانوں' ان کے لیے جو یونیفارم میں تھے اور ہمارے عظیم ملک کے لیے دعا جاری رکھیں۔ دعا نے غم کے لمحات میں ہمیں سکون دیا ہے اور ہمیں آگے جو سفر درپیش ہے اس میں بھی یہ ہمارے لیے ہمت و قوت کا باعث ہوگی۔ آج رات میں اپنے ہم وطن امریکیوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں اس پر جو انہوں نے اب تک کیا اور اس پر بھی جو آپ کریں گے۔

اور کانگریس کے خواتین و حضرات' میں آپ کا شکریہ

Marfat.com
Marfat.com

ادا کرتا ہوں' ان کے نمائندوں کا اس پر جو آپ نے اب تک کیا اور اس پر بھی جو آپ مل کر کریں گے۔ آج شب ہمیں فوری قومی چیلنجوں کا سامنا ہے۔ ہم اندرون ملک پروازوں پر ائیر مارشلز کی تعداد میں بے انتہا اضافہ کرنے' ائیر سیفٹی کو بہتر بنانے اور ہائی جیکنگ سے تحفظ کے لیے نئے اقدامات کرنے کے لیے مل کر کام کریں گے۔ اس ایمرجنسی کے دوران براہ راست معاونت کے ساتھ اپنی ائیر لائنز کی پروازیں جاری رکھنے اور استحکام بڑھانے کے لیے مل کر کام کریں گے۔ اپنے عوام کو کام پر واپس لانے اور امریکہ کی معیشت کو مضبوط کرنے کے سلسلے میں سرگرم اقدامات عمل میں لانے کے لیے ہم مل کر آگے بڑھیں گے۔ آج رات ہم دو لیڈروں کو خوش آمدید کہتے ہیں جنہوں نے تمام نیویارک والوں کے غیر معمولی عزم کو انسانی شکل دی۔ گورنر جارج پاٹاکی اور میئر روڈولف جیولیانی۔

امریکہ کے عزم مصمم کی علامت کے طور پر میری انتظامیہ کانگریس اور ان دو لیڈروں کے ساتھ مل کر کام کرے گی تاکہ دنیا کو یہ دکھایا جاسکے کہ ہم نیویارک شہر کو پھر سے تعمیر کرلیں۔ کچھ لوگ دہشت انگیزی کے زمانے کی بات کرتے ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ مستقبل میں بڑی جدوجہد کرنا پڑے گی اور بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا لیکن یہ ملک ہمارے وقتوں تعین کرے گا' ان کے ہاتھوں اپنا تعین نہیں کرائے گا۔ جب تک امریکہ پر عزم اور مضبوط ہے یہ زمانہ دہشت انگیزی کا زمانہ نہیں ہوگا۔ یہ یہاں اور پوری دنیا میں آزادی کا زمانہ ہوگا۔ ہمیں بہت بڑا نقصان پہنچایا گیا ہے' ہم نے بہت نقصان اٹھایا ہے اور ہمارے غم و غصے میں ہم نے اپنا مشن تلاش کرلیا ہے' اپنا لمحہ تلاش کرلیا ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

آزادی اور خوف حالت جنگ میں ہیں۔ انسانی آزادی کا مستقبل ہمارے دور کی عظیم کامیابی اور ہر آنے والے وقت کی عظیم امید کا انحصار اب ہم پر ہے۔ ہماری قوم' یہ نسل' ہمارے عوام اور ہمارے مستقبل پر سے پر تشدد فساد ان کا گہرا خوف ختم کرے گی۔ ہم اپنی ہمت اور اپنی کوششوں سے دنیا کو اپنے ساتھ شامل کریں گے۔ ہم تھکیں گے نہیں' ہم تذبذب کا شکار نہیں ہوں گے اور ہم ناکام نہیں ہوں گے۔

مجھے امید ہے کہ آنے والے مہینوں اور سالوں میں زندگی تقریباً معمول پر آجائے گی۔ ہم اپنی زندگیوں اور معمولات کی طرف واپس لوٹ جائیں گے۔ یہ اچھا عمل ہے تائید الٰہی اور وقت کے ساتھ ساتھ غم کم ہو جائے گا۔ ہمارا عزم مصمم ختم نہیں ہونا چاہیے۔ ہم میں سے ہر فرد یاد کرے گا' اس روز کیا ہوا تھا اور کس کے ساتھ ہوا تھا۔ ہم وہ لمحہ یاد رکھیں گے جب یہ خبر آئی تھی ہم کہاں تھے اور ہم کیا کر رہے تھے۔

کچھ لوگ ایک آگ' ایک کہانی یا بچائے جانے کی شبیہہ یاد کریں گے' کچھ کو ایک چہرے اور ہمیشہ کے بند ہو جانے والی ایک آواز کی یادیں آئیں گی اور میں یہ اپنے ساتھ رکھوں گا۔ یہ جارج ہوارڈ نامی ایک شخص کی پولیس شیلڈ ہے۔ جو ورلڈ ٹریڈ سنٹر میں دوسروں کو بچاتے ہوئے اپنی جان گنوا بیٹھا تھا۔ یہ شیلڈ مجھے اس کی والدہ آرلینی نے اپنے بیٹے کی پر فخر یادگار کے طور پر دی ہے۔ یہ مجھے ان زندگیوں کی یاد دلائے گی جو ختم ہو گئیں اور اس نصب العین کی جو ختم نہیں ہوتا۔

میرے ہم وطنو! ہم ایک مکمل انصاف کے ساتھ دہشت گردی سے نبرد آزما ہوں گے۔ اپنے مقصد کے درست ہونے کے

Marfat.com
Marfat.com

یقین اور آنے والی کامیابی کے بارے میں پورے اعتماد کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہمیں دانش مندی عطا کرے اور امریکہ کی حفاظت کے لیے نگرانی کرے۔ شکریہ۔

صدر بش کے خطاب کی قابل ذکر باتوں میں ایک یہ ہے کہ امریکہ مکمل انصاف کے ساتھ دہشت گردی سے نبرد آزما ہونا چاہتا ہے اور دوسری یہ کہ ان (صدر بش) کے خیال میں طالبان ساری دنیا کے لیے خطرہ ہیں۔ غالباً اسی لئے انہوں نے یہ کہا کہ امریکہ اسامہ کے علاوہ القاعدہ کے باقی ارکان کی گرفتاری کے علاوہ افغانستان کے اندر دہشت گردی کے تربیتی مراکز کے بارے تحقیقات کا حق چاہتا ہے ان کے خیال میں اگر طالبان نے دہشت گردی کے خاتمہ کے ضمن میں امریکہ کے مطالبات تسلیم نہ کئے تو پھر انہیں لمبی جنگ کے سامنے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ طالبان کی قیادت صدر بش کے نصف درجن مطالبات میں سے ایک بھی تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں۔ اسلام آباد میں افغانستان کے سفیر نے جو پہلے ہی پاکستان کے امریکہ سے تعاون کی صورت میں طالبان مجاہدوں کے پاکستان میں داخل ہو کر کاروائیوں کی دھمکی دے چکے ہیں ایک بار پھر اس موقف کا اعادہ کیا ہے کہ طالبان سے عدم تعاون کرنے والے پڑوسی ممالک دشمن تصور ہوں گے اور مستقبل میں ان سے دشمنوں سا برتاؤ ہوگا یہ بیان دیتے وقت وہ پاکستانی عوام کے احساسات اور قربانیوں کو بھول گئے۔ صدر بش یا دوسرے امریکی عہدیدار افغانستان کے معاملہ میں سخت گیر رویہ محض اسامہ کی وجہ سے رکھتے ہیں یا اس کے علاوہ بھی پس پردہ کچھ ہے اس حوالے سے آمنہ جیلانی کا "دی نیوز" میں شائع ہونے والا مضمون خاصا اہم ہے "دہشت گردی کے دوراہے پر" کے عنوان سے مضمون میں آمنہ جیلانی لکھتی ہیں:

> "گزشتہ جنوری میں نیویارک ٹائمز میں پنجاب یونیورسٹی کے فارغ التحصیل ایک طالب علم کا انٹرویو شائع کیا گیا۔ 26 سالہ محمد خالد رمضان نے اس انٹرویو میں کہا تھا کہ انہوں نے افغانستان کے شہر خوست میں جہاد کی تربیت حاصل کی جس میں انہیں بارودی سرنگیں

Marfat.com
Marfat.com

بچھانے ' بم بنانے ' ڈائنامائیٹ استعمال کرنے اور لوگوں کو مارنے کی تربیت دی گئی۔ انہوں نے بتایا کہ وہ طالبان کی فوج میں شامل ہے' وہ شمالی افغانستان میں احمد شاہ مسعود کی قیادت میں طالبان کے ساتھ برسرپیکار باغیوں کے ہاتھوں گرفتار ہوا تھا' محمد خالد رمضان نے اعتراف کیا کہ انہوں نے سو سے زائد افراد کو ہلاک کیا جن میں مرد' خواتین اور بچے بھی شامل تھے۔ انہوں نے واضح کیا تھا کہ وہ قید سے بھاگ نکل سکے یا رہائی ملے تو لندن ' نیویارک ' پیرس اور دنیا کے ہر کونے میں جانے کیلئے تیار ہے جہاں انہیں لوگوں کو مارنے کا حکم ملے تو وہ اس کی تعمیل کریں گے اور اس میں ان کی اپنی جان بھی چلی جائے تو انہیں پرواہ نہیں ہے' اس طرز کے اسلام کو پاکستان میں بھی پھیلانے کی کوشش کی جارہی ہے تاکہ پاکستان کو بھی اسلامی امارت افغانستان میں قائم طالبان طرز حکومت سے ہم آہنگ کیا جا سکے۔ افغانستان کو دنیا بھر میں ایسی ریاست قرار دیا جارہا ہے جہاں مہم جو لوگوں کا بسیرا ہے۔ یہاں جنگ و جدل اور قتل غارت گری کی تربیت دی جاتی ہے' جہاں دہشت گردوں کے علاوہ ان ارب پتی لوگوں نے بھی پناہ لے رکھی ہے جن کے سر خیل مشہور عالم مجاہد اسامہ بن لادن ہیں جن پر گزشتہ دس سالوں میں امریکہ اور اس کے اتحادیوں پر حملے کرنے اور انہیں مارنے کے الزامات میں عقیدے کی بنیاد پر مرنے اور مارنے کی روایت صدیوں سے جاری ہے۔ مرنے یا مارنے والے کو صلے میں جنت کی نوید ملے تو وہ پھر موت کی پروانہ نہیں کرتا۔

صدر بش نے بھی اپنے خطاب کے اختتامی کلمات میں تقریباً یہی بات کہی ہے کہ دہشت گرد یہ کہتے ہیں کہ وہ مخالفین کو فنا کردیں گے البتہ یہ امر بحث طلب ہے کہ کیا دہشت گردی میں مبینہ طور پر صرف مسلمان عسکریت پسند ہی ملوث ہیں؟ ثانیاً یہ کہ

Marfat.com
Marfat.com

دہشت گردی ہے کیا؟ کیا اپنی قومی آزادی کے لئے جدوجہد بھی دہشت گردی کے زمرے میں آتی ہے جیسا کہ اسرائیل اور بھارت کا فلسطین اور کشمیری تنظیموں کے بارے میں رویہ ہے؟ لیکن اگر انسانی اقدار' امن اور ترقی کو زیروزبر کرنے کے لیے قتل وغارت ہی دہشت گردی ہے تو پھر امریکی قیادت حالیہ واقعات کے بعد طالبان اور اسامہ کو ہی کیوں فوکس کیے ہوئے ہے؟ جبکہ خود امریکی وزارت خارجہ کی اپریل 2001ء میں جاری کردہ رپورٹ "پیٹرنز آف گلوبل ٹیررزازم2000ء" میں چین' سری لنکا اور دوسرے ممالک کے اندر سرگرم تنظیموں کے بارے بھی یہی الزام عائد کیا گیا ہے گویا رپورٹ خالص امریکی سوچ اور مفادات کی غمازی کرتی ہے۔ لیکن اس سے بہت ساری چیزیں سمجھنے میں مدد بھی ملتی ہے بالخصوص امریکیوں کے نقطہء نظر کو' کیونکہ رپورٹ میں امریکیوں نے بعض ایسی تنظیموں کو بھی دہشت گرد قرار دیا ہے جن کے بارے میں دنیا بھر کے آزادی پسند اور باشعور عوام یہ بھلی رائے رکھتے ہیں کہ یہ تنظیمیں قومی آزادی کی جنگ لڑ رہی ہیں جیسے 'اسلامی جہاد فلسطین' آئرش ری پبلک آرمی' پاپولر فرنٹ فار دی لبریشن فلسطین نامی تنظیمیں ہیں۔ امریکی دفتر خارجہ کی اپریل 2001ء کی رپورٹ کے مطابق دہشت گردی کے بڑھاوے میں سرگرم عمل تنظیموں میں سے چند ایک کا مختصر تعارف یہ ہے:

باسک فادر لینڈ اینڈ لبرٹی

تفصیل: اس تنظیم کا قیام 1959ء میں عمل میں آیا۔ اس کا مقصد اسپین اور فرانس کے چند صوبوں میں مارکسزم پر مبنی ایک وطن قائم کرنا تھا۔ ان صوبوں میں اسپین وزکایا' گوئزپوکوا' الدوا اور نوارا اور فرانس کے جنوب مغربی صوبے لیبرڈ' بیس نواز اور سول شامل ہیں۔

دائرہ عمل: ان کی ابتدائی کاروائیوں میں اسپین کی حکومت کے افسران خاص طور پر سیکورٹی اور عسکری فورسز' سیاست دانوں اور عدلیہ کی اہم شخصیات پر بم مارنا اور قتل کرنا شامل تھا۔ یہ تنظیم اپنی مالی ضروریات 'اغوا' ڈاکوں اور رقم اینٹھنے سے پوری کرتی ہے۔ 1960ء کے عشرے سے اب تک اس نے 800 قتل کیے ہیں۔ 1999ء میں اس نے اپنی خودساختہ جنگ بندی ختم کردی اور قتل کرنے اور بم پھینکنے کی وارداتیں شروع کردیں۔ جس

Marfat.com
Marfat.com

میں 2000ء کے آخر تک 23 افراد قتل اور بیسیوں زخمی ہوئے۔

قوت : اس کی اصل قوت کا صحیح اندازہ نہیں ہے۔ البتہ خیال کیا جاتا ہے کہ اس تنظیم کے سینکڑوں ممبران ہیں۔ ان کے علاوہ اس کے ہزاروں ہم درد ہیں۔

کاروائی کا علاقہ : بنیادی طور پر یہ تنظیم اسپین میں باسک کے نیم خود مختار علاقوں اور فرانس کے جنوبی علاقوں میں سرگرم عمل رہتی ہے مگر یہ دوسرے مقامات پر بھی فرانس اور اسپین کے مفادات پر حملے کرتی ہے۔

بیرونی امداد : اس تنظیم کے اراکین نے لیبیا' لبنان اور نکاراگوا میں بھی تربیت حاصل کی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس تنظیم کے کچھ اراکین نے کیوبا اور جنوبی امریکا میں بھی پناہ حاصل کرلی ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ اس تنظیم کے آئرش ری پبلکن آرمی سے بھی رابطے ہیں۔ ان دونوں تنظیموں کے سیاسی بازو ایک دوسرے سے تعاون کرتے ہیں۔

مجاہدین خلق آرگنائزیشن

تفصیل : اس تنظیم کو ایرانی تاجروں کے کالجوں میں تعلیم یافتہ بیٹوں نے 1960ء کے عشرے میں قائم کیا۔ اس تنظیم کا مقصد شاہ کے دور میں بڑھتے ہوئے شدید مغربی اثرات کا مقابلہ کرنا تھا۔ یہ ایک ایسے فلسفے پر یقین رکھتے تھے جو اسلام اور مارکسزم کی آمیزش سے بنا تھا۔ یہ ایران کا سب سے بڑا اور متحرک مسلح گروپ بن گیا۔ اس کی تاریخ میں مغرب کی مخالفت کی کاروائیاں شامل ہیں۔ موجودہ دور میں یہ تنظیم ایران اور ایران سے باہر ملائیت کے مفادات پر حملے کرتی ہے۔

دائرہ عمل : یہ تنظیم ایرانی حکومت کے خلاف پروپیگنڈا اور کبھی کبھی دہشت گردی کی وارداتوں میں بھی مصروف رہتی ہے۔ 1970ء کی دہائی کے دوران اس تنظیم نے ایران کے اندر پر تشدد حملے کر کے کئی امریکی فوجیوں اور تہران کے دفاعی پراجیکٹس میں کام کرنے والے سویلین لوگوں کو قتل کیا۔ 1979ء میں اس تنظیم نے امریکی سفارت خانے پر قبضہ کرنے میں مدد کی۔ اپریل 1992ء میں اس تنظیم نے بیرونی ممالک میں ایران کے 13 سفارت خانوں پر حملہ کیا۔ جس سے اس گروپ کی سمندر پار کاروائی کی اہلیت کا مظاہرہ

Marfat.com
Marfat.com

ہوا۔ فروری 2000ء میں آپریشن گریٹ بہمان کے دوران اس تنظیم کی کاروائیوں کی عام رفتار میں اضافہ ہوا۔ تنظیم نے دعویٰ کیا کہ اس دوران اس نے ایران کے خلاف ایک درجن حملے کیے۔ اس سال کے باقی حصے میں تنظیم کے دعوے کے مطابق اس کے اراکین نے ایرانی فوج ' قانون نافذ کرنے والے اداروں اور ان سرکاری عمارتوں پر جو عراقی سرحد کے قریب تھیں ' مارٹر حملے کیے اور چھاپامار کاروائیاں بھی کیں۔ تہران میں فوجی اور سرکاری عمارتوں پر بھی اس نے چھ حملے کیے۔

قوت : اس تنظیم میں ہزاروں جنگ جو شامل ہیں جو عراق میں مقیم ہیں۔ اس کے علاوہ سمندر پار بھی اس تنظیم کے ہزاروں ہم درد موجود ہیں۔

کاروائی کا علاقہ : 1980ء کے عشرے میں اس تنظیم کے اراکین کو ایرانی فوجوں نے فرانس فرار ہو جانے پر مجبور کر دیا لیکن 1987ء تک اکثر اراکین پھر عراق میں آباد ہو گئے۔ اس وجہ سے 1980ء کے عشرے میں اس گروپ نے اس پیمانے پر پر تشدد کاروائیوں میں حصہ نہیں لیا جس پیمانے پر 1970ء کے عشرے میں لیا تھا۔ لیکن 1990ء کے عشرے میں انہوں نے ایران میں بہت بڑی تعداد میں کاروائیاں کرنے کا دعویٰ کیا۔

بیرونی امداد : عراق سے خاطر خواہ امداد حاصل کرنے کے علاوہ اس تنظیم نے بیرونی ممالک میں آباد ایرانی تنظیموں سے بھی چندے وصول کیے۔

فلسطینی اسلامی جہاد

تفصیل : یہ تنظیم 1970ء کے عشرے میں غزہ پٹی میں جنگ جو فلسطینیوں نے قائم کی۔ ان کا نصب العین جہاد کے ذریعے اسرائیل کو تباہ کر کے ایک اسلامی فلسطینی ریاست کا قیام تھا۔ اسرائیل کی بہت زیادہ حمایت کرنے کی وجہ سے امریکا کو اس تنظیم کا سب سے بڑا دشمن قرار دیا گیا لیکن ماضی میں اس گروپ نے امریکی مفادات کے خلاف حملے نہیں کیے۔ لیکن جولائی 2000ء میں اس نے دھمکی دی کہ اگر امریکی سفارت خانہ تل ابیب سے یروشلم منتقل کیا گیا تو وہ امریکی مفادات پر حملے کریں گے۔ یہ تنظیم اعتدال پسند عرب حکومتوں کے بھی خلاف ہے کیوں کہ اس کا خیال ہے کہ ایسی حکومتیں مغربی سیکولرزم کے زیر اثر ہیں۔

Marfat.com
Marfat.com

کاروائیاں : 2000ء کے آخری حصہ میں اس نے اسرائیلی مفادات کے خلاف تین حملے کیے۔ جن میں سے ایک حملہ اس تنظیم کے سابق رہنما شقاقی کے 26 اکتوبر 1995ء میں مالٹا میں قتل کیے جانے کی یادگار کے طور پر منانے کے لئے کیا گیا۔ اس تنظیم نے مغربی کنارے 'غزہ پٹی اور اسرائیل میں اسرائیلی اہداف کے خلاف خود کش بم دھماکے بھی کیے۔

قوت : نامعلوم

کاروائیوں کا علاقہ : بنیادی طور پر اس تنظیم کی کاروائیوں کا علاقہ 'اسرائیل' مقبوضہ عرب علاقے اور مشرق وسطیٰ کے دوسرے علاقے ہیں جن میں اردن اور لبنان بھی شامل ہیں۔ اس تنظیم کا ہیڈ کوارٹر شام میں ہے۔

بیرونی امداد : اس تنظیم کو ایران سے مالی امداد حاصل ہوتی ہے۔ نقل وحمل کی سہولت میں شام سے بھی محدود پیمانے پر مدد حاصل ہوتی ہے۔

پاپولر فرنٹ فار دی لبریشن

تفصیل : یہ تنظیم لینن اور مارکس کے خیالات سے متاثر ایک گروپ ہے' جسے جارج حبش نے 1967ء میں قائم کیا تھا۔ اس وقت وہ پی ایل او کے رکن بھی تھے۔ وہ اتحاد برائے فلسطینی افواج میں بھی ہو گئے تاکہ "ڈکلیریشن آف پرنسپلز" کی مخالفت کر سکیں جسے 1993ء میں منظور کر لیا گیا تھا۔ اس کے بعد وہ پی ایل او سے بھی علیحدہ ہو گئے۔ انہوں نے اتحاد برائے فلسطینی افواج سے بھی تعلق ختم کر دیا۔ یہ 1996ء میں نظریاتی اختلاف کی وجہ سے ہوا۔ انہوں نے 1999ء میں پی ایل او کے نمائندوں اور عرفات کی فتح پارٹی کے اجلاسوں میں شرکت کی تاکہ قومی اتحاد کے مسئلے کو زیر بحث لایا جا سکے اور پی ایل او کو مضبوط بنایا جا سکے۔ مگر انہوں نے اسرائیل کے ساتھ ہونے والے مذاکرات کی مخالفت جاری رکھی۔

کاروائیاں : 1970ء کی دہائی میں اس تنظیم نے بین الاقوامی سطح کے کئی حملے کیے۔

Marfat.com
Marfat.com

1978ء کے بعد سے اس تنظیم نے اسرائیل اور اعتدال پسند عرب ریاستوں کے خلاف بھی حملے کیے جن میں دسمبر 1996ء میں ایک یہودی آبادکار اور اس کا بیٹا ہلاک ہونے والوں میں شامل تھے۔

قوت : 800 نفوس

کاروائیوں کا علاقہ : شام، لبنان، اسرائیل اور مقبوضہ علاقے۔

بیرونی امداد : یہ تنظیم شام میں پناہ حاصل کرتی ہے۔ یہیں سے اسے نقل و حمل کی کچھ سہولتیں بھی ملتی ہیں۔

تنظیم آزادی فلسطین

تفصیل : 9 ستمبر 1993ء کو پی ایل او کے چیئرمین یاسر عرفات نے اسرائیلی وزیراعظم رابن اور ناروے کے وزیر خارجہ ہوسٹ کے نام خطوط لکھ کر دہشت گردی اور تشدد ختم کرنے کا عہد کیا۔ 13 ستمبر 1993ء کو واشنگٹن میں یہودیوں اور فلسطینیوں کے درمیان ''ڈکلریشن آف پرنسپلز'' پر دستخط ہوئے۔ اس بات کی کوئی اطلاع نہیں ہے کہ عرفات کے زیر اثر پی ایل او کا کوئی رکن 1995ء تک پر تشدد کاروائیوں میں ملوث ہوا ہے۔ پی ایل او کے تحت کام کرنے والے پاپولر فرنٹ نے پی ایل او کے ساتھ اپنی شرکت معطل کر دی۔ یہ کاروائی اس معاہدے کے خلاف احتجاج کے طور پر کی گئی ہے۔ اس نے کبھی کبھار تشدد آمیز کاروائیاں جاری رکھی ہیں۔ امریکی حکومت پی ایل او کے پر تشدد کاروائیاں ترک کرنے کے وعدے پر عمل درآمد کو مانیٹر کر رہی ہے۔

آئرش ری پبلک آرمی

تفصیل : یہ شدت پسند دہشت گرد گروپ برطانوی افواج کو شمالی آئرلینڈ سے نکالنے اور آئرلینڈ کو متحد کرنے کے مقصد سے قائم کردہ قانونی سیاسی تحریک ''سن فین'' کے عسکری بازو کے طور پر وجود میں آیا۔ اس کی ابتداء مارکس کے نظریات سے ہوئی۔ یہ تنظیم آرمی کونسل کے زیر نگرانی چھوٹے چھوٹے یونٹوں میں بٹی ہوئی ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

کاروائیاں :اس تنظیم کی اہم کاروائیوں میں قتل' بم مارنا' اغوا' پٹائی کرنا اور ڈاکے ڈالنا شامل ہے۔ اس تنظیم کے زیادہ تر شکار شمالی آئرلینڈ میں برطانوی حکومت کے افسران' برطانوی فوج اور پولیس کے ارکان اور شمالی آئرلینڈ کے وفادار نیم فوجی دستے ہوتے ہیں۔ برطانیہ میں ٹرین' سب وے اسٹیشنوں' شاپنگ کے علاقوں میں بھی یہ تنظیم بم دھماکے کرتی ہے۔ اس کے علاوہ شمالی آئرلینڈ میں یہ برطانوی اور رائل کانسٹبلری کو بھی ہدف بناتی ہے۔

قوت : اس کی قوت میں کوئی کمی نہیں آئی۔ اس کے کئی سو اراکین اور ہزاروں ہمدرد ہیں البتہ اس کے نہایت متحرک اراکین کے شدت پسند گروپوں میں شامل ہونے سے اس کی قوت ضرور متاثر ہوئی ہے۔

کاروائیوں کا علاقہ : شمالی آئرلینڈ' آئرش ری پبلک' برطانیہ اور یورپ۔

بیرونی امداد :اسے بہت سے گروپوں اور ممالک سے امداد ملتی ہے۔ خاص طور پر اس تنظیم کو لیبیا سے تربیت اور اسلحہ کی مدد حاصل ہوتی ہے۔ کسی زمانے میں پی ایل او سے بھی مدد ملتی تھی۔ یہ بھی شبہ کیا جاتا ہے کہ امریکا میں بھی اس کے ہمدرد اس کی مدد کرتے ہیں۔

ابوندال تنظیم (اے این او)

یہ فتح انقلابی کونسل' عرب انقلابی بریگیڈ' بلیک ستمبر اور سوشلسٹ مسلمانوں کی انقلابی تنظیم کے ناموں سے بھی موسوم ہے۔ یہ بین الاقوامی تنظیم ہے جس کے سربراہ صابری النبی ہیں یہ تنظیم پی ایل او سے 1974ء میں علیحدہ ہوئی تھی۔ اس کے مختلف شعبے ہیں جن میں سیاسی' عسکری اور مالی شعبے بھی شامل ہیں۔

یہ تنظیم 20 ممالک پر دہشت انگیز حملے کر چکی ہے۔ جن میں تقریباً 900 افراد ہلاک یا مجروح ہوئے۔ اس نے امریکا' برطانیہ' فرانس اور اسرائیل کے علاوہ اعتدال پسند فلسطینیوں' پی ایل او اور کئی عرب ممالک کو بھی نشانہ بنایا ہے۔ اس تنظیم کی طرف سے کیے گئے بڑے حملوں میں دسمبر 1985ء میں روم اور ویانا کے ہوائی اڈوں پر کیے گئے حملوں اور استنبول میں Neve Shalam کے گرجا گھر پر کیا گیا حملہ شامل ہے۔ ستمبر 1986ء میں کراچی میں پان ایم کی فلائٹ نمبر 73 کا اغوا بھی اہم واقعہ تھا۔ جولائی

Marfat.com
Marfat.com

1988ء میں "سنی آف پورس" نامی بحری جہاز پر حملہ بھی بڑی کاروائی تھی۔ یہ جہاز یونان میں لنگر انداز تھا۔ شبہ کیا جاتا ہے کہ جنوری 1991ء میں تیونس میں پی ایل او کے نائب سربراہ ابولیث اور سیکورٹی چیف ابو ہول کو بھی اس تنظیم نے قتل کیا تھا۔ جنوری 1994ء میں لبنان میں اردن کے سفیر کو بھی اس تنظیم نے قتل کیا اور وہاں پی ایل او کے نمائندے کے قتل کا تعلق بھی اس تنظیم سے جوڑا جاتا ہے۔ لیکن اس نے 1980ء کے عشرے کے آخری حصے کے بعد سے مغرب کے کسی ہدف کو نشانہ نہیں بنایا۔ اس تنظیم کی طاقت چند سو افراد تک محدود ہے۔ البتہ سمندر پار بھی کچھ لوگ اس کی مدد کرتے ہیں۔

دسمبر 1998ء میں یہ تنظیم عراق میں منتقل ہو گئی جہاں اس کا وجود اب تک قائم ہے۔ لبنان اور فلسطینی مہاجرین کے کئی کیمپوں میں اس نے کاروائیاں کر کے اپنی موجودگی کا احساس دلایا ہے۔ اندرونی خلفشار اور مالی وسائل کی کمی نے اس کی کاروائیوں اور صلاحیتوں کو کم کر دیا ہے۔ 1999ء میں مصر اور لیبیا کی حکومتوں نے اپنے ملکوں میں اس تنظیم پر پابندی عائد کر دی مگر یہ تنظیم ایک بہت وسیع علاقے میں کاروائی کرنے کی صلاحیت کا مظاہرہ کر چکی ہے جس میں ایشیاء، مشرق وسطیٰ اور یورپ شامل ہیں۔

اس تنظیم کو 1987ء تک عراق، لیبیا اور شام سے کافی مدد ملتی رہی جس میں پناہ ماننا، تربیت، باربرداری کی سہولت اور مالی امداد بھی شامل تھی۔ اس کے علاوہ منتخب اہداف کے لیے حمایت بھی حاصل ہوتی تھی۔

ابو سیاف گروپ

یہ اسلامی علیحدگی پسند تنظیموں میں سب سے چھوٹی اور سب سے زیادہ انقلابی تنظیم ہے، جو فلپائن کے جنوب میں کاروائی کرتی ہے۔ اس گروپ کے کچھ اراکین مشرق وسطیٰ میں تعلیم حاصل کر چکے ہیں یا ملازمت کے سلسلے میں وہاں رہے ہیں۔ انہوں نے افغانستان میں تربیت حاصل کرنے اور جہاد کے دوران مجاہدین کے ساتھ تعلقات بھی استوار کر لیے ہیں۔ یہ گروپ 1991ء میں عبدالرزاق ابوبکر کی سربراہی میں موروولبریشن فرنٹ سے علیحدہ ہو کر وجود میں آیا۔ ابوبکر 18 دسمبر 1998ء میں فلپینی پولیس کے ساتھ مقابلے میں

Marfat.com
Marfat.com

مارا گیا۔ پریس کی اطلاعات کے مطابق اس کا چھوٹا بھائی قذافی جنجلانی اب اس گروپ کا سربراہ ہے۔ یہ گروپ کئی چھوٹے چھوٹے حصوں پر مشتمل ہے۔

اس گروپ کی کاروائیاں بم مارنے' قتل کرنے' اغوا اور دوسری پر تشدد کاروائیوں پر مشتمل ہے۔ اس کا مقصد جنوبی فلپائن کے اس علاقے میں ایک آزاد مسلم مملکت کا قیام ہے' جہاں مسلمان کثیر تعداد میں آباد ہیں۔

اس گروپ کا بڑے پیمانے پر پہلا بڑا اقدام اپریل 1995ء میں منڈاناؤ میں شہر ایپل پر حملہ تھا۔ 2000ء میں اس نے 30 غیر ملکیوں کو اغوا کیا' جن میں ایک امریکی شہری بھی شامل تھا۔

یہ گروپ 200 جاں باز جنگجوؤں پر مشتمل تھا۔ مگر کہا جاتا ہے کہ 2000 افراد' غیر ملکیوں کے اغواء سے حاصل ہونے والی تاوان کی رقم کی وجہ سے اگست میں اس گروپ میں شامل ہو گئے۔

ان چند تنظیموں کے علاوہ بھی مختلف خطوں میں سرگرم عمل بعض تنظیموں کو دہشت گرد تنظیمیں قرار دیا گیا ہے۔ امریکہ کا نقطہ نظر خالصتاً امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے مفادات سے مطابقت رکھتا ہے۔ پھر رپورٹ کی تیاری میں ان وجوہات کا کہیں تذکرہ نہیں جن کی بنا پر مختلف خطوں میں عسکری تنظیمیں قائم ہوئیں اور علاقوں کے لوگوں کے تعاون کی بدولت ان کی کاروائیوں کا زمانہ طویل' امریکی وزارت خارجہ کی مذکورہ رپورٹ کے حوالے سے ایک بڑا اعتراض یہ بھی ہے کہ رپورٹ تیار کرنے والوں نے خاص سوچ یا بُعد کا مظاہرہ کیا اور اس کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کو منفی کردار کے طور پر پیش کیا جائے۔ دہشت گردی یقیناً انسانیت کے خلاف اعلان جنگ کی حیثیت رکھتی ہے لیکن کیا پس پردہ وجوہات کو ختم کئے اور حقائق کو کھلے دل سے تسلیم کئے بغیر اصلاح احوال ممکن ہے؟ یہ ایسا سوال ہے جس کا جواب (گیارہ ستمبر کے واقعات کے بعد) حاصل کیا جانا بہت ضروری ہو گیا ہے۔

پشاور یونیورسٹی کے پروفیسر اور ملک کے ممتاز دانشور ڈاکٹر ظہور احمد اعوان کے روزنامہ "آج" پشاور میں شائع ہونے والے مضمون "اصل چیز دہشت گردی نہیں اس کے اسباب ہیں" میں

Marfat.com
Marfat.com

انہی نکات پر بحث کی گئی ہے۔ جناب ڈاکٹر ظہور احمد اعوان لکھتے ہیں۔

"امریکی کہتے ہیں گیارہ ستمبر کو دنیا بدل گئی تاریخ بدل گئی۔ دنیا کے 185 سے زیادہ ممالک حیران و پریشان ہو کر امریکہ کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ وہ سوچتے ہیں واقعی ایسا ہو گیا ہے۔ نہیں ہوا تو ہو جائے گا۔ امریکہ عجیب ملک ہے۔ 1860ء کی دہائی میں اسے ایک بہت بڑی خانہ جنگی کا سامنا کرنا پڑا جس میں لاکھوں امریکی مارے گئے۔ اس کے بعد اسے کوئی اندرونی لڑائی درپیش نہیں ہوئی۔ وہ ساری جنگیں اپنی سرحدوں سے باہر بہت دور دوسرے براعظموں میں جا کر لڑتا رہا۔ جنگ عظیم اول' دوم کوریا کی جنگیں ہوں یا عراق کی تباہی سب میں پلہ امریکہ کا ہی بھاری رہا۔ ایک ویت نام میں اسے شدید ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا۔ 55 ہزار امریکیوں کو مروا کر بھی اسے کوئی کامیابی نہ ملی اور شمالی و جنوبی ویت نام یکجا ہو کر کمیونزم کی گود میں چلے گئے۔ امریکہ نے البتہ ستر برس تک ایک سرد جنگ بھی لڑی۔ یہ جنگ دنیا سے کمیونزم کے خاتمے اور سرمایہ داری نظام کے قیام کے سلسلے میں تھی۔ اس میں اسے بھرپور کامرانی نصیب ہوئی اور سویٹ روس اور مشرق یورپ میں کمیونزم کا دیس نکالا ہو گیا۔ اس کے ساتھ امریکی نیو ورلڈ آرڈر دنیا پر نافذ ہونے لگا۔ یعنی سرمایہ دارانہ فری مارکیٹ اکانومی اور کثیر الجماعتی جمہوریت۔ اس وقت دنیا اس ڈھب پر آگے بڑھتی جا رہی تھی۔ امریکہ کو چیلنج کرنے والا دنیا بھر میں کوئی نہ رہا تھا۔ سب لیڈر اور ملک ایک ایک کر کے سرنگوں ہو گئے تھے۔ اس لئے اس نے اپنے لئے ایک خطرہ از خود گھڑنا شروع کر دیا تھا۔ یعنی تہذیبوں کا ٹکراؤ۔ یعنی اسلامی اور چینی تہذیبوں کی مشترکہ قوتوں سے خیالی اور فرضی تصادم کا ہونا۔ وہ اپنے لئے ایک ولن ہر دور میں قائم رکھتا ہے۔ کبھی کارل

Marfat.com
Marfat.com

مارکس، کبھی لینن وسٹالن تو کبھی ہٹلر، مسولینی، پھر آگے بڑھ کر ماؤ سوئیکارنو، بھٹو، قذافی اور صدام حسین جب کسی کو مار دیا یا وہ خود مر گئے یا بعض کو چپ کرادیا تو پھر نیا ولن گھڑنا شروع کر دیا۔ اب اسامہ بن لادن کی باری تھی۔ اپنے بنائے اور سنوارے ہوئے بت پر رنگ و روغن کر کے اسے اپنے مقابل لا کھڑا کیا۔ اس کے ساتھ پوری مسلم دنیا کو باندھ دیا جیسے وہی پوری ایک ارب پر مشتمل مسلمان دنیا کی علامت ترجمان اور واحد مظہر ہو۔ جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے۔ جب تک اسامہ، طالبان اور افغان مجاہد سویٹ روس کے خلاف امریکی جنگ لڑ رہے تھے تب تک وہ مجاہد اور ہیرو تھے۔ جب یہ جنگ کامیابی سے ہمکنار ہوئی تو امریکہ اس طرح لاتعلق بے غرض اور اجنبی بن گیا جیسے اس کا پاکستان، طالبان، افغانستان اور اسامہ بن لادن سے کبھی کوئی تعلق ہی نہیں رہا۔ اس کا کہنا کسی حد تک صحیح ہے کہ وہ بزنس مین ہے۔ اس نے ایک سودا کیا تھا ہر فریق کو اس کی قیمت ادا کی تھی۔ کھیل ختم پیسہ ہضم۔ اس کے خیال میں پاکستان طالبان افغانستان اسامہ بن لادن نے امریکہ کے لئے یہ گیارہ سالہ اینٹی کمیونسٹ جنگ فی سبیل اللہ نہیں لڑی۔ اس میں سب کو حساب ملا۔ سب کے پوبارہ ہوئے۔ وہ جنگ اور جہاد کے فرق کو نہ سمجھتا ہے نہ اسے ضرورت ہے اس نے جنگ اور اس کی کامیابی خریدی۔ اس کی بلا سے کہ کرنے والے جنت جانے کے لئے جنگ لڑ رہے تھے یا امریکہ جانے کے لیے بے شمار لوگ اس تگاپو میں امریکہ و یورپ بھی منتقل ہو گئے۔ انہیں لوگوں میں وہ عرب باشندے بھی تھے جنھوں نے اعلیٰ ترین جہاز اڑانے کی تربیت امریکہ کے اندر رہ کر امریکی اداروں سے حاصل کی تھی۔ امریکہ پر داخلی حملہ پہلے بھی ہوا تھا۔ اوکلاہوما میں دہشت گردی کی

Marfat.com
Marfat.com

واردات چند سال قبل ضرور ہوئی تھی۔ اس وقت بھی اس کا ملبہ اسامہ بن لادن پر لادا گیا تھا مگر بعد میں تحقیقات سے یہ ثابت ہوا کہ ایسی حرکت کرنے والا خود ایک لاڈلا امریکی ہی تھا۔ امریکیوں کا مسئلہ یہ ہے کہ وہ داخلی طور پر اپنے شہریوں یا اپنے ہاں آنے والوں کو اس قدر آزادیاں دیتے ہیں کہ وہ جو چاہیں کرتے پھریں۔ امریکی سی آئی اے ساری دنیا کے حکمرانوں کی خبر رکھتی ہے۔ بیرون ملک جہاں اینٹی امریکن جذبات وافراد موجود ہوں ان کا حساب کتاب ان کے پاس ہوتا ہے مگر اندرون ملک امریکن ایف بی آئی اور دوسرے ادارے اپنے لوگوں کے بارے میں مسلسل خواب خرگوش میں رہتے ہیں۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنا آزاد' بے فکر اور بے باک نظام دو سو برس کے عرصے میں بڑی محنت سے اور بڑی قیمت دے کر قائم کیا ہے اس میں کسی بھی شخص کو روکنے ' تلاشی لینے ' اسے اس کی تاریخ یا جغرافیہ پوچھنے کی تمام گنجائش ختم کر دی گئی تا آنکہ اس شخص نے کوئی جرم نہ کیا ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ امریکہ میں کوئی شخص قتل بھی کر دے اور اس جگہ سے بھاگے نہیں اور آرام سے ٹہلتا رہے یا لاش کے سامنے موجود بھی ہو تو پولیس والے اس کو نہیں پکڑیں گے ۔ بھاگے گا تو پکڑا جائے گا۔ ملزم کو مجرم ثابت کرنا پولیس کا کام ہے۔ ورنہ عدالت مقدمہ اٹھا کر باہر پھینک دیتی ہے۔ مجرم کا اپنا اقرار بھی اسے مجرم قرار نہیں دے سکتا۔ کسی بھی شخص کو بغیر مقدمہ یا جرم کے اڑتالیس گھنٹے سے زیادہ پولیس کی حراست میں نہیں رکھا جا سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ لاکھوں تارکین وطن وہاں داخل ہو جاتے ہیں۔ سالہا سال کام کرتے ہیں۔ اپنے کیس عدالتوں میں پیش کر کے گرین کارڈ اور شہریت تک حاصل کر لیتے ہیں۔ ان کو کسی مرحلے پر روکا ٹوکا نہیں

Marfat.com
Marfat.com

کا مذہبی علاقائی اور لسانی و ثقافتی تعصب ہے۔ سیاہ فاموں سے ان کی ایک جنگ سوڈیڑھ سو سال جاری رہی۔ اب یہ جنگ بھی تقریباً ہمیشہ کے لئے ختم ہوگئی ہے۔ امریکی حکومت کی جو بھی پالیسیاں ہوں۔ امریکہ کے عام لوگ بڑے خوش اخلاق' ملنسار' بے تکلف اور خوش باش ہوتے ہیں۔ فوراً دوست بن جاتے ہیں۔ دوسرے ملکوں اور قوموں کے رسوم ورواج وعادات میں دلچسپی لیتے ہیں۔ امریکہ مختلف تہذیبوں' نسلوں اور ثقافتوں کا ایک گلدستہ بلکہ کٹھالی Melting Pot ہے۔ جہاں ہر رنگ نسل زبان کا آدمی بڑی آزادی کے ساتھ اپنی تہذیبی شناخت کے ساتھ اچھی زندگی گزار سکتا ہے۔ ان کا طریقہ حیات صحیح معنوں میں لبرل' جمہوری' روشن خیال اور اعلیٰ تہذیب یافتہ ہے۔ کسی کو کسی سے کوئی سروکار نہیں کہ کوئی کیا کرتا ہے۔ کوئی کسی کے گھر میں نہیں جھانکتا۔ ہر آدمی اپنی دنیا زندگی اور خوشیوں میں مگن رہتا ہے وہ نہیں چاہتا کہ کوئی اس کی آزادیوں میں مخل ہو۔ اس لئے حکومت' پولیس' فوج یا کسی بھی اور سے یا فرد کو کسی کی شخصی زندگی کے بارے میں سوال کرنے کی مجال نہیں ہوتی۔ اب وہ کہتے ہیں کہ 11 ستمبر کے بعد سب کچھ بدل جائے گا۔ میں سوچتا ہوں کہ یہ سب اچھائیاں بھی بدل جائیں گی۔ کیا سڑکوں پر امریکیوں اور غیر امریکیوں کو روک کر ان کی تلاشیاں لی جائیں گی۔ ان کے شناختی کارڈ اور پاسپورٹ دیکھے جائیں گے۔ دنیا سے جا کر وہاں بسنے والے ایک سو سے زیادہ ممالک کے ایک کروڑ انسان اور ان سے وابستہ 5 کروڑ انسانوں کے لئے بھی یہ مسئلہ پیدا ہو چکا ہے۔ دہشت گردی کو روکنا بالکل جائز ہے۔ 11 ستمبر کے حادثے میں ہزاروں ایشیائی' یورپین اور دوسرے ملکوں اور نسلوں کے لوگ بھی مرے ہیں۔ عرب افغان اور مسلمان بھی

Marfat.com
Marfat.com

مرے ہیں۔ یہ دہشت گردی کسی مذہب تہذیب یا نسل اور قوم و ملک کی طرف سے نہیں ہوئی۔ دہشت گردی کا کوئی مذہب اور وطن ہوتا بھی نہیں۔ امریکہ کے علاوہ دوسرے ممالک بھی اس کا شکار ہیں۔ آئرلینڈ میں کیا ہو رہا ہے۔ فلسطین' کشمیر' بوسنیا' چیچنیا' سری لنکا' انڈونیشیا میں کیا کچھ نہیں ہو رہا۔ اس دہشت گردی کے عفریت کا سر کچلنے کے لیے ساری اقوام کو مل کر کوششیں کرنی چاہیں۔ اسے کسی مذہب ملک یا فرد کے سر نہیں تھوپنا چاہیے۔ یہ بات بھی سمجھ لینی چاہیے کہ دہشت گردی کا سر دہشت گردی سے کچلا جائے تو اس کے اندر سے مزید دہشت گردی پیدا ہوتی ہے۔ عالمی قوتوں کو سر جوڑ کر یہ سوچنا چاہیے کہ وہ کون سے اسباب ہیں جن کی وجہ سے دہشت گرد پیدا ہوتے ہیں انہیں ختم کرنا چاہیے۔

جناب اعوان کا نقطہ نظر تقریباً وہی ہے جو ہر ذی فہم شخص کا ہونا چاہیے ضرورت بھی اس امر کی ہے کہ اندھے سبھاؤ خاص ہدف مقرر کرنے کی بجائے معاملات' مسائل اور دیگر امور پر پھر سے غور کر لیا جائے۔ گیارہ ستمبر کے الم ناک واقعات کا بدلہ لینا امریکہ کا حق ہے لیکن بدلہ لینے کے عمل میں جواباً ویسے ہی سانحات کو دوسری قوم کا مقدر ٹھہرانا اعلیٰ انصاف کے منافی ہے۔ غالباً یہی وہ صورتحال اور بنیادی اہمیت کا مسئلہ ہے جو دنیا بھر کے سنجیدہ فہم حضرات یہ کہہ رہے ہیں کہ دہشت گردی اور دہشت گردوں کے خاتمہ کے لئے اٹھائے جانے والے اقدامات کسی خاص قوم کے خلاف نہیں ہونے چاہیں۔ پچھلے کئی دنوں سے دنیا بھر میں جو یہ کہا جا رہا ہے کہ اگر انصاف اور اعتدال دونوں میں توازن نہ رکھا گیا تو دہشت گردی کے خلاف امریکی اقدامات تہذیبوں کے تصادم کی صورت اختیار کر لیں گے۔ تہذیبوں کے تصادم کے بھیانک نتائج کے اثرات پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لیں گے۔ وقت اگر ہاتھ سے نکل گیا تو پھر اس کی طنابوں کو سخت کرنا کسی کے بس میں نہیں ہوگا۔ ثانیاً یہ کہ اگر امریکہ بہر صورت طالبان کو ہی سزاوار سمجھتا ہے اور ہر قیمت پر جنگ پر آمادہ ہے تو

Marfat.com
Marfat.com

یہ سوچ بھی انصاف کے تقاضوں کے مطابق نہیں کیونکہ یہ ایک ناقابل فتح جنگ ہوگی۔برطانیہ کے معروف اخبار گارڈین میں معروف جنگی نامہ نگار پوک ہارڈنگ اسی جانب توجہ دلاتے ہیں۔

"اگر تو صدر جارج واکر بش افغانستان کو مغلوب کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ایک ایسا عظیم الشان کام کر لیں گے کہ جس کے کرنے میں بڑے بڑے لوگ ناکام رہے ہیں۔ سکندر اعظم' چنگیز خان' تاج برطانیہ اور آخر میں سوویت یونین نے بھی اپنی افواج افغانستان کی طرف بھیجی تھیں مگر سامنا ان سب کو بالآخر ناگزیر شکست کا کرنا پڑا۔ سیدھی سی بات یہ ہے کہ مسئلہ سارا جغرافیے کا ہے چاروں طرف زمین سے گھرے ہوئے اس ملک میں بہتات پہاڑوں کی ہے جو ہندوکش کے سلسلے کی صورت میں مغرب تا مشرق پھیلے ہوئے ہیں یہ سلسلہ شمال مغربی شہر ہرات میں کہیں جا کر تھوڑا کم اور پھر ریگستان میں جا کر معدوم ہوتا ہے اس ملک کے پہاڑ اور وادیاں اسے صرف ایک گوریلا جنگ کے لئے ایک بہترین مقام بناتے ہیں اور معلوم یہ ہوتا ہے کہ گویا ان کا نقشہ کسی فوجی کمانڈر نے ایک بمشکل مہیا بجٹ کے تحت ترتیب دیا ہو۔ سوویت یونین کے ساتھ ایک دہائی تک رہنے والی کشمکش سے ہونے والی تباہی کے آثار ابھی تک باقی ہیں طور خم سے کابل تک کی تباہ حال سڑکیں سوویت یونین کے ٹینکوں اور فوجی گاڑیوں کی یادگار ہیں سروبی کابل سے 45 میں جنوب میں دفاعی اہمیت کا حامل ایک مقام ہے یہ بھی ابھی تک فیلڈ گنز سے بھرا پڑا ہے۔ افغانستان پر حملہ نسبتاً کافی آسان ہے جو چیز مشکل ہے وہ اس علاقے کا تحفظ ہے جو ان جنگجوؤں سے چھینی جاتی ہے۔ جو بلند مقامات پر قابض ہیں اور جو راکٹ لانچرز رکھتے ہیں۔ افغان سرحد کے قریب کوئٹہ میں

Marfat.com
Marfat.com

پاکستان کے ایک انٹیلی جنس آفیسر نے کہا کہ "افغانی دیکھ رہے ہیں کہ ایک اور بیرونی فوج کابل پر قبضہ کرنے والی ہے۔ 1979ء میں روسی ٹینک پہنچے تو کابل دو دن میں تھے لیکن وہ واپسی ان کی آٹھ سال میں ہوئی اور وہ بھی روسی فوج کے فخر کے مکمل زوال کے بعد" افغانستان میں جاری طویل خانہ جنگی اس حقیقت کو ثابت کرتی ہے کہ اگر امریکہ نے اس پر حملہ کیا تو مزاحمتی عناصر سے نمٹنا اس کے لئے کس قدر دشوار ہوگا چونکہ امریکی حملے کے امکانات بڑھتے چلے جارہے ہیں۔ اس لئے طالبان نے بھی اپنے جنگجو شہر سے باہر کے ٹھکانوں پر تعینات کر دیئے ہیں۔ طالبان کے فوجی ان ٹھکانوں کو از سر نو ٹھیک کر رہے ہیں جنہیں اسی کی دہائی میں مجاہدین سوویت یونین کے خلاف اپنی گوریلا جنگ میں استعمال کرتے رہے تھے۔ افغانستان کے صرف پانچ فیصد حصے پر مخالف شمالی اتحاد کا قبضہ ہے ان کے پاس کابل سے پینسٹھ میل شمال مشرق میں واقع وادی پنج شیر اور شمالی صوبوں بدخشاں اور تخار کا کچھ حصہ ہے بامیان کی وادی بھی طالبان مخالف عناصر جن کی اکثریت ہزارہ قبائل پر مشتمل ہے کے قبضے میں ہے لیکن یہ واضح بہر حال نہیں ہے کہ اگر امریکہ نے طالبان پر حملہ کیا تو کس قدر امداد اسے مخالف شمالی اتحاد سے ملے گی ایک لیڈر جو ابھی تک طالبان کی افغانستان کی مکمل فتح کی راہ میں حائل تھا یعنی احمد شاہ مسعود اسے اتوار کو سپرد خاک کیا جاچکا ہے وہ ان زخموں سے جانبر نہ ہو سکا تھا جو دو البحرین حملہ آوروں کے ہاتھوں انہیں لگے تھے لگتا یوں ہے کہ یہ حملہ آور بھی بن لادن کے بھیجے ہوئے تھے۔ 1992ء سے 1996ء تک کابل احمد شاہ مسعود کے قبضے میں تھا جب تین اطراف سے شہر پر طالبان کا حملہ ہوا تو انہیں اسے چھوڑنا پڑا تھا۔ پچھلے اٹھارہ ماہ میں احمد شاہ مسعود کو ایران، روس اور

Marfat.com
Marfat.com

ہندوستان کی امداد حاصل رہی تھی مگر اس کی افواج کی تعداد طالبان کے مقابل کافی کم ہے کیونکہ طالبان کو مبینہ طور پر سرحد پار پاکستان سے دینی مدرسوں سے انتہا پسند رہا کار مہیا ہیں۔ اگر امریکہ قابل کار خ کرتا ہے تو وادی پنج شیر اور شمالی میدانوں کی طرف سے شمالی اتحاد کے آگے بڑھنے کی توقع کی جاسکتی ہے شمال سے دارالحکومت کی طرف آنے کا بڑا ذریعہ بھی یہ ہے شمالی اتحاد والے اس علاقے سے واقف ہیں اور یہ امریکیوں کو اس ضمن میں مشورے بھی دے سکتے ہیں لیکن اگر امریکی افواج کابل پر قبضے میں کامیاب ہوتی بھی ہیں تو یہ محض ایک ہولناک اور طویل جنگ کا آغاز ہوگا سابق روسی کمانڈرز جو طالبان کے پیش رو مجاہدین سے نبرد آزما رہے تھے انہوں نے امریکہ کو زمینی افواج افغانستان بھجوانے سے متنبہ کیا ہے پچھلے ہفتے سابق سوویت کرنل یورل شنونو نے یہ کہا کہ ''اگر امریکی جنگ کا انتخاب کرتے ہیں تو مجھے ان پر افسوس ہے مجھے ان کی ماؤں بہنوں اور بھائیوں پر۔ یہ جنگ اس کے مقابل محض ایک پکنک محسوس ہوگی یہاں امریکیوں کو ناکوں چنے چبوائے جائیں گے۔ اوخدا! ایک مصیبت سے انہیں واسطہ پڑے گا'' کرنل یورل نے مزید یہ بھی کہا کہ ناقابل فتح افغانستان سرزمین پر جنگ کے روایتی طریقوں کا استعمال ناممکن ہے۔ ''راکٹ یہاں کام نہیں کریں گے نشانہ بنانے کے لئے وہاں کوئی جگہ ہے ہی نہیں۔ پہاڑوں پر ان کا اثر کچھ نہیں ہوگا جب ہم وہاں تھے تو میرے فوجی مجھ سے پوچھا کرتے تھے کہ ہم افغانستان میں کیوں لڑ رہے ہیں میرے پاس اس کا کچھ جواب نہ ہوتا تھا کیونکہ وہاں ہمارا کام واقعی کچھ نہ تھا'' ایک اور عنصر بھی ایسا ہے کہ جس کی بدولت امریکہ کو زمینی افواج بھجوانے کے سلسلے میں محتاط رہنا ہوگا اور وہ ہے موسم۔ چھ ہفتوں کے اندر اندر افغانستان

Marfat.com
Marfat.com

میں سردی اپنے عروج کو پہنچ جائے گی نومبر کی برف باری پہاڑوں پر پڑ کر وادیوں اور سطحات مرتفع تک رسائی کے امکانات ختم کر دے گی ۔ سردیوں کے موسم میں شمالی اتحاد اور طالبان ایک دوسرے پر شاذ ہی حملہ کرتے ہیں زیادہ تر لڑائی اگست اور ستمبر کے مہینوں میں ہوتی ہے اگر زمینی حملہ اس وقت کیا گیا تو اس کا مطلب سراسر تباہی کو دعوت دینا ہوگا۔ تمام علامات اس وقت یہ بتا رہی ہیں کہ طالبان کی طویل جنگ کی تیاریوں میں ہیں پیر کو آمدہ اطلاعات کے مطابق غیر ملکی جنگجوؤں کے ایک گروپ کو کابل سے چالیس میل شمال میں مجاہدین کے ایک سابقہ ٹھکانے پر تعینات کر دیا گیا۔ پاکستان عرب 'ازبکستان اور تاجکستان سے رضاکارانہ طور پر آنے والے ان جنگجوؤں نے لہک الجبر اور دار بند کے دیہات میں اپنی پوزیشن سنبھال لی ہیں محض بمباری سے انہیں یہاں سے ہٹانا ممکن نہ ہو سکے گا۔ افغانستان پر ہر بیرونی حملہ آور نے اپنی کچھ نہ کچھ یادگار چھوڑی ہے۔ 342 قبل مسیح سکندر اعظم اپنی افواج کے ساتھ یہاں داخل ہوا تھا ہندوستان جاتے ہوئے راستے میں اس نے کئی یونانی آبادیاں یہاں تعمیر کر لی تھیں کئی صدیوں بعد ان آبادیوں نے یونانی اثر کے تحت پنپنے والی سلطنتوں کی صورت اختیار کر لی تھی۔ ان میں سے ایک کسان سلطنت بھی تھی جس کے بادشاہوں نے فن کے بے مثل نمونے تخلیق کئے (بامیان کے بدھا بھی انہی کے تعمیر کردہ تھے) اس کے بعد چنگیز خان اور اس کے منگولوں کی آمد ہوئی اور انہوں نے اپنے پیچھے محض تباہی چھوڑی۔ 1921ء میں افغانستان کو مکمل آزادی دینے سے قبل برطانویوں کو خود سر افغانوں سے تین جنگیں لڑنی پڑی تھیں کوئی نہیں جانتا کہ صدر بش افغانستان میں کیا یادگار اپنی چھوڑیں گے شاید اس کے سوا کچھ نہیں کہ ایک تباہ شدہ ملک

Marfat.com
Marfat.com

مزید تباہ ہو جائے گا۔"

یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ دہشت گردی اور دہشت گردوں کے ٹھکانے بہر طور ختم ہونے چاہیں دو انتہاؤں میں تقسیم پاکستانی معاشرے کو اس حوالے سے حکومت اور دینی جماعتوں میں ہم آہنگی نہیں۔ جنرل مشرف کو فوجی حکومت' سلامتی کونسل کی قرارداد 1933ء کی روشنی میں کردار ادا کرنے کو اپنی ذمہ داری سمجھنی ہے جبکہ دوسری طرف دینی جماعتیں اور خود مقامی خفیہ اداروں کی تشکیل کرد جہادی تنظیمیں طالبان کی حمایت میں آسمان سر پر اٹھائے ہوئے ہیں دینی اور عسکری جماعتوں کے اس انداز فکر پر ایک رائے یہ ہے کہ ان میں ایک (دینی جماعتوں) کو حکومت پر دباؤ بڑھانے کا موقعہ مل رہا ہے تو وہ اسے کھوئیں کیوں جبکہ جہاد تنظیموں کا معاملہ یہ ہے کہ ان میں سے اکثر کے تربیتی کیمپ افغانستان میں طالبان کے زیر اثر علاقوں میں ہیں۔ دینی سیاسی جماعتوں اور جہادی تنظیموں کے حالیہ واقعات کے حوالے سے موقف کے ضمن میں پاکستان عوامی تحریک کے سربراہ پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری کا کہنا یہ ہے کہ

> "ہڑتالیں جمہوریت کا نہیں دہشت گردی کا حصہ ہوتی ہیں طالبان کی حمایت میں سڑکوں پر نکلنے والوں کی اکثریت لیبیا اور عراق کے پیسوں پر پلتی رہی ہے اور جب عراق پر پابندیاں لگیں تو جذباتی نعرے لگانے والے اپنے بلوں میں گھس گئے۔ آج بھی شور شرابہ اور ہنگامہ کرنے والے مذہبی لیڈر مفت کی معتبری کر رہے ہیں۔ اسامہ اور طالبان کے لئے عظیم بات یہ ہو گی کہ اسامہ بن لادن تفتیش اور فیڈ ٹرائل کے لیے خود کو پیش کر دے ایسا نہ ہونے کی صورت میں اگر افغانستان پر حملہ ہوا تو تباہی کی ذمہ داری امریکہ کے ساتھ ساتھ اسامہ اور طالبان پر بھی ہو گی۔ اسلام نادانی' بے عقلی اور غیر دانشمندانہ اور غیر حقیقت پسندانہ چیزوں کا نام نہیں روس اور امریکہ کی جنگ میں میدان جنگ افغانستان تھا سو دیت امریکہ جنگ کے پس منظر کو جذباتی باتوں سے

Marfat.com
Marfat.com

مسخ نہیں کیا جا سکتا مذہبی رہنما مسلمانوں کے اندر موجود اس احساس کو ایمان اور اسلام کی ماچس لگا کر بھڑکاتے ہیں اور اسے غیرت کا نام دیا جاتا ہے یہ دانشمندی نہیں ہوگی کہ ایک شخص کیلئے کروڑوں عوام کو لاشوں اور افغانستان کو کھنڈر بنا دیا جائے۔"

جناب قادری کا نقطہ نظر اپنی فکر کے حوالے سے واضح ہے۔ خلیج کی جنگ میں صدام صدام کے نعرے لگاتی مذہبی و جہادی جماعتیں عراق پر پابندیوں کے نتیجے میں مرنے والے 4 لاکھ عوام بچوں کے سوٹ میں ایک دن بھی امریکہ کیخلاف احتجاج پر آمادہ نہیں ہوتیں۔ اب بھی طالبان کے حق اور امریکہ مخالف جذبات کا اظہار کرنے والے اس راستے پر گامزن ہیں جو معصوم عراقی شہریوں پر امریکیوں کے حملوں کے دنوں میں تھا۔ اور یہ رویہ امریکہ عراق تنازعہ کے حوالے سے بدستور موجود ہے۔

ثانیاً یہ امر بھی اہم ہے کہ پاکستانی معاشرے کو کل نمائندگی کا حق صرف مولویوں اور جہادی تنظیموں کو ہی نہیں معاشرے کے دوسرے طبقوں کی نمائندگی کرنے والے یا اپنی دانشمندی کی بنا پر محترم سمجھے جانے والے لوگوں کو بھی اپنی اپنی آراء کے اظہار کا اتنا ہی حق ہے جتنا مولویوں اور جہادی تنظیموں کے اسلحہ برداروں کو ہے بدقسمتی یہ ہے کہ رجعت پسند حلقے آزادی اظہار کو تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں بلکہ اپنی فکر کو پورے معاشرے پر مسلط کر کے نمائندگی کے خواہش مند ہیں اور یہ صرف ہمارے معاشرے کا المیہ نہیں دنیا کے دوسرے ممالک میں بھی ایسی ہی صورتحال دیکھنے میں آتی ہے۔ ہمارے یہاں جو کام مولویوں اور جہادی اسلحہ بردار کرتے ہیں ترقی یافتہ معاشروں میں یہ کردار ذرائع ابلاغ نے اپنا لیا ہے معروف ماہر تعلیم اور سماجی خدمت گزار ڈاکٹر پرویز ہود بھائی اس دوعملی کی نشاندھی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "بدقسمتی سے سی این این اور امریکی میڈیا نے اس اذیت اور تکلیف کو سمجھنے کے لیے بہت تھوڑی کوشش کی ہے۔ اس فروگذاشت کی قیمت اگر یہ اسی طرح جاری رہی بہت تکلیف دہ ہوگی۔ ہم نے جو کچھ

Marfat.com
Marfat.com

دیکھا' غالبًا ایسے ہی مزید سانحات کے سلسلے کا پہلا واقعہ ہے۔ ایسے سانحات کے سلسلے کا پہلا واقعہ ہے ۔ ایسے سانحات ہی ممکنہ طور پر 21ویں صدی کو دہشت انگیزی کی صدی ثابت کریں گے ۔ دہشت گردی سے نبرد آزما" ہونے کے سلسلے میں ممکن ہے کہ ہنگامی منصوبوں' قلعہ بندی اور جاسوسی و حفاظت کے پروگراموں پر اربوں روپے خرچ کر دیئے جائیں لیکن میزائل ڈیفنس سسٹم جیسے مضحکہ خیز منصوبوں کا ذکر تک نہیں کیا جائے گا' لیکن اب جبکہ مٹھی بھی خودکش بمباروں نے جن کے پاس چاقوؤں اور ڈبے کاٹنے والے اوزاروں سے زیادہ کچھ موجود نہ تھا' اس قدر تباہ کن اثرات مرتب کیے ہیں تو ان سارے معاملات کا واضح طور پر کوئی مطلب مقصد نہیں رہ جاتا۔ ماڈرن ممالک بھی کافی حد تک غیر محفوظ ہیں' اتنے غیر محفوظ کہ ان کا تحفظ ممکن نہیں ہے۔ سوٹ کیس میں بند ایک جوہری آلہ صرف ایک یا دو عمارتوں کو نہیں بلکہ پورٹ مین ہٹن کو ملیامیٹ کر سکتا ہے ۔ چنانچہ بقاء کی سادہ سی منطق یہ بتاتی ہے کہ اگر دہشت انگیزی کی جڑوں تک رسائی حاصل کر لی جائے تو زندگی کی بقاء کے مواقع بہترین ہیں۔ وہ شخص بے وقوف ہی ہوگا جو یہ سوچے گا کہ خودکش دہشت گردی کی خدمات خریدی جا سکتی ہیں یا یہ کہ انہیں اپنی مرضی سے ہر جگہ پیدا کیا جا سکتا ہے۔ اس کے برعکس ان کی پیدائش کی جگہیں پناہ گزین کیمپ اور تہذیب کے ترک کردہ انسانیت کے فضول ڈھیر ہیں' جنہیں گلنے سڑنے کے لیے چھوڑ دیا گیا ہے۔ ایک عالمی سپر پاور' جو ان کے عہد و پیمان سے لاتعلق ہے اور واضح طور پر انہیں اذیتیں دینے والوں کے ساتھ ہے' نے اپنی پالیسیوں کے خلاف ناقابل شمار نفرت پیدا کر لی ہے۔ نہایت غصے اور نخوت کے ساتھ عالمی نقطہ نظر کی پروانہ

Marfat.com
Marfat.com

کرتے ہوئے امریکہ نے اسرائیل کی قابض فوجوں کو فلسطینیوں کو اذیت دینے اور بے دخل کرنے کی کھلم کھلا اجازت دے رکھی ہے۔

قانا' صابر اور شطیلا کے پناہ گزین کیمپوں میں قتل و غارت گری اور عراق میں پنٹاگون کے ہاتھوں وڈیو گیم کی طرز پر 70 ہزار افراد کے قتل کئے جانے پر مجرمانہ خاموشی وہ بدترین عمل ہے' جو انسان کر سکتا ہے۔ رابرٹ فسک کے مطابق "وہ جو مظلوموں کا نمائندہ ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں' انہوں نے چالاکی اور خونخواری کے ساتھ واپسی حملہ کیا ہے۔" اس طریقے سے بدلہ لینے اور اس حقیقت سے کہ اسامہ اور اس کے حمایتی افغانستان میں سی آئی اے کی بداعمالیوں کا حاصل ہیں' آسودگی حاصل کرنا ظالمانہ اور احمقانہ عمل ہے۔ اس کے برعکس اصل سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس سیارے 'کہ جسے زمین کہتے ہیں' کے باسیوں کو یہاں سے کہاں چلے جانا چاہیے ؟ ورلڈ ٹریڈ سنٹر کے ملبے سے تاحال نکلنے والے دھوئیں سے کیا سبق حاصل کیا جا سکتا ہے ؟

بہت مرغوب ہے' انصاف کے اعلیٰ اصول' اسلامی تعلیماتؐ اور امن عالم تینوں اس امر کی جانب متوجہ کر رہے ہیں کہ بربریت کے اس مظاہرے کی بھی سختی سے مذمت کی جائے جس نے دنیا کو دہلا کر ہی نہیں رکھ دیا بلکہ اس کی بدولت ایک بڑی بے رحم جنگ کے بادل منڈلا رہے ہیں اور اس جنگ سے خطے یا پوری انسانیت کو محفوظ رکھنے کی واحد صورت یہی ہے کہ اس امر کا ادراک کیا جائے کہ کیا صرف امریکیوں کا انتقامی جذبہ اور جنگی جنون تہذیبوں کے تصادم کی بنیاد رکھے گا یا پھر تہذیبوں کے ٹکراؤ کی اس انتہاپسندی سے بھی راہ ہموار ہو رہی ہے۔ جس کا مظاہر پاکستان میں ان دنوں دیکھنے میں آ رہا ہے ؟۔

Marfat.com
Marfat.com

تصویر کا ایک رخ یہ بھی ہے

امریکہ طالبان تنازعہ کا اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے اس بارے ابھی اندازوں سے زیادہ معاملہ دھمکیوں اور جوابی دھمکیوں تک ہے کچھ آگے کی بات صرف یہ ہے کہ امریکی حکام دنیا بھر میں پھیلے ہوئے اپنے فوجیوں' بحری بیڑوں اور دوسرے سامان حرب کو افغانستان کے قریب تر لا رہے ہیں۔ طالبان کی مجلس شوریٰ کی جانب سے اسامہ بن لادن کو افغانستان سے رضاکارانہ طور پر چلے جانے کے مشورے پر طالبان کے ملا عمر نے بھی مہر ثبت کر دی ہے۔ آنے والے دنوں میں حقیقت حال اور تصویر کا صحیح رخ سامنے آئے گا۔ ابھی تو افواہوں کا بازار گرم ہے اس بازار میں ہر چیز فروخت ہو رہی ہے۔ طالبان کی حامی پاکستان کی مذہبی سیاسی جماعتوں جمعیت علمائے اسلام (ف) اور جماعت اسلامی کے قائدین جنرل مشرف کی فوجی حکومت کو سیکورٹی رسک قرار دے رہے ہیں۔ جمعیت علمائے اسلام کے سیکرٹری جنرل عبدالغفور حیدری نے اپنی جماعت کے کارکنوں کو پاک افغان سرحد پر ذمہ داریاں سنبھال لینے کی ہدایت کی ہے' امریکہ افغان تنازعہ کے نیا رخ اختیار کرنے کے بعد معاملہ اس وقت سنگین ہو گیا جب طالبان نے امریکی سی آئی کا ایک جاسوس طیارہ (ہوا باز کے بغیر جاسوس طیارہ) مار گرایا امریکہ کی وسطی کمان طالبان کے گرد اپنا گھیرا تنگ کر رہی ہے۔ قندھار' جلال آباد' ہرات اور کابل کے علاوہ امریکی ان افغان علاقوں پر حملے کرنے کی منصوبہ بندی میں مصروف ہیں جہاں ان کی معلومات کے مطابق اسامہ بن لادن اور اس کی تنظیم القاعدہ کے ٹھکانے ہیں۔ اسامہ بن لادن اور القاعدہ کے حوالے سے ایک موثر انگریزی اخبار "دی نیوز" میں اخبار کے سینئر عملہ کے رکن اور ممتاز صحافی رحیم اللہ یوسفزئی لکھتے ہیں:

"ایک بار یہ سمجھ لینے کے بعد کہ عمر البشیر کے سوڈان میں انہیں مزید خوش آمدید نہیں کہا جا رہا ہے' اسامہ بن لادن نے واپس افغانستان کا رخ کر لیا اور 18 مئی 1996ء کو وہ بارہ اس سرزمین پر پہنچ گئے۔ پانچ

Marfat.com
Marfat.com

برس انہوں نے سوڈان میں گزارے تھے اور اس ملک میں انہوں نے کافی سرمایہ کاری بھی کی تھی۔ اپنے خاندان اور ساتھیوں سمیت وہ مشرقی افغانستان میں جلال آباد کی طرف گئے جہاں انہوں نے ایک سابق مجاہدین لیڈر انجینئر محمود کے ہاں پناہ لی' انجینئر محمود اور ان کی ایک دوسرے سے جان پہچان افغان جہاد کے دنوں سے تھی۔ دس برس تک اسامہ نے افغانستان پر سوویت قبضے کے خلاف ریڈ آرمی کے ساتھ جہاد کیا تھا اور روسی افواج کے انخلاء کے کچھ عرصے بعد انہوں نے بھی افغانستان کو خیرباد کہہ دیا تھا۔ ایک اور وجہ جس کے سبب انہوں نے افغانستان چھوڑنے کو ترجیح دی تھی وہ افغانیوں کی آپس کی جنگیں تھیں' کئی بار انہوں نے متحارب افغان دھڑوں کے بیچ مصالحت کی کوشش کی لیکن ناکام رہے۔

12 ستمبر 1996ء کو جب طالبان نے جلال آباد فتح کیا تو اسامہ بن لادن اس وقت وہیں پر موجود تھے' اس کے بعد 27 ستمبر کو طالبان نے برہان الدین ربانی اور ان کے وزیر دفاع احمد شاہ مسعود کو کابل سے نکال باہر کر کے اس پر بھی قبضہ کر لیا۔ ابتدائی طور پر طالبان اور بن لادن کے مابین اعتماد کا فقدان تھا کیونکہ اول الذکر کا خیال یہ تھا کہ بن لادن ان کے مخالف اتحاد کو امداد مہیا کرتا ہے' یہ غلط فہمی بن لادن اور طالبان کے نمائندے ملا محمد صادق کے درمیان ہونے والی چند ملاقاتوں کے بعد دور ہو گئی' بعد ازاں طالبان نے بن لادن کو قندھار منتقل ہونے کا کہہ دیا جو تحریک اسلامی طالبان کا روحانی مرکز اور تحریک کے کمانڈر ملا محمد عمر کا ہیڈ کوارٹر ہے۔ بن لادن کی بیویاں (جن کی تعداد چار بتائی جاتی ہے اور اولادیں اب سے کچھ دن قبل تک قندھار ہی میں مقیم تھے لیکن اب امریکی حملے کے خطرے کے پیش نظر

Marfat.com
Marfat.com

انہیں محفوظ مقام پر منتقل کر دیا گیا ہے۔ جہاں تک خود بن لادن کا تعلق ہے تو اس کے تو در جن بھر ٹھکانے ہیں جن میں سے کسی ایک میں بھی وہ مقیم ہو سکتا ہے۔ بشمول خوست والے ٹھکانے کے جسے 20 اگست 1998ء کو امریکہ نے کروز میزائلوں کا نشانہ بنایا تھا' اس کے دیگر ٹھکانے عروزگان' نیم روز' لوگر' کابل اور ننگرہار صوبوں میں قائم ہیں۔ بن لادن کو میڈیا سے گفتگو کا ہمیشہ شوق رہا ہے کیونکہ اسی طرح سے وہ اپنے پیغام کا ابلاغ اور اپنے سیاسی ایجنڈے کی ترویج کر سکتا ہے۔ دنیا بھر میں دہشت گردانہ کاروائیوں میں کچھ کہنے کی بھی اسے ضرورت رہتی ہے۔ افغانستان واپسی کے بعد ان کا پہلا انٹرویو " دی انڈیپنڈنٹ " لندن کے رابرٹ فسک نے کیا تھا' اس انٹرویو میں انہوں نے اپنی افغانستان واپسی کے اعلان کے ساتھ ساتھ یہ مطالبہ کیا تھا کہ سعودی عرب سے امریکی' برطانوی اور فرانسیسی افواج کو نکل جانا چاہیے۔

1998ء میں ان کے نام کو زیادہ شہرت ملی اور انتہا پسندانہ اسلام پرستوں کے گرو کی حیثیت میں ان کا نام سامنے آنے لگا۔ عالمی سطح پر ان کا قد اسی برس بڑھنا شروع ہوا اور سی این این اور اے بی سی جیسے ادارے ان کے انٹرویو کیلئے جلال آباد کا رخ کرنے لگے۔ 25 مئی 1998ء کو انہوں نے پاکستانی صحافیوں کے ساتھ ایک پریس کانفرنس بھی منعقد کی جس میں انہوں نے عیسائیوں اور یہودیوں (بہ الفاظ دیگر امریکہ اور اسرائیل) کے خلاف جہاد کیلئے عالمی اسلامی محاذ کے قیام کا اعلان کیا۔ 7 اگست 1998ء کو نیروبی (کینیا) اور دارالسلام (تنزانیہ) میں امریکی سفارت خانوں میں بموں کے دھماکوں کے بعد ان کا امیج یکسر بدل کر رہ گیا۔ ان دھماکوں کا ذمہ دار امریکہ نے انہیں ٹھہرایا اور صدر کلنٹن نے انہیں امریکی عوام کا دشمن نمبر ایک قرار

Marfat.com
Marfat.com

دیدیا۔ بارہ دن بعد امریکہ نے ایک بحری جہاز سے اسی ٹائم ہاک کروز میزائل جنوبی افغانستان میں خوست والے ان کے ٹھکانے پر داغے۔ اطلاعات کے برعکس اس وقت بن لادن اس کیمپ میں موجود نہ تھے اور نہ ہی ان کے ساتھیوں کا کوئی بڑا جلسہ اس وقت متوقع تھا' اس حملے میں چار عرب' ایک تاجک اور پچیس سے اوپر افغان' پاکستانی اور کشمیری جنگجو مارے گئے تھے' مرنے والوں کی اکثریت معصوم افغان دیہاتیوں پر مشتمل تھی۔ اس تربیتی کیمپ کو میزائل ٹھیک ٹھیک نشانے پر لگانے کے سبب نقصان ضرور پہنچا تھا لیکن انفراسٹرکچر بدستور قائم رہا' یہ کیمپ دعوؤں کے برعکس نہ تو تکنیکی طور پر ترقی یافتہ تھا اور نہ ہی اس میں ابلاغ کے جدید ذرائع کی سہولت موجود تھی۔ اپنا آخری انٹرویو بن لادن نے 23 دسمبر 1998ء کو دیا تھا اور اتفاق کی بات ہے کہ راقم السطور ہی نے وہ انٹرویو کیا تھا' تب سے اب تک انہوں نے کوئی انٹرویو نہیں دیا ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ طالبان کی جانب سے انہیں بولنے کی اجازت نہیں ہے۔ بن لادن طالبان کو اشتعال دلانے کے متحمل اس لئے نہیں ہو سکتے ہیں کہ ان کے پاس کوئی دوسری راہ نہیں ہے اور انہیں ابھی افغانستان میں ہی رہنا ہے۔ جب 25 مئی 1998ء کو انہوں نے خوست میں اپنی مشہور پریس کانفرنس منعقد کی تھی تو طالبان کے سربراہ ملا عمر اس پر انتہائی سیخ پا ہوئے تھے' اسی موقع پر ملا محمد عمر نے یہ کہا تھا کہ افغانستان میں حکمران صرف ایک ہو سکتا ہے یا وہ یا پھر بن لادن۔ اس پر بن لادن نے سرعام یہ اعلان کیا کہ وہ ملا عمر کو امیر المومنین سمجھتے ہیں اور ان کی حکومت کی پالیسیوں کے مطابق چلیں گے۔ اس سے پہلے طالبان نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ وہ بن لادن کی سرگرمیوں کی نگرانی کر رہے ہیں' انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ بن لادن

Marfat.com
Marfat.com

سے اس کا سیٹلائیٹ فون لے لیا گیا ہے اور بیرونی دنیا میں اپنے ساتھیوں سے اس کا رابطہ ختم کرنے کو یقینی بنانے کے لئے اس سے فیکس مشین اور جدید ذرائع ابلاغ کی سہولتیں بھی واپس لے لی گئی ہیں۔ اب بھی طالبان کا موقف یہی ہے کہ بن لادن کے پاس نہ فون ہے اور نہ ہی ابلاغ کا کچھ اور ذریعہ لہذا بیرونی دنیا سے اس کا رابطہ بالکل منقطع ہے تاہم ممکن ہے کہ افغانستان میں مقیم بن لادن کے عرب ساتھیوں کو فیکس اور کمپیوٹرز تک رسائی ہو' اگرچہ طالبان کی جانب سے بن لادن پر میڈیا سے گفتگو پر پابندی ہے لیکن اس پابندی کے باوجود اس نے اپنی ویڈیو اور آڈیو کیسٹیں تیار کر کے مسلمانوں کے چنیدہ دانشوروں' سیاستدانوں اور میڈیا کے افراد کو ارسال کی ہیں' ان کیسٹوں کے سلسلے کی پہلی کیسٹ اس سال فروری میں آئی تھی جس میں دراصل بن لادن کے سب بڑے فرزند محمد کی شادی کا احوال قلمبند تھا' محمد کی شادی شیخ تاشیر عبداللہ کی دختر سے ہوئی ہے۔ شیخ تاشیر کو امریکہ والے محمد عاطف کے حوالے سے جانتے ہیں اور انہیں مبینہ طور پر بن لادن کا فوجی کمانڈر سمجھا جاتا ہے۔ خوست والی پریس کانفرنس میں بن لادن نے انہیں اپنے دست راست کی حیثیت میں متعارف کروایا تھا' بن لادن کی طرح عاطف کے بارے میں بھی معلومات کی فراہمی پر امریکی حکومت کی جانب سے پانچ ملین ڈالر کے انعام کا اعلان کیا گیا ہے۔ افغانستان میں بن لادن کے کیمپ سے آنے والی دیگر ویڈیوز میں وہ ویڈیوز بھی شامل ہیں جن میں سے ایک میں بن لادن کو ایک کمرے میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے جبکہ اس کا سب سے چھوٹا بیٹا اسرائیلیوں کے خلاف فلسطینی انتفادہ کے حق میں ایک نظم پڑھ رہا ہے۔ وہ ویڈیوز کس قدر معتبر ہیں کہ جن میں اسامہ

Marfat.com
Marfat.com

کے آدمیوں کو فوجی تربیت لیتے ہوئے دکھایا گیا ہے جس میں اسامہ یو ایس ایس کول کی تباہی پر مسرت کا اظہار کر رہا ہے' اس کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ بعض عناصر ادھر ادھر سے چیزیں جوڑ جاڑ کر بھی ویڈیوز بنا رہے ہیں تاکہ میڈیا والوں کے ہاتھ انہیں اچھے داموں فروخت کیا جا سکے۔ میڈیا والے تو ویسی بھی ہر اس شے کو خریدنے کو تیار رہتے ہیں جس پر اسامہ کا صرف نام ہی کیوں نہ ہو۔

بن لادن کی ترجمانی میں بولنے والے لوگوں کی ساتھ بھی جانچنی چاہیے کیونکہ متعدد ایسے ترجمان اکثر جعلی ہوتے ہیں۔ ماضی میں بھی ایسا ہوا ہے کہ ایک شخص نے یہ دعویٰ کیا کہ اسامہ نے اسے ہندوستان' مقبوضہ کشمیر میں جہاد کے لیے اپنا فوجی کمانڈر تعینات کیا ہے لیکن بعد میں وہ جھوٹا ثابت ہوا' سیاسی لوگوں نے بھی متعدد بار اسامہ سے وابستہ بدنامی کو اپنے سیاسی مقاصد کے لئے استعمال کیا۔ روس کے میخائل گورباچوف نے یہ دعویٰ کیا کہ اسامہ انہیں قتل کرنے کی کوشش کو چکا ہے۔ بے نظیر صاحبہ نے الزام لگایا کہ جب حزب اختلاف نے ان کے خلاف عدم اعتماد کی تحریک پیش کی تو اسامہ نے سیاستدانوں کو ان کے خلاف ووٹ دینے کے لئے رشوت دی تھی۔ ہندوستان کی جے للیتا کا کہنا ہیکہ تامل ناڈو میں عدم استحکام کی وجہ بھی یہی ہے کہ یہاں عسکریت پسندوں کو اسامہ کی پشت پناہی حاصل ہے۔ دنیا بھر کی انٹیلی جنس ایجنسیاں بھی اپنے کوتاہیوں پر پردہ ڈالنے کے لئے اسامہ کے نام کو قربانی کے بکرے کے طور پر استعمال کرتی ہیں۔

بن لادن کی تنظیم القاعدہ ایک چھوٹی اور محدود سی جماعت ہے۔ امریکہ اور اسرائیل کے خلاف عالمی اسلامی محاذ کی رکن ہے اور

Marfat.com
Marfat.com

دراصل اس محاذ کو دنیا بھر کے اسلام پرستوں کی مددگار تنظیم ہونا تھا۔ اس محاذ میں صرف چند جماعتیں ہی شامل ہیں اور ان میں بھی زیادہ تر ان عربوں کی جماعتیں ہیں جو افغانستان میں مقیم ہیں' انہی میں سے ڈاکٹر ایمان الظواہری کی الجہاد اور شیخ عمر عبدالرحمان کی جماعت اسلامی بھی ہے۔ ان دونوں کا تعلق مصر سے ہے۔ شیخ صاحب مصر کے نابینا واعظ ہیں اور اس وقت ورلڈ ٹریڈ سنٹر میں 1993ء والے دھماکوں میں ملوث ہونے کے جرم میں امریکی جیل میں سزا کاٹ رہے ہیں۔ ان کے دو فرزند افغانستان میں بن لادن کے ساتھی ہیں۔ کچھ الجیری' مراکن اور لیبیا والے وغیرہ بھی محاذ کے رکن ہیں۔ عالمی سطح پر عیسائیوں اور یہودیوں کے خلاف جہاد کے مشترکہ مقصد کے ساتھ ساتھ ان گروہوں کا انفرادی طور پر اپنے اپنے ملک میں اسلامی انقلاب لانا بھی ایک مقصد ہے چنانچہ مصری گروہ حسنی مبارک کی حکومت کے خاتمے کی کوششوں میں بھی ہیں اور اسے ایک اسلامی حکومت میں بدلنے کے خواہاں ہیں۔ الجیری بھی اپنے ملک میں اسلام پرستوں کی حکومت چاہتے ہیں' پاکستان' فلپائن اور دیگر ممالک کے اسلامی گروہ اگرچہ بن لادن' اس کے نظریات اور اس کے ایجنڈے سے اتفاق رکھتے ہوں گے لیکن سرعام یہ اس کے محاذ کا رکن ہونے یا اس کے مقاصد کے لئے کام کرنے کا اقرار نہیں کرتے۔ ان میں سے چند تو اس فتویٰ پر دستخط بھی کر چکے ہیں کہ جس کی رو سے امریکہ اور اسرائیل کے خلاف ان کے اسلام مخالف کردار کی بدولت جہاد جائز قرار دیا گیا ہے۔ بن لادن کی صحت اچھی نہیں ہے' انہیں کمر کا شدید درد ہے اور ایک چھڑی کی مدد سے وہ چلتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ انہیں گردے کی بھی تکلیف ہے اور فشار خون میں کمی کا عارضہ بھی انہیں لاحق ہے' یہ اطلاعات بھی ہیں کہ

Marfat.com
Marfat.com

عراق سے ایک ڈاکٹران کے گردے کے علاج کے لئے افغانستان گیا تھا لیکن یہ اطلاعات غیر مصدقہ ہیں۔ تاہم ایک نوجوان یمنی لڑکی سے ان کی شادی کی اطلاع جو کہ اگرچہ مصدقہ نہیں ہے لیکن ان کے مداحین کو یہ باور کرانے کو کافی ہے کہ وہ بہر حال زیادہ بیمار نہیں ہیں۔ طالبان پر بن لادن اور دیگر عرب جنگجوؤں کے بڑھتے ہوئے اثر کے بارے میں بہت کچھ کہا اور لکھا جا چکا ہے لیکن نتائج اخذ کرنے سے پہلے یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ وہ اور ان کے عرب ساتھی تعداد میں ایک ہزار سے بھی کم ہیں اور اپنی ضروریات کی ہر شے' اپنے تحفظ حتیٰ کہ اپنی رہائش کے لئے بھی ان کا انحصار طالبان پر ہے۔ طالبان کو ناراض کرنے کے متحمل یہ کسی طور بھی نہیں ہو سکتے ہیں اور خصوصاً ملا عمر کو خفا کرنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا ہے۔ کوئی دوسرا ملک انہیں پناہ نہیں دے گا اور اپنے عرب ملک میں واپسی ان کی اس لئے نا ممکن ہے کہ وہاں کئی مقدموں میں یہ لوگ مطلوب ہیں۔ اگرچہ طالبان کی طرف سے بدھا کے مجسموں کی تباہی اور این جی اوز کی سرگرمیوں پر پابندی بن لادن اور اس کے ساتھیوں کے اثر ورسوخ کی بدولت نہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ طالبان کی تحریک کے انتہا پسندوں کو ملا عمر کی آشیر باد حاصل ہے' ان کے رویئے میں سختی کی وجہ اقوام متحدہ کی طرف سے پابندیاں اور مغرب کی طرف سے ان کی حکومت کو تسلیم کرنے سے انکار ہے' اس لئے انہوں نے اقوام متحدہ کے امن مشن کا بائیکاٹ' اقوام متحدہ کی متعدد تنظیموں سے عدم تعاون اور این جی اوز کی سرگرمیوں کی نگرانی جیسے اقدامات اٹھائے ہیں۔ آٹھ امدادی کارکنوں بشمول چار جرمن' دو امریکی اور دو آسٹریلوی باشندوں کی گرفتاری اور عیسائیت کے پرچار کے الزام میں ان پر مقدمہ چلا کر طالبان نے

Marfat.com
Marfat.com

سختی سے یہ پیغام عالمی برادری کو دیا ہے کہ وہ اسلام کے خلاف کوئی بات برداشت کرنے کے روادار نہیں ہیں۔ اگرچہ طالبان براہ راست بن لادن اور اس کے ساتھیوں کی ڈکٹیشن نہیں لیتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ جو عرف افغانستان میں لڑنے آئے تھے ان کے خیالات از حد مغرب مخالف اور کئی پہلوؤں سے حد سے زیادہ انتہا پسندانہ بھی تھے۔ اکثر وہ مغربی صحافیوں اور امدادی کارکنوں کو دھمکیاں دیتے اور انہیں ہراساں کرتے تھے' ایسے واقعات اب بھی افغانستان کے ان علاقوں میں رونما ہوتے ہیں جہاں عرب لوگ کچھ اکثریت میں ہیں۔ بن لادن کی پہلی ترجیح ہمیشہ یہ رہی ہے کہ سعودی عرب سے امریکی' برطانوی اور فرانسیسی افواج کا انخلاء ہو' اس امر کو پہلی ترجیح دینے کی وجہ حب الوطنی بھی ہے اور حب الایمان بھی۔ اس کا کہنا ہے کہ ان افواج کے یہاں قیام کا مقصد دراصل تیل کے سلسلے میں مغربی مفادات اور ایک غیر نمائندہ مغرب کے دلدادہ شاہی خاندان کی حکومت کے استحکام کا تحفظ ہے' ان کی دلیل یہ بھی ہے کہ غیر مسلموں کو مکہ اور مدینہ جیسے مقدس مقامات میں قدم رکھنے کی اجازت نہیں ہے مگر یہی دونوں مقامات اب آسانی سے ان غیر مسلم افواج کی رسائی میں ہیں۔ سعودی عرب میں امریکی افواج کے بیرکوں میں دھماکوں سے اپنی لاتعلقی ظاہر کرتے ہوئے انہوں نے ہمیشہ یہ کہا کہ یہ دھماکے دراصل بیرونی افواج کی موجودگی کے خلاف اندرونی احتجاج کا مظہر تھے۔ وہ یہ بھی کہتے رہے ہیں کہ اگر سعودی عرب سے ان غیر ملکی افواج کا انخلاء نہ ہوا تو ممکن ہے کہ اس قسم کے دھماکوں کا سلسلہ بڑھتا ہی چلا جائے۔ بن لادن کا کہنا ہے کہ ان کی امریکہ مخالفت کی بنیادی وجہ سعودی سرزمین پر امریکی افواج کی موجودگی اور مشرق وسطیٰ میں واشنگٹن والوں کی اسرائیل کی

Marfat.com
Marfat.com

طرف جھکاؤ والی پالیسیاں ہیں۔ خوست والی پریس کانفرنس میں پاکستانی صحافیوں نے بہت کوشش کی کہ ان سے کشمیر میں پاک بھارت تنازعے کے بارے میں کچھ اگلوایا جائے لیکن انہوں نے نہایت نرم خوئی سے اس تنازعے کے بارے میں لب کشائی سے انکار کیا۔ کئی مسلمانوں کے لئے بن لادن کی حیثیت پرستش کی حد تک بلند ہو چکی ہے۔ امریکہ جتنا اس کی مخالفت کرتا ہے اتنا ہی مسلمانوں کا وہ ہیرو بنتا جارہا ہے۔ افغانستان اور پاکستان میں والدین کی بڑی تعداد اب اپنے بچوں کا نام اسامہ رکھ رہی ہے۔ اسامہ کا مطلب شیر ہے اور اس سے قبل یہ نام یہاں پر زیادہ مستعمل نہیں تھا' اس کے مداح کہتے ہیں کہ انہیں اسامہ اس لئے متاثر کرتا ہے کہ وہ جری ہے۔ اس نے دنیا کی واحد سپر پاور سے ٹکر لی ہے' حالانکہ پاکستان جیسی جوہری طاقت بھی امریکہ کے دباؤ کے آگے ٹھہرنے سے قاصر ہے' اس کے نام اور عکس والے پوسٹر اور ٹی شرٹس بازار میں دھڑا دھڑ فروخت ہو رہی ہیں لیکن مطلب اس کا یہ ہرگز نہیں کہ افغانستان یا پاکستان میں اس کے مخالفین موجود نہیں۔ افغانیوں میں آزاد خیال طبقہ اپنے ملک کی تباہی کے لئے اسے اور اپنے مقاصد کے حصول کے لئے اس کے تشدد پسند طریقوں کو قصوروار ٹھہراتا ہے۔ طالبان پر اس سلسلے میں تعریف کے ساتھ ساتھ تنقید بھی ہوتی ہے۔ کئی لوگ ان کی تعریف اس لئے کرتے ہیں کہ انہوں نے پناہ لینے والے دشمن شخص کے تحفظ کا ذمہ لے کر افغانوں کی روایت نبھائی ہے جبکہ ناقدین کا کہنا یہ ہے کہ بن لادن پر غیر لچک دار رویہ اپنا کر طالبان نے دراصل اپنے عوام کی تکالیف میں اضافہ کرتے ہوئے اپنے ملک کو ایک اور جنگ کے دہانے پر پہنچا دیا ہے۔ بن لادن کی طاقت' اس کے ذرائع اور افرادی قوت کی بابت کافی کچھ کہا جارہا ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

راقم السطور کی ان سے دو ملاقاتیں ہوئی ہیں اور ان دونوں ملاقاتوں میں میں نے وہاں بیس سے زیادہ باڈی گارڈ نہیں دیکھتے۔ اسلحہ بھی ان کے پاس زیادہ نہ تھا' ان میں عرب بھی تھے اور افغان بھی۔ امریکہ کو اس کی تلاش ہے اور مخبروں کی ایک فوج اس کے پیچھے رہتی ہے لہذا اسے ہر وقت ٹھکانے بدلنے پڑتے ہیں۔ اگر تو ہم طالبان کا یقین کرتے ہیں تو پھر ہمیں یہ ماننا پڑے گا کہ بن لادن کے پاس مالی ذرائع مفقود ہیں اور مواصلات وابلاغ کا بھی کوئی ذریعہ اسے مہیا نہیں' اس صورتحال میں تو یہ کافی تعجب خیز معلوم ہوتا ہے کہ اسے حیاتیاتی' کیمیاوی اور دیگر خطرناک جوہری ہتھیاروں تک رسائی ہے یہ الزام تو اور بھی زیادہ حیران کن معلوم ہوتا ہے کہ حال ہی میں نیویارک اور واشنگٹن میں ورلڈ ٹریڈ سنٹر اور پینٹاگون کی تباہی میں بھی بن لادن کا ہاتھ ہے۔ اس کمزور اور بیمار سے آدمی کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ یہ وہ شخص ہے جو دنیا میں کسی بھی جگہ اپنے اشارے سے تباہی مچا سکتا ہے اور ایسے جانباز اس کے ہمراہ ہیں جو اس کے مقاصد کے لئے جان بھی دینے کو تیار رہتے ہیں۔"

رحیم اللہ یوسفزئی کی تحریر اس حوالے سے خصوصی اہمیت رکھتی ہے کہ اولاً افغانستان صورتحال پر ان کی گہری نگاہ ہے۔ ثانیاً یہ کہ وہ متحارب افغان دھڑوں کے قائدین سے ذاتی روابط رکھتے ہیں۔ ثالثاً یہ کہ اسامہ بن لادن کا پہلا تفصیلی انٹرویو انہوں نے لیا ہے پھر ان کی تحریر سے اسامہ بن لادن ان کی فکر طالبان سے ان کے تعلقات اور دوسرے معاملات کو سمجھنے میں خاصی مدد ملتی ہے۔

افغانستان (طالبان کے زیر کنٹرول افغانستان) آج جن نازک حالات سے دوچار ہے اس کی ذمہ داری کسی حد تک طالبان پر بھی عائد ہوتی ہے۔ امریکہ اگر انتقام کے جنون میں سب کچھ تہس نہس کر دینے کے درپے ہے تو طالبان کی پالیسیاں بھی حکیمانہ نہیں جنگ

Marfat.com
Marfat.com

سے تباہ حال افغانستان سے مزید لاکھوں باشندے ہمسایہ ممالک کی سرحدوں کے قریب پہنچ چکے ہیں پاکستان کی مذہبی جماعتیں اور ان کی ذیلی عسکری تنظیمیں موجودہ حالات سے فائدہ اٹھا کر فوجی حکومت کو دیوار سے لگانے کی حکمت عملی اپنائے ہوئے ہیں۔ جنرل پرویز مشرف کی حالیہ پالیسیوں کی حمایت نہ بھی کی جائے تو بھی کوئی سمجھدار شخص مذہبی جماعتوں کی حالیہ سیاست کا طرفدار نہیں ایک ایسے ملک میں جس کے اپنے مسائل شدید تر ہوں۔ جہادی سیاست کا متحمل نہیں ہوا جاسکتا۔ اس حقیقت کے باوجود مذہبی جماعتیں پاکستان کو عالمی خدائی فوجدار بنانے کی آرزومند ہیں تاکہ تاریخی رومانوی ناولوں کے کرداروں سے ملی تسکین میں عوام کو بھی شامل کر سکیں۔ اس عوام کا جس کا 40 فیصد حصہ غربت سے نیچے کی زندگی بسر کر رہا ہے۔ 63 فیصد کو طبی سہولتیں اور 69 فیصد کو پینے کا صاف پانی میسر نہیں' بیروزگاری کی شرح میں سات فیصد سالانہ اور چائلڈ لیبر کی شرح میں تین فیصد سالانہ اضافہ ہو رہا ہے یہ حضرات یہ سمجھنے پر بھی آمادہ نہیں کہ پاکستان پہلے ہی افغان جہاد میں بہت کچھ دان کر چکا ہے اور اب اس کے پاس مزید کچھ دینے کو ہے ہی نہیں۔ یہ بجا ہے کہ اسامہ بن لادن یا القاعدہ کے نام پر افغان شہریوں پر مصائب توڑنے کی منصوبہ بندی غلط ہے اور یہ گیارہ ستمبر سے بھی بڑی دہشت گردی ہوگی۔ اس دہشت گردی کو جنونیت اور اندھی حمایت سے نہیں روکا جاسکتا اس نازک وقت میں پاکستان کے مفاد اور استحکام کو اولین حیثیت دی جانی چاہیے۔ بدقسمتی سے مذہبی جماعتیں جس راستے پر گامزن ہیں اس سے یہ تاثر ابھر رہا ہے کہ من حیث القوم دی پاکستانی دہشت گردی کو درست سمجھتے ہیں اور انسداد دہشت گردی کے لئے اٹھائے جانے والے اقدام کو غلط پاکستان کے دشمن سے تاثر کو لے اڑے ہیں اور دنیا میں اس بات کا پروپیگنڈہ ہو رہا ہے۔ دوانتہاؤں میں کھڑے حکومتی اور مذہبی رہنماؤں کو ٹھنڈے دل سے پاکستان کی تعداد میں اضافت کا دباؤ بڑھے گا ایک ایسے ملک میں جہاں پہلے ہی 50 لاکھ افغان مہاجرین کے علاوہ 30 لاکھ غیر قانونی تارکین وطن موجود ہیں۔ جنگ کی صورت میں مزید پندرہ لاکھ افغانوں کی آمد متوقع ہے۔ نئے آنے والے مہاجرین کا بوجھ تباہ کن اثرات مرتب کرے گا یہ اثرات خالی خولی نعروں سے دور نہیں ہوں گے۔

Marfat.com
Marfat.com

جمیعت علمائے اسلام پاکستان کے سربراہ
مولانا فضل الرحمٰن کا خصوصی انٹرویو

سوال : امریکہ طالبان تنازعہ میں آپ کا موقف جذباتیت سے عبارت دکھائی دیتا ہے ؟

مولانا فضل الرحمٰن : کیسے جذبات اور جذباتیت' جسے آپ جذباتیت سمجھتے ہیں وہ در حقیقت اسلامی اخوت کا اظہار ہے عالم کفر کے مقابلہ میں ہم اسلام کے مجاہدوں طالبان کے ساتھ ہیں ہماری اس حمایت کو کوئی کچھ بھی نام دے اس سے غرض نہیں۔ طالبان کے خلاف پروپیگنڈہ اسلام کے خلاف' ان پر حملہ کی دھمکی یا حملہ یہ بھی اسلام کو دھمکی اور حملہ قرار پائے گا پھر امریکی صدر تو صلیبی جنگ کے آغاز کی باتیں کر رہے ہیں۔ امریکی صدر صلیبی جنگ کی بات کرے اور غیرت مند مسلمان خاموش بیٹھے رہیں۔ یہ کیسے ممکن ہے' امریکی ابھی دھمکیاں دے رہے ہیں وہ حملہ کر کے دیکھیں پھر آٹے دال کا بھاؤ پتہ چلے گا۔ افغانوں کی پوری تاریخ سب کے سامنے ہے سوویت یونین بھی سپر طاقت تھا افغانستان پر تسلط کا جنون اسے لے ڈوبا ایک طاقتور سپر طاقت جو سرحد پر واقع ہو افغانستان پر قبضہ برقرار نہ رکھ سکی بلکہ اس کا نام و نشان مٹ گیا امریکہ تو بہت دور کی مسافت پر ہے۔

سوال : پاکستان کی فوجی حکومت تو امریکہ سے تعاون کی راہ پر چل رہی ہے ؟

مولانا فضل الرحمٰن : ہم عوام کے نمائندہ ہیں عوام طالبان کے ساتھ ہیں یہاں ہر حکومت امریکہ کے ساتھ ہی رہی ہے حکمرانوں سے یہ توقع ہی عبث ہے کہ وہ امریکہ کی خوشنودی کا دعویٰ ترک کر دیں۔ فیصلہ کرنے اور عمل ہر دو معاملوں میں اصل حیثیت عوام کی ہے۔ عوام اپنے جذبات اور حمایت کا اعلان سڑکوں پر کر رہے ہیں پشاور' بنوں' کوہاٹ' اسلام آباد' لاہور' چمن اور دوسرے درجنوں چھوٹے بڑے شہروں خصوصاً کراچی میں یہ موت کی بیعت کرنے والے کون ہیں عوام ہی تو ہیں اور جب عوام یہ کہہ رہے ہیں کہ افغانستان پر امریکہ کا حملہ پاکستان پر حملہ ہو گا تو پھر کسی کو وہ صدر پاکستان ہی کیوں نہ ہو عوام

Marfat.com
Marfat.com

پر اپنی مرضی مسلط کرنے کا حق نہیں۔

سوال : جنرل مشرف کہتے ہیں مظاہرے کرنے والے پندرہ فیصد لوگوں کی نمائندگی کرتے ہیں؟

مولانا فضل الرحمٰن : ان کے ساتھ تو پندرہ فیصد لوگ بھی نہیں۔ انہوں نے تو طاقت کے بل بوتے پر اقتدار پر قبضہ کیا ہے پھر وہ کوئی نئی بات نہیں کر رہے پاکستان میں ہر حکمران کو یہ غلط فہمی رہی ہے کہ اس سے بڑا عقل کل کوئی نہیں۔ یہی غلط فہمی ان حکمرانوں کو لے ڈوبی' پاکستان کے عوام الحمدللہ مسلمان ہیں وہ کسی مسلمان ملک پر امریکی استعمار کے سفاکانہ حملے کو کیوں برداشت کریں گے۔ حکومت امریکہ سے شراکت داری کر کے دیکھ لے عوام کو جو کرنا ہوگا وہ کر گزریں گے۔ امریکی حمایت حکمرانوں کی ضرورت ہے عوام کی نہیں عوام جانتے ہیں کہ امریکہ طالبان کا بھی اتنا ہی مخالف ہے جتنا پاکستان کے عوام کا امریکی دنیا میں مسلمانوں کو پھیلتا پھولتا ہوا نہیں دیکھ سکتے۔ وہ طالبان کے اس لئے مخالف ہیں کہ وہ امریکہ کو سپر پاور تسلیم کرنے سے انکاری ہیں اور خطے میں امریکی مفادات میں حصہ ڈالنے پر تیار نہیں

سوال : امریکہ طالبان تنازعہ تو طالبان کے علاقوں میں موجود دہشت گردوں کے تربیتی مراکز کی وجہ سے ہے؟

مولانا فضل الرحمٰن : اسلام دہشت گردی کا سب سے بڑا مخالف ہے یہ کیسے ممکن ہے کہ جس ملک میں خالص اسلامی نظام نافذ ہو وہاں دہشت گردی کو جائز سمجھ کر اس کی حمایت کی جائے یا دہشت گردوں کے لئے تربیتی مراکز قائم ہوں۔ امریکہ کے پاس اپنے الزامات کے حق میں کوئی ثبوت نہیں ہے ویسے بھی وہ تو پوری طالبان تحریک کو دہشت گرد قرار دیتا ہے اس طرح تو افغانستان کا 90 فیصد علاقہ (طالبان کے زیر کنٹرول) ہی دہشت گردوں کے لئے تربیتی مراکز کی حیثیت رکھتا ہے۔ امریکی اپنے توسیع پسندانہ عزائم کی اس طرح کے من گھڑت الزامات کے ذریعے پردہ پوشی کر رہے ہیں۔ جنرل مشرف اور کوئی دوسرا مسلمان رہنما ان پر اعتبار کرے تو کرے پاکستان کے عوام امریکہ کے مذموم عزائم کو پوری طرح سمجھ چکے ہیں اور ان ناپاک عزائم کو ناکام بنانے کے لیے مسلمانان پاکستان پوری طرح

Marfat.com
Marfat.com

متحد ہیں۔

سوال : ورلڈ ٹریڈ سنٹر اور پینٹاگون پر خودکش حملوں کے ذمہ داروں کو کیفر کردار تک تو پہنچایا جانا ضروری ہے ہزاروں انسانوں کے قاتلوں کو معاف تو نہیں کیا جاسکتا؟

مولانا فضل الرحمٰن : اس حادثے کے ذمہ داروں کی تلاش ہی تو اصل کام ہے امریکہ یہ کیوں نہیں کرتا۔ مجرموں اور ان کے سرپرستوں کو امریکہ کے اندر ڈھونڈنے سے کیوں انکار کر رہا ہے۔ ہر بات کی تان اسامہ بن لادن یا طالبان پر کیوں ٹوٹتی ہے۔ سی آئی اے اور ایف بی آئی کو اپنی چارپائی کے نیچے ڈانگ پھیرنی چاہیے۔ امریکہ کے اندر انتہا پسند عیسائیوں اور یہودیوں کی سینکڑوں تنظیمیں سرگرم عمل ہیں۔ ان تنظیموں کے سخت گیر ارکان پہلے بھی سرکاری اور دفاعی املاک کو نقصان پہنچاتے رہے ہیں گیارہ ستمبر کے حادثے کی تحقیقات انہیں گھر سے شروع کرنی چاہیے تھی۔ مگر انہوں تو بلا سوچے سمجھے اسامہ بن لادن اور طالبان کو مجرم ٹھہرا دیا اور المیے کا جذباتی فائدہ اٹھا کر پوری دنیا کو بلیک میل کر رہے ہیں۔ گیارہ ستمبر کے حادثے کی پورے عالم اسلام نے مذمت کی اسلام محبت و اخوت اور معاملہ فہمی کا درس دیتا ہے لیکن گیارہ ستمبر کے بعد سے جس مسلمانوں کو امن اور انسانیت کے دشمن کے طور پر پیش کیا جارہا ہے اس سے منصوبہ سازوں کے مقاصد کو سمجھنا آسان ہے۔ یہودیوں نے طے شدہ منصوبے کے تحت ایک فضا بنادی ہے اس شور و غل میں فلسطینی عوام کا قتل عام چھپ گیا ہے' امریکہ کے غلط موقف کو اگر درست بھی مان لیا جائے تو وہ فلسطینیوں کے قتل عام پر اسرائیل سے ایسا ہی برتاؤ کیوں نہیں کرتا؟

سوال : لیکن اسامہ بن لادن ایک طویل عرصہ سے امریکہ کو تباہ کرنے کی دھمکیاں دے رہے ہیں ان کی القاعدہ تنظیم کی بنیاد ہی امریکہ دشمنی پر ہے؟

مولانا فضل الرحمٰن : دیکھئے جب کوئی امریکہ کو تباہ کرنے یا امریکہ دشمنی کی بات کرتا ہے تو اس کا مطلب امریکہ کے وہ ادارے ہوتے ہیں جو دنیا میں دہشت گردی کو فروغ دے رہے ہیں۔ سی آئی اے۔ ایف بی آئی۔ پینٹاگون' وائٹ ہاؤس اور کانگریس امریکی طاقت کے یہ چاروں مراکز یہودیوں کے قبضہ میں ہیں وہی پالیسیاں بناتے ہیں۔ صدر بش تو ایک ڈمی

Marfat.com
Marfat.com

ہے۔ یہودیوں کو انگور کی شکست کا دکھ بھلائے نہیں بھولتا وہ اس شکست کے بدلے میں کچھ بھی کر سکتے ہیں' اسامہ بن لادن افغانستان میں ہیں وسائل اور روابط کی کمی پھر طالبان قیادت نے کچھ اخلاقی حدود بھی طے کر رکھی ہیں۔ طالبان اپنی سرزمین کو سازشوں کے لئے کھلا نہیں چھوڑ سکتے۔ اس کے باوجود ملا عمر سمیت پوری طالبان قیادت یہ کہہ رہی ہے کہ امریکہ کے پاس اپنے الزامات کے حق میں ثبوت ہیں تو پیش کرے' اب تو طالبان کے علماء کی مجلس شوریٰ نے بھی دو ٹوک انداز میں پالیسی واضح کر دی ہے۔ امریکہ کے پاس ثبوت ہیں تو سامنے لائے اسے خطرہ کس بات کا ہے۔

سوال : ثبوت فراہم کر دینے پر کیا طالبان اسامہ کو امریکہ کے حوالے کر دیں گے ؟

فضل الرحمٰن : پھر معاملے کی نوعیت کا شرعی بنیادوں پر جائزہ لیا جائے گا۔ علماء کے کمیشن کا فیصلہ ہی حتمی ہو گا۔

سوال : وہ جو اسامہ کو تیسرے ملک کے حوالے کرنے اور اسلامی کانفرنس کی نگرانی میں مقدمہ چلانے کی بات ہوئی ہے ؟

مولانا فضل الرحمٰن : ابھی ایسی کوئی بات نہیں ہوئی طالبان نے تو یہ کہا ہے کہ اسلامی کانفرنس اور اقوام متحدہ دونوں مل کر گیارہ ستمبر کے واقعات اور امریکی الزامات کی غیر جانبدارانہ تحقیقات کرائیں۔ اسامہ کو تیسرے ملک کے حوالے کرنے یا مقدمہ چلانے کی باتیں ازوقت ہیں۔ ان میں کوئی صداقت نہیں۔

سوال : لیکن طالبان کی مجلس شوریٰ نے اسامہ کو رضاکارانہ طور پر افغانستان سے چلے جانے کو تو کہا ہے ؟

مولانا فضل الرحمٰن : رضاکارانہ طور پر رخصت ہو جانے کی اپیل کی ہے کوئی حکم یا فتویٰ نہیں دیا۔ آپ مجلس شوریٰ کی پوری قرارداد کو پڑھیں پھر اصل بات سمجھ میں آئے گی۔ اخباروں والے سرخیاں کچھ نکالتے ہیں اور خبر کچھ دیتے ہیں۔

سوال : بعض حلقے یہ کہتے ہیں کہ طالبان کی حمایت میں آپ جس انتہا پر کھڑے ہیں یہ قومی سلامتی کے مترادف سوچ ہے اور اس سے پاکستان کی سبکی ہو رہی ہے ؟

Marfat.com
Marfat.com

مولانا فضل الرحمٰن : ہم اول و آخر مسلمان ہیں اسلام ہمارا دین ہے دین فطرت پھر یہ فطرتی بات ہے کہ اگر ہم بطور مسلمان ایک بات کو صحیح سمجھتے ہیں اور اپنے موقف کا اظہار کرتے ہیں اگر مگر کی مفاداتی سیاست ہمیں آتی ہے نہ یہ ہمارے بزرگوں کا شیوہ ہے سچ وہی ہوتا ہے جو وقت پر کیا جائے۔ ہم طالبان کی حمایت کر کے پاکستان کا تحفظ کر رہے ہیں۔ پاکستان کو تباہی کی طرف تو حکمران دھکیل رہے ہیں یا پھر امریکی راگوں پر سر دھننے والے سیکولر لوگ ہمارے لئے ہمارا دین اس کی تعلیمات اور حق آگاہی بہت ہے۔

سوال : جنرل مشرف کی فوجی حکومت بارے آپ کا موقف دن بدن سخت تر نہیں ہوتا جا رہا؟

مولانا فضل الرحمٰن : (قہقہہ لگاتے ہوئے) نرمی کب تھی ہمارے موقف میں ہم ان کی حکومت کو غیر آئینی' غیر اخلاقی اور غیر جمہوری تو سمجھتے ہی تھے اب امریکہ کی طرفداری پر غیر اسلامی بھی سمجھنے لگے ہیں' ظاہر ہے کہ ایک دینی سیاسی جماعت کے کارکن کی حیثیت سے کسی غیر اسلامی حکومت کے بارے ہم اس کے علاوہ اور کہہ بھی کیا سکتے ہیں۔ ہماری سیاست کرسیوں کے لئے نہیں انقلاب اسلامی کے لئے ہے۔ آدھے تیتر آدھے بٹیر والی سیاست ہم نہیں کرتے جو صحیح سمجھتے ہیں اس کا ڈنکے کی چوٹ پر اظہار بھی کرتے ہیں۔ جے یو آئی موسمی سیاست نہیں کرتی ہمارا موقف واضح ہے وہ یہ کہ عوام کے نام پر امریکہ جو زمیں اترا اور اڈے بنا کر بیٹھ گیا اب بھی اسے اسامہ یا القاعدہ سے کوئی دلچسپی نہیں وہ تو ان کی آڑ میں اپنی جارحانہ کاروائیوں سے ہمیں اچھے ہمسایوں سے لڑوا دے۔ امریکہ ایک دفعہ آ گیا تو پھر اسے نکالنا مشکل ہوگا ہم قوم کو ابتدائی مرحلہ میں بھرپور مزاحمت کے لئے تیار کر رہے ہیں ہم سمجھتے ہیں کہ ہماری جدوجہد کا مقصد دفاع پاکستان ہے۔

سوال : لیکن آپ نے تو کہا تھا ہم امریکی فوج کے خلاف لڑیں گے اور ان کا ساتھ دینے والوں سے بھی؟

مولانا فضل الرحمٰن : یہ ایسی کونسی غلط بات ہے امریکہ مسلمانوں پر حملہ کرے گا تو اس حملہ میں امریکہ کی مدد کرنے والے بھی مسلمانوں کے دشمن ٹھہریں گے۔ مسلمانوں کے

Marfat.com
Marfat.com

دشمنوں کے خلاف جہاد کوئی غلط بات تو نہیں یہ بطور مسلمان ہمارا حق ہے جو ہم سے کوئی نہیں چھین سکتا۔ جنرل مشرف یا صدر بش دونوں نہیں۔

سوال : یہ کہنا کہ پاکستان پر افغان کو ترجیح دیں گے اپنے ہی ملک کے خلاف بات نہیں؟

مولانا فضل الرحمٰن : بی بی سی نے میری بات سیاق و سباق سے ہٹ کر نشر کی میں نے کہا تھا کہ اگر امریکی فوج پاکستان میں اتری اور اس نے طالبان پر حملہ کیا تو ہم طالبان کے ساتھ کھڑے ہوں گے یہ موقف پاکستان کے خلاف کیسے ہوا۔ پاکستان اور اسلام کے خلاف تو وہ جا رہے ہیں جو امریکی حمایت میں قومی غیرت کے منافی فیصلے کر رہے ہیں۔ وہ ہمیں اس طرح کا فیصلہ کرنے کا موقع نہ دیں مسلمانوں کے مفادات اور خواہشات کا احترام کریں' ہم پوچھتے ہیں آخر حکمرانوں کو یہ بات سمجھ میں کیوں نہیں آتی کہ پاکستان طالبان کی مخالفت یا مستقل دشمنی کا متحمل نہیں ہو سکتا۔

سوال : موقع سے فائدہ اٹھا کر امریکہ سے شرطیں بھی تو منوائی جا سکتی ہیں؟

مولانا فضل الرحمٰن : یہ اسلام اور مسلمانوں کو فروخت کرنے والی بات ہو گی امریکہ سے 54 سال کی منافقت بھری دوستی سے حکمران طبقے کا جی نہیں بھرا یہ سمجھتے کیوں نہیں کہ امریکی قیادت روئے زمین کا سب سے بڑا مکار دھوکے باز اور خود غرض گروہ ہے۔ آج انہیں اپنی پڑی ہے تو پاکستان یاد آگیا ہے پابندیاں ختم کر رہے ہیں یہ دھوکہ ہے۔ مومن ایک سوراخ سے دوسری بار نہیں ڈسا جاتا یہی مومن کی فراست ہے۔

سوال : جنرل پرویز مشرف سے پچھلے دنوں ملاقات بھی تو ہوئی تھی؟

مولانا فضل الرحمٰن : یہ ملاقات خالصتاً ان کی خواہش پر ہوئی دوسری دینی سیاسی اور سیکولر جماعتوں کے لیڈر بھی موجود تھے۔ جنرل مشرف امریکہ کا مقدمہ پیش کرتے رہے۔ ہم نے اسلام اور مسلمانوں کے مفادات پر اپنا موقف بیان کیا۔ سیکولر پارٹیوں والے امریکہ سے تعاون کو زندگی قرار دیتے رہے ہم نے دو ٹوک انداز میں واضح کر دیا کہ امریکہ سے تعاون کی صورت میں جے یو آئی مزاحمت کرے گی۔ طالبان پر امریکہ کے حملے کو عالم اسلام پر حملہ سمجھیں گے۔ امریکہ سے جو بھی تعاون کرے گا اسے "مسلمانوں کا اعلانیہ دشمن"

Marfat.com
Marfat.com

سوال : مسلمانوں کا نہیں طالبان کا ؟

مولانا فضل الرحمٰن : جی نہیں اسلام اور مسلمانوں کا ہم طالبان کی حمایت اسلامی تعلیمات کی روشنی میں کر رہے ہیں۔ اسلام ہی ہمارے درمیان قدر مشترک ہے انہوں نے افغانستان میں قرآن و سنت کا نظام قائم کر دیا ہے یہ نظام ہر مسلمان کے دل کی آرزو ہے۔

سوال : کیسے مسلمان ہیں جن کی آپ حمایت کر رہے ہیں وہ تو فرقہ پرست دہشت گردوں کو تربیت دیتے ہیں اور یہ تربیت یافتہ دہشت گرد پاکستان میں معصوم لوگوں کا خون بہاتے ہیں ؟

مولانا فضل الرحمٰن : سب سے پہلے یہ یہودہ الزام نواز شریف اور اس کے بھائی نے لگایا تھا۔ طالبان نے اس کی تردید کر دی تھی۔ ہم واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ اس طرح کا پروپیگنڈہ کرنے والے طالبان کو مسلمانان پاکستان کی اجتماعی تائید سے محروم کرنا چاہتے ہیں۔ طالبان صرف اور صرف مسلمان ہیں فرقہ پرستی سے ان کا کوئی تعلق نہیں پھر وہ پاکستان کو کمزور کرنے کی سازشوں میں شریک کیوں ہوں گے۔ ملا عمر تو کہہ چکے ہیں اسلامی پاکستان امارات اسلامی افغانستان کی بقا کی ضمانت ہے اس کے بعد تو بات ہی ختم ہو جاتی ہے۔

سوال : شمالی اتحاد اور طالبان کی لڑائی اقتدار کی رسہ کشی ہی تو ہے ؟

مولانا فضل الرحمٰن : یہ جو ایسا سمجھتے ہیں وہ شدید غلط فہمی کا شکار ہیں شمالی اتحاد طاغوتی طاقتوں کا آلہ کار گروہ ہے۔ روس' برطانیہ' یورپی یونین اب تو امریکہ بھی اس اتحاد میں شامل ہو گیا ہے۔ یہ سارے اسلام دشمن بلکہ شمالی اتحاد کو سپورٹ کر رہے ہیں اس سپورٹ کا مقصد افغان عوام کی اکثریت کو حق حکمرانی سے محروم کرنا ہے۔

سوال : بدلتی ہوئی صورتحال میں تو ایسا لگتا ہے جیسے امریکہ براہ راست طالبان سے الجھنے کی بجائے شمالی اتحاد کو آگے بڑھانے کا فیصلہ کر چکا ہے ؟

مولانا فضل الرحمٰن : امریکیوں کے پاس کھیلنے کو اور کوئی پتہ بھی تو نہیں امریکہ کی نئی حکمت عملی نے مشرف کی آنکھیں بھی کھول دی ہوں گی۔ اسی لئے تو وزارت خارجہ کے ترجمان نے کہا ہے کہ شمالی اتحاد کے لئے امریکی حمایت اسے مہنگی پڑے گی۔ کاش دوسرے

Marfat.com
Marfat.com

امور اور بالخصوص امریکہ طالبان تنازعہ میں بھی حکمران ایسا ہی دوٹوک موقف اپناتے۔

سوال : متحدہ عرب امارات کے بعد سعودی عرب نے بھی طالبان سے سفارتی تعلقات منقطع کر لئے ہیں ؟

مولانا فضل الرحمٰن : بھائی امریکی فوج امارات اور سعودی عرب میں بیٹھی ہے یہ ان دونوں اسلامی ممالک کا فیصلہ نہیں بلکہ وائٹ ہاوس سے جاری ہونے والا حکم ہے۔ان ملکوں نے تو صرف تعمیل کی رسیدیں دی ہیں۔ ہم پاکستان کو ایسے ہی برے وقت سے تو بچانا چاہتے ہیں مگر لگتا ہے کہ حکمران ٹولہ پاکستان کو امریکہ کی کالونی بنا کر ہی چھوڑے گا۔ ہماری باتیں ابھی ہوا کے گھوڑے پر سوار قیادت کی سمجھ میں نہیں آتیں لیکن امریکی فوج پاکستان میں آگئی 'اور اس نے یہاں اڈے بنا لئے تو پھر ان کی سمجھ میں آئے گا۔

سوال : اس حمایت اور تعاون کے بدلے میں امریکہ نے پابندیاں اٹھالیں' قرضے ری شیڈول کر دیئے' مزید قرضے بھی دے گا' اس طرح اقتصادی صورتحال مستحکم ہو گی ؟

مولانا فضل الرحمٰن : اقتصادی صورتحال تو طوائف کی بھی مستحکم ہوتی ہے غیرت مندی اور بیسواگری میں فرق تو ہونا چاہیے امریکہ خدا نہیں جو ملک دو حملوں سے بوکھلا گیا ہو اس سے ڈرنا اور اس کی خوشنودی کو مقدم سمجھنا اسے کوئی بھی ذی شعور درست نہیں لکھے گا۔

سوال : جنرل مشرف کہتے ہیں بھارت حالات کا فائدہ اٹھا کر کشمیری مجاہدین کو دہشت گرد قرار دلوانا چاہتا تھا ہم نے بھارت کو دیوار سے لگا دیا ہے ؟

مولانا فضل الرحمٰن : ٹوپی ڈرامے ہیں یہ' حکمرانوں کو بھارت نے امریکی منصوبے پر عمل کر کے پاکستان کو امریکہ کے جال میں پھنسوا دیا ہے۔ میں حیران ہوں جو لوگ بھارتی ڈرامے کے پس پردہ مقصد کو نہیں سمجھ سکتے وہ امریکی عیاریوں کو کیسے سمجھ لیں گے یہ (حکمران) بھارت اور امریکہ کے سامنے طفل مکتب ہیں۔ انہیں بات تب سمجھ میں آئے گی جب گلے پڑا ڈھول بجانا پڑے گا۔ اسی لئے تو ہم کہتے ہیں کہ عوام کی خواہشات کا احترام نہ کرنے والے حکمران عوام کے غیض و غضب کا شکار ہو کر رہتے ہیں۔

سوال : امریکہ کا ساتھ نہ دیں تو دہشت گردوں کی معاونت کے جرم میں کانگریس کے

Marfat.com
Marfat.com

منظور کردہ وار ایکٹ کے تحت پاکستان کے خلاف کاروائی ہو سکتی ہے ؟

مولانا فضل الرحمٰن : قیامت تو نہیں ٹوٹ پڑے گی۔ امریکیوں نے وار ایکٹ کے بغیر لیبیا' ایران 'عراق اور سوڈان پر بھی پابندیاں لگا رکھی ہیں وہاں آسمان نیچے گر گیا یا زمین پھٹ گئی ہے۔ وہ ممالک بھی تو برسوں سے امریکی بد معاشیوں کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ پاکستان تو مقابلتاً زیادہ طاقتور ہے ایٹمی قوت کیا پوچھنے کے کام آئے گی۔ حکمران صبر سے کام لیتے تو امریکہ ان کی شرطیں تسلیم کر لیتا جلد بازی میں نقصان یہ ہوا کہ انہوں نے امریکہ کی شرطیں تسلیم کر لیں اور پاکستان کو رسوا کر دیا۔

سوال : وہ (جنرل مشرف) تو کہتے ہیں پاکستان کا وقار بلند ہوا ہے اعتماد کی فضا بنی ہے ؟

مولانا فضل الرحمٰن : اس بھولپن پر دعا ہی کی جا سکتی ہے۔ بزدلوں اور ایمان فروشوں کو امریکہ بھی نہیں بچا پائے گا سب سے بڑی طاقت اللہ کی ہے۔ سب سے بڑا منصف وہی ہے۔ وہی دلوں کے بھید جاننے والا ہے۔ ہم تو اللہ تعالیٰ کے اطاعت گزار ہیں اس کے بھیجے ہوئے دین کی تعلیمات کی روشنی میں عالم کفر کے مقابلہ میں طالبان کی حمایت کر رہے ہیں جو توحید کی سربلندی کا مشن سنبھالے ہوئے ہیں۔ اس کار خیر میں حصہ ڈالنا جہاد ہے اور مسلمان جہاد سے منہ نہیں موڑ سکتا۔

Marfat.com
Marfat.com

صدر کا قوم سے خطاب، چار ترجیحات کا اعلان

صدر مملکت اور چیف ایگزیکٹو جنرل پرویز مشرف نے بدھ کی شام کو قوم سے خطاب کرتے ہوئے اپنی نشری تقریر میں کم وقت میں ایسی بہت سی باتوں کا تفصیل سے ذکر کیا ہے جن کا موجودہ بحرانی صورتحال میں نہ صرف اہل پاکستان بلکہ افغان قوم کے علاوہ دنیا بھر کے مسلمانوں کے لئے جاننا بے حد ضروری ہے ان میں صدر جنرل پرویز مشرف نے جن چار ترجیحات کا ذکر کیا ہے وہ اس لئے بھی انتہائی اہمیت کی حامل ہیں کہ بیرونی خطرات کے مقابلے میں ملکی سلامتی و یک جہتی کا تحفظ، اقتصادی بحالی کی کوششوں کا استحکام، اپنی ایٹمی اور میزائل صلاحیت سمیت دیگر فوجی اثاثوں کی حفاظت اور کشمیر کاز ہمارے وہ بنیادی اہم مقاصد ہیں جن پر کسی قسم کی سودا بازی یا آنکھیں بند کر کے کوئی جذباتی غلط فیصلہ کرنا قوم کی اجتماعی خودکشی کے مترادف ہو سکتا ہے اور شاید یہی وجہ ہے کہ پاکستان نے اس نازک ترین دور میں اپنی بقا کو مقدم سمجھتے ہوئے ایک ایسا صحیح فیصلہ کیا ہے جس سے پوری قوم نہ صرف متفق ہے بلکہ متحد ہو کر موجودہ حکومت سے ہر قسم کے تعاون کے لئے کوشاں دکھائی دے رہی ہے دیکھا جائے تو اپنی اس بہتر اور مناسب حکمت عملی کے باعث پاکستان نے اپنے اصولی موقف کے تحت اپنی بقاء کی نصف جنگ جیت لی ہے اور ہمیں یقین ہے کہ اگر صدر مملکت کو قوم کی مکمل رہنمائی اسی طرح حاصل رہی تو ان کی بھرپور کوششوں کے کامیاب اور دوررس نتائج کے سامنے آنے سے ایک نیا پاکستان وجود میں آئے گا جس کا تحفظ ہماری آنے والی نسلوں نے کرنا ہوگا صدر کی تقریر کا دوسرا اہم پہلو یہ ہے کہ انہوں نے اس دوران امریکہ کے تین ٹارگٹس اور پاکستان سے امریکی مطالبات کا بھی کھل کر اظہار کیا اور کہا کہ امریکہ میں دہشت گردی کے بعد وہاں جس غم و غصے کا اظہار کیا جا رہا ہے اس کے تحت اس کا پہلا نشانہ اسامہ بن لادن اور ان کی القاعدہ موومنٹ اور دوسرا نشانہ طالبان ہیں جو انہیں پناہ دیئے ہوئے ہیں جبکہ تیسرا نشانہ بین الاقوامی طور پر دہشت گردی کے خلاف جنگ ہے اور امریکی مطالبات میں انٹیلی جنس اور اطلاعات کے تبادلے سمیت فضائی حدود کے استعمال اور لاجسٹک مدد شامل ہے اور ان مطالبات کے تحت امریکہ کو تمام اسلامی ممالک کی حمایت حاصل ہے صدر نے واضح کیا کہ

Marfat.com
Marfat.com

بھارت نے اس ضمن میں محض پاکستان دشمنی کی وجہ سے امریکہ کو اپنی تمام فوجی تنصیبات پیش کر دی ہیں دیکھا جائے تو صدر مملکت کے یہ خدشات قطعی طور پر درست ہیں کیونکہ خطے میں "منی سپر پاور" بننے کے شوق میں بھارت ہر اس موقع سے فائدہ اٹھانے کی تاک میں ہے جس سے پاکستان کو نقصان پہنچنے کا امکان ہو۔ لہٰذا پاکستان کی جانب سے امریکی مطالبات پر غور کرنے اور ان کی حمایت کرنے کا واحد مقصد یہ ہے کہ اپنے روایتی دشمن بھارت کو ایک اور محاذ پر شکست دے کر اس کی جبلتی خواہشات کا گلہ گھونٹ دیا جائے، شاید اسی لئے صدر پاکستان نے مناسب سمجھ کر بھارت کو خبردار کیا کہ "اسے کسی غلط فہمی کا شکار نہیں ہونا چاہئے ہماری فورس تیار ہے اور ہم مرنے اور مارنے کے لئے تیار بیٹھے ہیں" صدر کی تقریر کا تیسرا اہم پہلو یہ ہے کہ انہوں نے طالبان کے غیر لچکدار موقف پر بھی کھل کر بات کی اور ان پر واضح کیا کہ انہوں نے افغانستان اور طالبان کے لئے کیا کچھ نہیں کیا۔ صدر نے کہا کہ جب پوری دنیا ان کے خلاف تھی میں نے ان پر عائد پابندیوں کی مخالفت کی اور سابق صدر کلنٹن اور چین کے لیڈروں سے افغانوں کے حق میں دلائل دے کر بحث کی جبکہ اب بھی ان کے ساتھ مذاکرات کا سلسلہ جاری ہے اور ہماری کوشش ہے کہ اپنے اور ان کو درپیش بحرانی کیفیت ختم کی جائے لیکن ہماری بات سنی ہی نہیں جاتی صدر پرویز مشرف کے ان حوالوں کو اس لئے بھی نہیں جھٹلایا جا سکتا کہ یہ ساری باتیں میڈیا کے ذریعے گاہے بگاہے عوام تک پہنچ چکی ہیں، افغانستان میں طالبان کے ہاتھوں بتوں کی توڑ پھوڑ، پاکستانی کھلاڑیوں کے ساتھ غیر اخلاقی سلوک، عیسائی مبلغین کے ساتھ منفی رویئے اور طالبان کی جانب سے محض ہٹ دھرمی کی بناء پر کئے جانے والے بعض حکومتی فیصلوں سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ ان کا ہر فیصلہ یکطرفہ ہوتا ہے لہٰذا اصلاح احوال کی کسی کوشش کی کامیابی کی امید نہیں کی جا سکتی تاہم صدر مملکت نے ان ساری باتوں کے باوجود اپنی ٹیم افغانستان بھیج کر اپنے طور پر جو مصالحتی کوششیں کی ہیں وہ قابل ستائش ہیں جس نے ایک پائیدار دوستی کے جملہ تقاضے پورے کر دیئے ہیں لیکن ان کوششوں کے باوجود طالبان حکومت کے رویوں میں کسی قسم کی تبدیلی کا نہ آنا قابل فہم سی بات ہے ہم نے گزشتہ روز بھی انہی کالموں میں امریکہ کی جانب سے شواہد اور ثبوت کے بغیر طالبان سے اسامہ بن لادن کے مطالبے کو امریکہ کی ہٹ دھرمی قرار دیتے ہوئے اس کے غیر

Marfat.com
Marfat.com

چکدار موقف پر تنقید کی تھی اور طالبان کو بھی یہی مشورہ دیا تھا کہ وہ بھی اپنے موقف میں لچک پیدا کریں تاکہ خطے کو جنگ کی ہولناک تباہی سے بچایا جا سکے اور اب بھی وقت ہے کہ فریقین اپنی سوچ اور فکر میں تبدیلی پیدا کریں یہ درست ہے کہ امریکہ میں رونما ہونے والی دہشت گردی میں صرف ایک دن میں چند سو افراد کا بے جا ضیاع ہوا ہے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ کشمیر افغانستان، بوسنیا، فلسطین اور چیچنیا وغیرہ میں برسوں سے ہزاروں نہتے عوام ریاستی دہشت گردی کا شکار ہو رہے ہیں لیکن اس سنگین مسئلے کا حل جنگ نہیں صرف اور صرف مذاکرات ہیں جن کا قیام ممکن نہیں۔ (روزنامہ آج پشاور 21 ستمبر 2001ء)

Marfat.com
Marfat.com

جنگ کے بادلوں سے امید کی نئی کرن بیدار ہو گئی

صدر مملکت جنرل پرویز مشرف نے گزشتہ روز قوم سے خطاب کرتے ہوئے عوام الناس کے سامنے وہ صورت حال پیش کر دی جس کے تحت انہیں 11 ستمبر کو امریکہ میں دو خوفناک بم دھماکوں اور نیویارک میں ورلڈ ٹریڈ سنٹر اور واشنگٹن میں پینٹاگون کی تباہی کے بعد' عالمی دہشت گردی کے خلاف' صدر بش کے "دوستی یا دشمنی" کے دوٹوک سوال پر نہ صرف "ہاں" کہنی پڑی بلکہ ان کی طرف بھرپور دوستی کا ہاتھ بھی کشادہ کرنا پڑا۔

اس افسوسناک سانحہ کا یہ پہلو بے حد المناک ہے کہ دہشت گردی کی اس ہولناک واردات کی تحقیقات کرنے سے پہلے ہی اس کا الزام اسامہ بن لادن پر لگا دیا گیا اور امریکہ نے افغانستان حکومت سے دوٹوک مطالبہ کر دیا کہ اسامہ بن لادن اس کے حوالے کر دیا جائے۔ بصورت دیگر وہ بھرپور اور تباہ کن حملے کا سامنا کرنے کے لئے تیار ہو جائے۔ پاکستان افغانستان کو سوویت یونین کے استبدادی قبضے سے نجات دلانے کے لئے امریکہ کی معاونت سے بھرپور کردار ادا کر چکا ہے۔

روسی فوج کے انخلاء کے بعد جب اس خطے پر آزاد اسلامی حکومت قائم ہوئی تو وہ طالبان حکومت کو تسلیم بھی کر چکا ہے۔ پڑوسی اسلامی ملک ہونے کی وجہ سے دونوں ملکوں کے تعلقات اس تمام عرصے میں برادرانہ رہے ہیں اور پاکستان نے افغانستان کی خانہ جنگی کے دوران تیس لاکھ سے زائد افغانیوں کو طویل عرصے تک پناہ بھی دیئے رکھی۔ امریکہ تو اپنا کام نکال کر نہ صرف کپڑے جھاڑ کر الگ جا کھڑا ہوا بلکہ اسے افغانستان سے اسلام کی بو نے تنگ بھی کرنا شروع کر دیا لیکن امریکی حکومت کے ذہن میں یہ خیال جاگزیں ہو چکا ہے کہ پاکستان طالبان حکومت پر بہت زیادہ اثر و رسوخ رکھتا ہے۔ حالانکہ اس کی اپنی آزاد حیثیت ہے۔ چنانچہ جب کبھی امریکہ اسامہ بن لادن کے حوالے سے افغانستان پر دباؤ ڈالتا تو اس دباؤ کی زد میں پاکستان کو بھی بلاوجہ نشانہ بنایا جاتا۔ امریکہ میں حالیہ دہشت گردی کی واردات میں اسامہ بن لادن کو بلا تحقیق نشانہ بنا لیا گیا تو امریکہ اپنے مجوزہ اقدامات میں حسب سابق

Marfat.com
Marfat.com

پاکستان سے معاونت کا خواہاں ہے۔ صدر مملکت جنرل مشرف نے گزشتہ روز کی تقریر میں واضح کر دیا کہ امریکی غصے اور انتقام کی اس گھڑی میں بھی امریکہ کا پہلا ٹارگٹ اسامہ بن لادن اور ان کی موومنٹ ہے۔ امریکہ کا دوسرا ٹارگٹ طالبان ہیں کیونکہ انہوں نے اسامہ بن لادن کو پناہ دے رکھی ہے اور وہ اسامہ کو بین الاقوامی عدالت کے سامنے لانے سے انکار کر رہے ہیں۔ امریکہ کا تیسرا ٹارگٹ عالمی سطح پر دہشت گردی کے خلاف ایک طویل جنگ ہے۔ لیکن امریکہ کے آخری ٹارگٹ یعنی ایٹمی پاکستان کہہ دینے کی بات وہ زبان پر نہ لا سکے اور دل میں ہی رکھ لی۔

ان میں سے امریکہ کی فوری توجہ اسامہ اور افغانستان کی طرف ہو گئی جو اس وقت پوری دنیا کا موضوع بھی بنے ہوئے ہیں اور ان کی وجہ سے جنوبی ایشیا کے خطے میں مختلف خطرات بھی سر ابھار رہے ہیں جن میں پاکستان بھی ہدف بن رہا ہے۔ جنرل مشرف نے حالیہ دور کو 1971ء کے بعد سے سب سے زیادہ نازک دور قرار دیا اور ایسے فیصلے کرنے کو ترجیح دی جن سے پاکستان کی سالمیت 'بقاء اور جوہری طاقت خطرے میں نہ پڑ جائے اور کشمیر کاز کو نقصان نہ پہنچے۔

اس نازک مرحلے پر صدر مملکت نے جوش کی بجائے ہوش سے کام لینے کی حکمت عملی کو ترجیح دینے پر زور دیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکہ سے ہجرت کے بعد کے چھ سات سال کے واقعات اور آخر میں صلح حدیبیہ کا تذکرہ بھی کیا جن کے نتائج فتح مکہ اور فروغ اسلام پر منتج ہوئے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی 'ان کے غزوات اور حکمت عملی' سب مثالی نوعیت کے ہیں لیکن اس حقیقت کو یاد رکھنا چاہیے کہ اگر ہمارے حکمران حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقش قدم پر چلتے اور ان کے اسوۂ حسنہ کو اپنی عملی زندگی پر وارد کرتے تو ہمیں ذلت اور پستی کا یہ دن دیکھنا نصیب نہ ہوتا جس کا آج سامنا کر رہے ہیں۔

آج کے یہودیوں کا دور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہودیوں سے موازنہ کرنا بھی درست نہیں ہے بلکہ آثار تو ایسے رونما ہو رہے ہیں کہ امریکہ کے ہولناک ہوائی بم

Marfat.com
Marfat.com

دھماکوں میں بھی یہودی ذہن اور ہاتھ ہی کار فرما ہے اور اسامہ بن لادن کو تو صرف اس لئے ہدف بنایا جارہا ہے کہ امریکہ کو اپنے عوام کا غصہ ٹھنڈا کرنے کے لئے ایک قربانی کا بکرا درکار ہے جو اسامہ کی صورت میں تیار ہے۔ آج مسلمانوں کی حالت یہ ہے کہ مغربی استعمار نے عرب دنیا کے قلت میں گٹھلی جتنی اسرائیلی حکومت قائم کر رکھی ہے جو نہ صرف عربوں پر روزانہ ٹینکوں اور بمبار طیاروں سے حملے کر رہے ہیں لیکن فلسطینی ان کا مقابلہ غلیلوں سے کر رہے ہیں اور دہشت گرد بھی کہلا رہے ہیں۔

عالمی سطح پر دہشت گردی کے استحصال پر کسی کو اعتراض نہیں لیکن یہ دریافت کرنا تو مناسب ہے کہ امریکہ نے اپنے ملک میں تحفظ کے جو اتنے وسیع اور حساس انتظامات کر رکھے تھے وہ کیوں ناکام ہو گئے اور ان کی ناکامی کی تحقیقات کیوں نہیں کی جارہی ہے؟ جس کسی نے یہ واردات اتنے منظم طریقے سے کی ہے اس کا سراغ کیوں نہیں لگایا جارہا اور اسامہ پر الزام لگایا جارہا ہے تو اس کا ٹھوس ثبوت امریکہ فراہم کرنے سے کیوں گریز کر رہا ہے؟ انصاف کے کٹہرے میں امریکہ اور افغانستان کو برابر کی حیثیت ملنی چاہیے۔ آدھی رات کے وقت جب امریکی صدر جارج بش نے جنرل مشرف سے دوست یا دشمن کا سوال کیا تھا تو وہ کہہ سکتے تھے کہ وہ دہشت گردی کے خلاف ہیں لیکن اسامہ کے خلاف 11 ستمبر کے واقعہ کا کچھ تو ثبوت فراہم کریں۔

یہ سانحہ پاکستان کے لئے بھی یکساں طور پر المناک ہے کہ ورلڈ ٹریڈ سنٹر میں پانچ سو سے زائد پاکستانی موجود تھے جو اس دہشت گردی کا شکار ہو گئے ہیں۔ اگر اسامہ 45 اقوام کے لوگوں کا قاتل ہے تو وہ پاکستانی باشندوں کا بھی قاتل ہے۔ اس لحاظ سے پاکستان خود اسامہ کو پکڑنے کا ذمہ دار ہوتا۔ لیکن صدر بش تو تحقیق پر آمادہ ہی نہیں صرف "آپریشن" کے لیے تیار ہیں اور اس آپریشن کو بھی "کروسیڈ" (Crusade) سے موسوم کر رہے ہیں۔ جس کی جڑیں تاریخ میں گہری اتری ہوئی ہیں اور اس کی یادیں آج بھی قدامت پرست عیسائیوں کو غمزدہ کر دیتی ہیں۔ اگرچہ اس لفظ کے استعمال پر بالواسطہ طور پر معذرت پیش کر دی گئی ہے لیکن یہ معذرت اس لئے بے معنی ہے کہ صدر بش امریکہ کی قدامت پرست عیسائی لابی کو

Marfat.com
Marfat.com

خوش کرنا چاہتے ہیں اور انہوں نے یہ اصطلاح نادانستہ طور پر بھی استعمال کی ہے کہ ان کے لاشعور میں اس کا مفہوم وہی تھا جو اس کے ساتھ تاریخ نے وابستہ کر دیا ہے۔ ہم یہ بھی نہیں کہتے کہ اس وقت اسامہ بن لادن صلاح الدین ایوبی کا کردار ادا کر رہے ہیں اور صدر بش ان کی گرفتاری سے صلاح الدین ایوبی کا بدلہ چکالیں گے لیکن یہ کہنا درست ہے کہ امریکہ نے اپنا ایک فرضی دشمن اسامہ بن لادن کی صورت میں تخلیق کر رکھا ہے جس کے ذمے ہر ناکردہ دہشت گردی ڈال دی جاتی ہے۔

چنانچہ جب تک امریکہ اسامہ بن لادن کی دہشت گردی کا ٹھوس ثبوت پیش نہیں کرتا امریکہ کے موقف کو تسلیم کرنا ممکن نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس وقت تک امریکہ کی سوئی ایک فرد واحد اسامہ بن لادن پر ہی رکی ہوئی ہے۔ لیکن ابھی ابھی جو خبر ملی ہے اس کے مطابق افغانستان کی مجلس شوریٰ نے اسامہ بن لادن کو رضاکارانہ طور پر افغانستان چھوڑنے کا اختیار دے کے اس غبارے سے بھی ہوا نکال دی ہے۔

موجودہ نازک صورتحال میں طالبان کا یہ فیصلہ بے حد اہمیت رکھتا ہے۔ اگرچہ اس پر امریکہ کا ردعمل ابھی ظاہر نہیں ہوا لیکن اب افغانستان پر جنگ نازل کرنے کی جو شدت پیدا ہوئی تھی اس میں یقیناً کمی آگئی ہے۔ طالبان نے عالم انسانیت کے وسیع تر مفاد میں ایسی صورتحال پیدا کر دی ہے جس سے اس خطرے کو امریکی حملے سے بچایا جا سکتا ہے اور بچایا جانا چاہیے۔ طالبان کو حقیقت شناسی کے اس مرحلے تک لانے میں پاکستان نے بے حد مثبت کردار ادا کیا کہ اپنا ایک وفد قندھار اور کابل بھیجا اور طالبان کو حالات کی سنگینی کا احساس دلایا۔

طالبان کی لیڈرشپ نے بھی دانشمندی کا ثبوت دیا اور مجلس شوریٰ کے باہمی مشاورت سے اسامہ بن لادن کی افغانستان چھوڑنے کی سابقہ پیشکش قبول کر لی۔ حالات کی یہ ڈرامائی تبدیلی دور رس نتائج کی حامل ہونی چاہیے اور امریکہ پر لازم ہے کہ وہ بالخصوص اپنے آپ کو' عالم انسانیت کو بالعموم اور ایشیا کے اس خطے کو کسی بڑے عذاب میں ڈالنے سے گریز کرے۔

اب صدر مشرف کو بھی چاہیے کہ امن و سلامتی کی فضا بحال کرنے کے لئے

Marfat.com
Marfat.com

امریکہ سے اپنی نئی دوستی کو کام میں لائیں اور صدر بش سے اس سوال کا جواب بھی ضرور مانگیں کہ 11 ستمبر کو ورلڈ ٹریڈ سنٹر میں کام کرنے والے ہزاروں یہودیوں میں سے ایک بھی وہاں کیوں نہیں آیا اور اس اجتماعی غیر حاضری کا کیا مطلب نکالتے ہیں؟ صدر مشرف کو اب کمانڈو جنرل بن کر بات کرنی چاہیے جو ایٹمی اسلامی جمہوریہ پاکستان کا خود ساختہ صدر ہے! اللہ انہیں اس بحران سے نکال لے تو وہ فوراً عام انتخاب کروا کر جمہوری سسٹم بحال کر دیں۔ خدا کرے قادر مطلق انہیں ایسا کرنے کا موقعہ اور توفیق عطا کرے۔

کتاب تقریباً مکمل ہو چکی تھی لیکن تشنگی کا احساس تھا اس احساس نے جمعیت علمائے اسلام پاکستان کے امیر جناب مولانا فضل الرحمن کا موجودہ حالات کے حوالے سے انٹرویو کرنے کی تحریک دی۔ کوششیں بار آور ثابت ہوئیں لیکن ان کے بار آور ثابت ہونے میں جے یو آئی کے مرکزی سیکرٹری اطلاعات اور ہمارے قابل احترام دوست حافظ ریاض درانی کا تعاون شامل ہے۔

مولانا فضل الرحمن سے زیادہ بہتر طالبان کے موقف کی وضاحت بھلا کون کر سکتا ہے اور انہوں نے بھی سوالات کے جوابات خندہ پیشانی سے دیئے۔ گی لپٹی کے بغیر کھل کر باتیں کیں۔ انٹرویو میں موجودہ حالات کے تناظر میں ہی سوالات ان کے سامنے رکھے گئے اور جواب وہ آپ پڑھئے کہ بطور خاص ہیں۔ ہم ذاتی طور پر جناب مولانا فضل الرحمن اور برادرم حافظ محمد ریاض درانی کے شکر گزار ہیں۔

Marfat.com
Marfat.com

سنگین خطرات کا تقاضا۔ حکمت اور دانش مندی

صدر جنرل پرویز مشرف نے قوم سے اپنے نشری خطاب میں برملا کہا ہے کہ پاکستان اس وقت 71ء کے بعد اپنی تاریخ کے سب سے نازک دور سے گزر رہا ہے اسی مناسبت سے انہوں نے پوری فکر مندی سے یہی سوچا ہے کہ پاکستان کی سلامتی سب سے پہلے 'اس کے بعد کچھ اور۔ انہوں نے بڑی سپاہیانہ صاف گوئی' سفارت کارانہ فراست اور مومنانہ حکمت سے کہا ہے "مجھے اس وقت صرف پاکستان کی فکر ہے' پاکستان ہے تو سب کچھ ہے' میں پاکستان کا سپہ سالار ہوں اسی لئے پاکستان کے دفاع کو سب سے زیادہ ترجیح دیتا ہوں اور اس کے بعد ہی کسی اور کا دفاع ہو سکتا ہے۔" ہم ان کالموں میں قوم کو درپیش سنگین خطرات اور لرزہ خیز خدشات کے حوالے سے مسلسل اس امر پر زور دیتے آئے ہیں کہ پوری قوم کو اس وقت نازک حالات کے تقاضوں کا بھرپور ادراک ہونا چاہیے کیونکہ ہم جس مشکل میں پھنسے ہوئے ہیں اس کا لفظوں میں بیان ممکن ہی نہیں ایسی حالات میں ہوشمندی کا تقاضا یہی ہوتا ہے کہ اول خویش بعد درویش۔ اسی بات کو صدر جنرل پرویز مشرف نے جذبات کی رنگ آمیزی سے پاک بڑے سادہ انداز میں ملک کے ہر ہوشمند شہری کو سمجھا دیا ہے اور اتنی سی بات کو سمجھنے کے لئے یقیناً کسی غیر معمولی دانش کی ضرورت نہیں کہ پاکستان ہے تو ہمارے لئے سب کچھ ہے ورنہ کچھ بھی نہیں۔

صدر مملکت نے پچھلے ایک ہفتے کے دوران یہ بات کئی بار کہی ہے کہ کڑی آزمائش کے مرحلوں میں صرف صحیح فیصلے ہی کام آسکتے ہیں بالخصوص ہم اس وقت جس ابتلا سے دوچار ہیں اس میں کسی ایک غلط فیصلے سے بھی ملکی بقا خطرے میں پڑ سکتی ہے جبکہ صرف صحیح فیصلوں سے ہی ہماری مشکلات میں کمی آسکتی ہے اس معاملے کو ہمیں موجودہ صورت حال میں جنرل پرویز مشرف کے بقول اس انداز سے بھی سوچنا چاہیے کہ ہمارا ہر فیصلہ حق کا مظہر اور اسلام کی تعلیمات اور روایات کے مطابق ہونا چاہیے ان کے نزدیک پاکستان کا نقصان اسلام کے قلعے کا نقصان ہوگا اسی لئے انہوں نے پاکستان کی سربلندی اور ترقی واستحکام کے

Marfat.com
Marfat.com

لیے اپنی یہ ترجیحات بیان کی ہیں۔

۱۔ اسلام کے اس قلعہ کی حفاظت

۲۔ معیشت کی بحالی

۳۔ ایٹمی اور میزائلوں جیسے سٹرٹیجک اثاثے اور

۴۔ کشمیر کاز۔

ظاہر ہے وطن عزیز ان چاروں معاملات میں سرخرو رہے تو اسے حال یا مستقبل قریب میں ہی نہیں مستقبل بعید میں بھی کوئی مشکل لاحق نہیں ہوگی جبکہ پاکستان کے بدخواہ اس وقت صرف اس امر کے خواب دیکھ رہے ہیں کہ پاکستان کسی طرح دنیا سے الگ تھلگ ہو جائے تو اسے عالمی برادری سے بدترین سزا دلائی جا سکے۔

صدر جنرل پرویز مشرف نے اپنی تقریر میں بھی بڑی وضاحت سے یہ بات سمجھائی ہے کہ ہمارا ہمسایہ ملک امریکہ کو پیش آنے والے المناک سانحے کے پہلے روز سے ہی یہ سوچتا آرہا ہے کہ امریکہ کو ہر فوجی سہولت دے کے ہمارے ایٹمی اثاثوں اور کشمیر کاز کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا جا سکتا ہے وہ ایک مدت سے یہی چاہتا ہے کہ امریکہ اور عالمی برادری اس کے ساتھ ہو جائے اور پاکستان کو کسی طرح سے دہشت گرد قرار دلا دیا جائے اور جب سے موجودہ صورتحال سامنے آئی ہے بھارتی ٹی وی صبح' دوپہر' شام ہمارے خلاف یہی پراپیگنڈہ کر رہا ہے مگر حالات سے ثابت ہو گیا کہ پاکستان نے اس مرحلے پر کسی جذباتیت یا طیش میں آنے کی بجائے پورے صبر و تحمل اور دوراندیشی کا مظاہرہ کیا اس نے امریکہ کو بھی تحمل اور برداشت کی تلقین کی اس سے بھی یہی کہا کہ جو کچھ کرنا ہے ثبوت اور اقوام متحدہ کی مکمل تائید و حمایت کی روشنی میں کرے۔ پاکستان نے اپنی طرف سے یہ بھی کوشش کی کہ افغانستان اور طالبان کو کوئی نقصان نہ پہنچنے پائے۔ جنرل پرویز مشرف نے ایک بار پھر قوم سے وعدہ کیا ہے کہ "۔ آگرہ کی طرح میں اب بھی اپنے ہم وطنوں کو مایوس نہیں کروں گا آپ سب مجھ پر بھروسہ کریں" انہوں نے اپنی تقریر کا اختتام بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس دعا کے ساتھ کیا "اے میرے رب! میرے سینے کو کشادہ کر دے' میرے کام کو آسان

Marfat.com
Marfat.com

کر دے اور میری زبان کی گرہ کھول دے تاکہ لوگ میری بات کو سمجھ سکیں۔"

صدر مملکت نے اس نازک گھڑی میں نیک دعا مانگنے کے علاوہ تاریخ اسلام کے حوالوں سے بھی یہ ثابت کیا کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوۂ حسنہ اور اسلام کے دور اول کی تاریخ سے یہی سبق ملتا ہے کہ دور بینی اور ہوشمندی سے جو فیصلے کئے جاتے ہیں وہ جذباتیت کے بے جا مظاہروں سے بدرجہا بہتر ہوتے ہیں بلاشبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس نے اپنے طرز عمل سے امہ کو یہی سمجھایا کہ حکمت جذباتیت سے بہر حال بہتر ہوتی ہے۔ اس ضمن میں انہوں نے میثاق مدینہ اور صلح حدیبیہ کی جو مثالیں دی ہیں وہ سب کے لئے چشم کشا ہونی چاہیں۔ جنرل پرویز مشرف کی یہ بات بھی ایک کھلی حقیقت کا اظہار ہے کہ بغیر سوچے سمجھے دلیری بیوقوفی ہوتی ہے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ

"ہمارے بعض دوستوں کو طالبان اور افغانستان کی بہت فکر لگی ہوئی ہے میں انہیں بتانا چاہتا ہوں کہ مجھے اور میری حکومت کو طالبان اور افغانستان کی ان سے کہیں زیادہ فکر ہے میں نے طالبان اور افغانستان کے لئے اس وقت بھی کیا کچھ نہیں کیا تھا جبکہ پوری دنیا ان کے خلاف تھی۔ میں نے غیر ملکی رہنماؤں کے سامنے بھی طالبان کے حق میں باتیں کیں مگر ہمارا کوئی دوست بھی ان کی حمایت پر آمادہ نہیں ہوا اس کے باوجود اب بھی ہماری یہی کوشش رہی ہے کہ طالبان کوئی صحیح فیصلہ کریں۔"

یہ امر واقعہ ہے کہ طالبان کو افغانستان میں جو بھی بلند مقام ماادہ پاکستان ہی کی صدق دلانا اور مکمل حمایت کا نتیجہ ہے اس لئے یہ کسی کو سوچنا ہی نہیں چاہیے کہ موجودہ حکومت نے طالبان یا افغان عوام کے مفاد کو کبھی نظر انداز کیا تاہم یہ ذمہ داری بنیادی طور پر اب طالبان ہی کی ہے کہ عالمی برادری کو مطمئن کریں پاکستان نے اس معاملے میں بھی آخری طور پر طالبان کی قیادت کو بڑے صائب مشورے دیئے۔

صدر پرویز مشرف نے اپنی تقریر میں یہ بھی وضاحت کر دی کہ امریکہ اب تک ہم

Marfat.com
Marfat.com

سے جو امداد مانگ رہا ہے اس میں تین باتیں شامل ہیں۔

۱۔ انٹیلی جنس اور معلومات کا تبادلہ

۲۔ ہماری فضائی حدود کا استعمال اور

۳۔ لاجسٹک سپورٹ۔

انہوں نے بتایا کہ ان کا اب تک کوئی آپریشنل پلان یا منصوبہ تیار نہیں ہوا البتہ امریکہ کے جو بھی ارادے ہیں انہیں سلامتی کونسل اور جنرل اسمبلی کی منظور کردہ قرارداد کی حمایت حاصل ہے۔ یہ دہشت گردی کے خلاف جنگ کرنے کی قرارداد ہے۔ اسی طرح اب پھر سلامتی کونسل نے اپنے بند کمرے کے اجلاس میں طالبان کو ایک واضح اور براہ راست پیغام بھیجا ہے جس میں اسامہ بن لادن کو فوری طور پر امریکہ کے حوالے کئے جانے کا مطالبہ شامل ہے۔ ظاہر ہے اسے عالمی برادری کے فیصلے کی حیثیت حاصل ہے اور پاکستان اسے نہ مان کر دنیا میں تنہا رہ جانے کا خطرہ مول نہیں لے سکتا۔ یہی صورت حال کا وہ پس منظر ہے جس میں پاکستان نے نسبتاً کم دشوار فیصلہ کیا ہے۔ مگر اتنی بات یقینی ہے کہ اسے پاکستان کی خود مختاری، سالمیت اور بقا کو کوئی نقصان نہیں ہوگا البتہ اس سے بعض ٹھوس فوائد کا حصول ممکن ہو سکے گا ان حالات میں موجودہ حکومت کے کئے گئے فیصلوں کی مخالفت 10 سے 15 فیصد اقلیت کو آبادی کی غالب اکثریت کو یرغمال بنانے کا تصور ترک کر دینا چاہیے بالخصوص اس نازک موقع پر جو کوتاہ اندیش عناصر کسی خانہ جنگی کی باتیں کر رہے ہیں وہ حب الوطنی کے تقاضوں سے تجاوز کر رہے ہیں اور انہیں دفتر خارجہ کے اس انتباہ پر سنجیدہ توجہ دینا چاہیے کہ اندرونی انتشار اور بیرونی جارحیت دونوں پر قابو پانے کے انتظامات مکمل کر لئے گئے ہیں۔ ہم امید کرتے ہیں کہ کوئی طاقت ایک ایسے وقت ہماری سلامتی سے کھیلنے کی کوشش نہیں کرے گی جبکہ ارباب اختیار نے بھی برملا Doordie کے عزم کا اظہار کر دیا ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

تعاون دہشت گردی کے خلاف ہے' افغان عوام کے خلاف نہیں

صدر مملکت جنرل پرویز مشرف کے اس بیان نے افغانستان پاکستان کی پوزیشن واضح کردی ہے کہ پاکستان افغانستان اوراس کے عوام کے خلاف کبھی جنگ نہیں کرے گا۔ ساری دنیا کے ممالک افغانستان اوراس کے عوام کے خلاف نہیں بلکہ اس وقت جو جنگ کی سی صورتحال پیدا ہوئی ہے وہ صرف دہشت گردی کے خلاف ہے' چاہے یہ دہشت گردی دنیا کے کسی بھی خطے میں ہورہی ہو۔ ہماری جدوجہد بھی دہشت گردی کے خلاف ہے اور دہشت گردی کے خاتمے کے لئے ہم باقی دنیا کے ساتھ ہیں۔

تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ گزشتہ 54برسوں میں پاکستان اور افغانستان کے تعلقات دوستانہ حدود سے بھی آگے بڑھ کر برادرانہ رہے ہیں۔ قبل از مسیح کے وقتوں میں توبر صغیر کی حکومت افغانستان تک پھیلی ہوئی تھی۔ مغلوں کے دور میں بھی افغانستان طویل عرصے تک مغل سلطنت ہی میں شامل رہا تھا۔ اسی وجہ سے بر صغیر اور خصوصاً صوبہ سرحد' بلوچستان اور پنجاب کے عوام کے ساتھ افغان عوام کے برادرانہ تعلقات رہے ہیں اور اسلام کے بھائی چارے کی لڑی میں پروئے ہونے کی وجہ سے یہ ایک ہی قوم تصور ہوتے رہے ہیں لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ افغان عوام نے غیر ملکی حکومت کبھی برداشت نہیں کی اور نہ کبھی انہوں نے غیر ملکیوں کو افغانستان میں داخل ہونے کی اجازت دی ہے۔ انگریزوں نے بر صغیر پر قبضہ کرنے کے بعد افغانستان پر بھی اپنا تسلط قائم کرنے کی کوشش کی مگر ان کی ہر کوشش ناکام رہی اور افغانستان تک پہنچنا تو درکنار وہ بر صغیر سے کنارہ کش ہونے کے وقت تک صوبہ سرحد کے قبائلی علاقوں کو بھی زیر نہیں کر سکے تھے۔ صدر ایوب خان کے دور میں افغانستان کے بادشاہ ظاہر شاہ نے بھارت کے زیر اثر آکر پاکستان کی مخالفت کرنے کی کوشش کی تھی مگر اپنے عوام کے پاکستانی عوام کے ساتھ برادرانہ تعلقات کی وجہ سے انہیں جلد ہی ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔

اسی طرح سوویت اثر ورسوخ کی وجہ سے جب ظاہر شاہ کا تختہ الٹ دیا گیا اور انہیں

Marfat.com
Marfat.com

دیس نکالا دیئے جانے کے بعد روس نواز اور کمیونزم کے پرچارکو نور محمد ترہ کئی' ببرک کارمل وغیرہ برسر اقتدار آئے تو افغان عوام نے انہیں سوویت ایجنٹ سمجھتے ہوئے ان کی بھرپور مخالفت کی۔ان کے بعد حالات ایسے پیدا ہوئے کہ سوویت یونین نے 1979ء میں خود افغانستان میں مداخلت شروع کردی اور پھر افغان عوام نے سوویت فوجوں کا جو حشر کیا وہ سب کے سامنے ہے۔دس سال کی زبردست جنگ اور خونریزی کے باوجود سوویت یونین کو افغانستان میں کامیابی تو کیا ہونی تھی' خود اس کا اپنا شیرازہ بکھر گیا اور دنیا کی یہ عظیم سلطنت ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی۔ کہا جاتا ہے کہ یہ سوویت یونین اور امریکہ کی جنگ تھی اور اس کی کامیابی کا سہرا امریکہ نے خود اپنے ہی ہاتھوں سے اپنے سر باندھ لیا۔ مگر کیا اس جنگ میں کوئی امریکی بھی ہلاک ہوا؟ اگرچہ امریکہ نے اسلحہ فراہم کیا تھا مگر یہ افغان عوام کا جذبہ اور ان کی جدوجہد تھی جس کی وجہ سے سوویت یونین کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

قیام پاکستان کے بعد افغانستان اور پاکستان کے عوام کے تعلقات نہایت دوستانہ اور برادرانہ رہے ہیں اور اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ہم ایک ہی دین اسلام کے پیروکار ہیں۔ سردیوں کا موسم آتے ہیں افغان پاوندے اپنے مال مویشیوں اور بھیڑ بکریوں کے ریوڑ لے کر پاکستان آجاتے ہیں اور دونوں ملکوں کے درمیان ایسے گہرے اور برادرانہ تعلقات ہیں کہ کسی نے کبھی پاسپورٹ یا ویزے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی۔ چنانچہ ماضی کے ان تمام حقائق اور انتہائی قریبی تعلقات کے پیش نظر صدر مملکت جنرل پرویز مشرف کا یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ ہم افغانستان اور اس کے عوام سے کبھی جنگ نہیں کریں گے' حالات چاہے جو کچھ بھی ہوں' ہمیں امید ہے کہ دونوں برادر اور انتہائی قریبی ممالک کی فوجیں ایک دوسرے کے مقابل کبھی نہیں آئیں گی۔

افغانستان ہمارا دوست اور برادر ملک ہی نہیں پاکستان کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت بھی رکھتا ہے۔ ہمارے ہمسائے بھارت کے عوام کے ساتھ ہمارے قریبی روابط رہے ہیں۔ ہمارا کلچر ایک ہے' ہمارا رہن سہن ایک ہے مگر بنیاد ذہنیت کی وجہ سے برصغیر میں ہندو اور مسلمان کبھی ایک دوسرے کے قریب نہیں آسکے اور قیام پاکستان کی وجہ بھی یہی ہے

Marfat.com
Marfat.com

کہ بنیاد ہنیت والی ہندو قوم مسلمانوں کو ترقی کرتے نہیں دیکھ سکتی تھی۔ چنانچہ ہمارے رہنماؤں اور خصوصاً ہمارے محسن قائداعظم محمد علی جناح نے مناسب سمجھا کہ برصغیر کے مسلمانوں کے لئے ایک علیحدہ مملکت کا ہونا ضروری ہے۔ جہاں وہ آزادی اور اسلامی اصولوں کے مطابق زندگی گزار سکیں۔ لیکن ایک علیحدہ مملکت بن جانے کے باوجود بھارتی لیڈروں نے پاکستان کی مخالفت جاری رکھی چنانچہ اس قسم کے حالات میں افغانستان ہی وہ واحد ملک ہے جس کے عوام نے ہر قدم پر پاکستان کی حمایت کی ہے اور اگر کبھی بھارت کی طرف سے پاکستان کو کوئی دھمکی دی گئی ہے تو پاکستان کا ردعمل ظاہر ہونے سے پہلے ہی افغانیوں نے بھارتی دھمکی کا جواب دیا ہے۔ اگرچہ چین کے ساتھ بھی ہمارے انتہائی قریبی دوستانہ اور برادرانہ تعلقات ہیں اور اس نے ہر موقع پر ہمارا ساتھ دیا ہے مگر ساری دنیا میں افغانستان واحد ملک ہے جس نے جنگوں میں بھی ہمارے شانہ بشانہ کھڑے ہو کر ہمارے دشمنوں کا مقابلہ کیا ہے چنانچہ صدر مشرف نے درست کہا ہے کہ افغانستان جیسے اسلامی برادر ملک اور اس کے عوام کے ساتھ کیسے جنگ کر سکتے ہیں۔

مگر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس وقت ساری دنیا دہشت گردی کی زد میں آئی ہوئی ہے۔ خود پاکستان بھی دہشت گردی کا نشانہ بنا ہوا ہے اور یہاں آئے دن بم دھماکے ہوتے رہتے ہیں، قتل ہوتے ہیں اور بے گناہ افراد کی قیمتی جانیں ضائع ہو رہی ہیں۔ چنانچہ دنیا میں دہشت گردی کا قلع قمع کرنے کے لئے اگر پاکستان نے دنیا کے دوسرے ملکوں کا ساتھ دینے کا ارادہ کیا ہے تو یہ ایک درست فیصلہ ہے۔ اگر امریکہ میں دہشت گردی کے ایک واقعہ سے دنیا میں اتنی ہلچل مچی ہوئی ہے اور دہشت گردی کے خاتمے کے لئے تمام دنیا نے بیڑہ اٹھایا ہے تو جنرل پرویز مشرف کو چاہیے کہ وہ پاکستان میں ہمسایہ ملک کی پشت پناہی سے ہونے والی دہشت گردی کے خاتمے کے لئے بھی امریکہ سے کہیں۔ دہشت گردی کے خاتمے کا مقصد صرف امریکہ اور اس کے حواری ملکوں میں ہی دہشت گردی کا خاتمہ نہیں ہونا چاہیے۔ دہشت گردی کشمیر، فلسطین اور دوسرے ملکوں میں بھی ختم ہونی چاہیے۔ بار بار یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ پاکستان میں دہشت گردی کی پشت پناہی ہمسایہ ملک کی انٹیلی جنس

Marfat.com
Marfat.com

ایجنسی کر رہی ہے۔ امریکہ کو مجبور کیا جائے کہ وہ ہمارے اس ہمسایہ ملک کی ناک میں بھی نکیل ڈالے۔

اگر امریکہ نے افغانستان کے خلاف جنگ شروع کی تو ظاہر ہے کہ اس میں بے گناہ عوام بھی مارے جائیں گے۔ صدر جنرل مشرف کو چاہیے کہ وہ امریکہ سے کہیں کہ کاروائیاں محدود رکھی جائیں اور صرف دہشت گردی کی تربیت دینے والے مبینہ ٹھکانوں ہی کو نشانہ بنایا جائے۔ اگر یہ کاروائی اندھا دھند کی گئی تو پاکستانی عوام اپنے افغان بھائیوں کو مرتے ہوئے نہیں دیکھ سکیں گے اور ہمارے اپنے ملک میں حالات خراب ہو جائیں گے۔ بہتر صورت تو یہی ہے کہ فوجی کاروائی سے اجتناب کیا جائے اور امریکی حکام کوئی ایسا راستہ نکالیں کہ افغان حکومت کے ساتھ مذاکرات کے ذریعے کوئی حل تلاش کیا جائے۔

ان حالات میں جنرل پرویز مشرف بہترین کردار ادا کر سکتے ہیں۔ اگرچہ وہ مشکل ترین وقت میں سے گزر رہے ہیں اور تمام دنیا کی نگاہیں ان کی فہم و بصیرت پر لگی ہوئی ہیں مگر ان کے پاس ٹرمپ کارڈ بھی موجود ہے کہ وہ امریکہ کو مذاکرات کے لئے کہیں اور افغان حکومت سے بھی کہیں کہ وہ اعتدال سے کام لے۔ اس کے علاوہ امریکہ کا بھی فرض ہے کہ اگر اس کے پاس اسامہ بن لادن کے خلاف ٹھوس ثبوت موجود ہیں تو انہیں منظر عام پر لایا جائے۔ تاکہ دنیا کے عوام مطمئن ہو سکیں ورنہ محض شک کی بنا پر ایک شخص کے خلاف کاروائی کے لیے پورے افغانستان کو سزا دینا ہرگز مناسب نہیں۔

Marfat.com
Marfat.com

صدر مملکت کا قوم سے خطاب پاکستان کی بقاء وسلامتی کا راستہ

ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر قوم سے اپنے براہ راست خطاب میں صدر مملکت جنرل پرویز مشرف نے کہا ہے کہ ہمارے لئے سب سے پہلے پاکستان کی سلامتی اہم ہے ملک کو 71ء کے بعد نازک ترین صورتحال کا سامنا ہے ہمارے فیصلوں کے دوررس نتائج نکلیں گے امریکہ کو مطلوب تعاون اور پاکستان کی ترجیحات کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے بتایا کہ امریکہ نے پاکستان سے درخواست کی ہے کہ ہم اس کے ساتھ انٹیلی جنس اور معلومات کا تبادلہ کریں، اسے اپنی فضائی حدود استعمال کرنے دیں امریکہ ہم سے لاجسٹک سپورٹ بھی مانگ رہا ہے اس کا پہلا ہدف اسامہ بن لادن اس کی تنظیم اور دوسرا ہدف طالبان ہیں ہمارے پیش نظر پہلے پاکستان کی سلامتی ہے پھر کچھ اور ہماری صرف چار ترجیحات ہیں سب سے پہلے ملک کی حفاظت اور سالمیت دوسرے نمبر پر ہماری معیشت جس کی بحالی کی کوششوں میں ہم لگے ہوئے ہیں تیسری چیز ہمارے سٹریٹجک اثاثے، نیوکلیئر اینڈ میزائل اور کشمیر کاز یہ چار ہمارے کریٹکل کنسرن ہیں موجودہ صورتحال میں غلط فیصلے سے ان سب کو نقصان پہنچ سکتا ہے فیصلہ لیتے ہوئے ہمیں تمام باتوں کو سامنے رکھنا ہوگا فیصلے میں حق کی بالادستی ہونی چاہئے اور اسے اسلام کے عین مطابق ہونا چاہئے جہاں ملک کے مفاد یا نقصان کا سوال ہو حکمت اور دانشمندی سے کام لینا چاہئے۔ یہ بزدلی نہیں اور نہ ہی حکمت اور جرأت میں کوئی تصادم ہے بغیر سوچ کے دلیری بے وقوفی ہے انہوں نے قوم کو یقین دلایا کہ جس طرح انہوں نے آگرہ میں پاکستانی قوم کو مایوس نہیں کیا تھا اسی طرح وہ تاریخ کے اس اہم موڑ پر بھی قوم کو مایوس نہیں کریں گے امریکہ میں رونما ہونے والے سنگین واقعات نے ساری دنیا کو بڑھتی ہوئی بین الاقوامی دہشت گردی کے خلاف متحد کر دیا ہے پاکستان بھی دہشت گردی کے حوالے سے عالمی برادری کی تشویش کے نہ صرف ساتھ ہے بلکہ دہشت گردی کے سبب دنیا کو جس بحران کا سامنا ہے اس کے خلاف جاری جدوجہد میں اقوام متحدہ کے ایک ذمہ دار ملک کی حیثیت سے اپنی ذمہ داریوں سے بھی بخوبی آگاہ ہے جنرل پرویز مشرف کا فہم وتدبر سے بھرپور خطاب پاکستان کی ذمہ دارانہ سوچ کا عکاس ہے امریکہ عالمی دہشت گردی کے خلاف جس

Marfat.com
Marfat.com

طویل جنگ کے لئے تعاون طلب کر رہا ہے اس میں پاکستان اپنی ترجیحات کے تناظر میں اپنی ذمہ داری پوری کرنے کے لئے آمادہ تیار ہے قوموں کی زندگی میں کٹھن فیصلوں کی گھڑی جب آتی ہے تو وہی قومیں سرخرو ہوتی ہیں جن کی پہلی ترجیح اپنی سلامتی و بقاء ہوتی ہے اور وہ اپنی سلامتی کے تقاضوں کو پورا کرنے میں ذرا تامل نہیں کرتیں صدر محترم کا یہ خیال درست ہے کہ پاکستان کو 71ء کے بعد نازک ترین صورتحال کا سامنا ہے اس مرحلے پر ہمیں فیصلے کرنا ہے ایک ایسا کثیر الجہات فیصلہ جو ہماری ترجیحات کے تحفظ کی ضمانت ہو ایک طرف بین الاقوامی دہشت گردی کے خلاف طویل جنگ کے لئے اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل اور جنرل اسمبلی کی پاس کی ہوئی قرارداد ہے جو ان لوگوں کے سزا دینے کے لئے منظور کی گئی ہے جو دہشت گردی کی حمایت کرتے ہیں امریکہ کے حق میں منظور ہونے والی اس قرارداد کی حمایت اقوام متحدہ کے رکن تمام اسلامی ممالک نے بھی کی ہے دوسری طرف ہمارا دیرینہ دشمن ملک بھارت ہے جو کچھ دن پہلے تک منافقت کا ماسک چہرے پر سجائے پاکستان کے ساتھ بہتر تعلقات اور امن کے راگ الاپ رہا تھا مگر بین الاقوامی سطح پر سنگین واقعات کے رونما ہوتے ہی عیار دشمن نے اپنے چہرے سے وہ ماسک اتار پھینکا اور اسلام و پاکستان کو بدنام کرنے کے لئے زہریلا پروپیگنڈا شروع کر دیا اس نے محض اس جذبے کے تحت امریکہ کو تمام فوجی سہولیات، اڈے اور لاجسٹک سپورٹ فراہم کرنے کی پیشکش کر دی تا کہ امریکہ ان کے ساتھ ہو جائے اور بھارت پاکستان کو دہشت گرد ریاست قرار دلوانے میں کامیاب ہو جائے اور وہ پاکستان کے سٹریٹجک اثاثوں اور کشمیر کاز کو نقصان پہنچا سکے بھارت کے مکروہ عزائم صرف اسی تک محدود نہیں بلکہ وہ چاہتا ہے کہ امریکی حملوں کے نتیجے میں افغانستان میں ایسی تبدیلی آئے کہ وہاں ایک پاکستان دشمن حکومت قائم ہو جائے پاکستانی قوم کے لئے یہ امر باعث اطمینان ہے کہ اسکی قیادت نہ صرف بین الاقوامی سطح پر پاکستان کی عزت و وقار اور بقاء و سالمیت کا تحفظ برقرار رکھے ہوئے ہے بلکہ دشمن کے عزائم سے بھی غافل نہیں قوم سے اپنے خطاب میں جنرل پرویز مشرف نے واضح کر دیا کہ پاکستانی افواج اور قوم پاکستان کے دفاع، سالمیت اور سٹریٹجک اثاثوں کے تحفظ کے لئے اپنی جان دینے پر تیار ہے کسی کو اس بارے میں غلط فہمی نہیں ہونی چاہئے ہماری ایئر فورس چوکس اور "ڈو اینڈ ڈائی" مشن کے لئے تیار ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

قرآنی حوالوں، تاریخ اسلام اور اسوہ حسنہ سے لی گئی مثالوں کو پیش کرتے ہوئے صدر مملکت نے موجودہ بحرانی کیفیت کا معروضی تجزیہ قوم کے سامنے یقیناً اس لئے پیش کیا ہے تاکہ قوم کو مجموعی صورتحال کا مکمل ادارک ہو جائے، پاکستان کو داخلی عدم استحکام سے دوچار کرنے والوں کے عزائم کی راہ روکی جا سکے اور متفقہ طور پر ایک ایسا فیصلہ اختیار کر کے اس پر عمل کیا جائے جو ہماری (National Longing) کا آئینہ دار ہو موجودہ صورتحال کے ایک سے زیادہ پہلو توجہ طلب ہیں پہلی بات تو یہ ہے کہ کیا امریکہ محض انتقام اور اشتعال کے جذبے کے تحت افغانستان کی طالبان حکومت کو اسامہ بن لادن سمیت تباہ کرنے جا رہا ہے یا حقیقتاً بین الاقوامی دہشت گردی کا سدباب کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے اگر یہ دہشت گردی کو جڑ سے اکھاڑنے کی عالمگیر مہم کا حصہ ہے تو امریکہ کو اسامہ اور اس کی تنظیم کے خلاف وہ تمام شواہد دنیا کے سامنے پیش کر دینا چاہئیں جن کی دستیابی کا امریکہ دعویدار ہے جس طرح طویل مدت سے امریکہ اسامہ بن لادن کو کٹہرے میں لانے کا مطالبہ کرتا آ رہا ہے بالکل اسی طرح طالبان بھی امریکہ سے ثبوت کے طلب گار ہیں یہ دونوں فریق اس وقت دو انتہاؤں پر کھڑے ہیں ایسے میں پاکستان صرف یہ کوشش کر سکتا ہے کہ خطے کو تباہی سے بچانے کے لئے طالبان کو صورتحال کی سنگینی سے آگاہ کرے پاکستان نے اپنا یہ فریضہ ادا کر دیا ہے مگر اس صورتحال کا افسوسناک پہلو یہ ہے کہ دوسری طرف سے سنجیدگی کا مظاہرہ نہیں کیا گیا حالانکہ یہ ایک بہتر صورت تھی کہ بات چیت کا راستہ اختیار کر کے تباہی و بربادی کے امکانات کو روکا جا سکے پاکستان نے اپنے افغان بھائیوں کا ہمیشہ کی طرح خیال رکھتے ہوئے افغانستان اور طالبان کو نقصان سے بچانے کی پوری کوشش کی ہے مگر اس کے نتائج سردست مثبت سطح تک نہیں پہنچ سکے ایسے میں پاکستان کے پاس کوئی دوسرا راستہ نہیں رہ جاتا اور اسے ہر حال میں اپنی بقاء و سلامتی کا تحفظ کرنا ہے پاکستان کے سامنے صرف دو راستے ہیں ایک راستہ یہ ہے کہ حکمت کی بجائے جذباتیت اختیار کی جائے یہ راستہ خدانخواستہ ہماری جوہری طاقت، کشمیر کاز، اقتصادیات اور ہماری سلامتی و دفاع کو بدترین صورتحال سے دوچار کر دے گا دوسرا راستہ عالمی دہشت گردی کے خلاف طویل جنگ لڑنے کا ہے اس پر عالمی برادری متحد ہے ہم اس راہ پر چلے تو سیاسی طور پر ہم ایک ذمہ دار اور باوقار ملک کی حیثیت سے ابھر سکتے ہیں اور ہماری تمام مشکلات کم ہو سکتی ہیں پہلے راستے پر چل کر ہم افغانستان کی مدد کے قابل بھی نہیں رہیں گے دوسرے راستے پر

Marfat.com
Marfat.com

ہمیں موقع میسر آئے گا کہ ہم ان کے حق میں موثر آواز بلند کر سکیں پاکستان کا اب تک کا طرز عمل نہایت مثبت رہا ہے بین الاقوامی سطح پر پاکستان کو عالمی دہشت گردی کے خلاف ایک فعال ملک کی حیثیت حاصل ہو گئی ہے اس کا اعتراف پاکستان میں امریکہ کی سفیر وینڈی چیمبرلین نے ان الفاظ میں کیا ہے کہ دہشت گردی کے خلاف پاکستان اور امریکہ ایک ساتھ کھڑے ہیں۔ یہ وہ سٹریٹجک برتری ہے جو پاکستان کو بھارت پر حاصل ہوئی ہے اور جوں جوں وقت گزر رہا ہے پاکستان کی سٹریٹجک طاقت بھی بڑھ رہی ہے یکساں مواقع اور خطرات کے اس سنگم پر ہمیں نہ صرف دشمن کے مکروہ عزائم کو ملیا میٹ کرنا ہے بلکہ خطے میں ایک ذمہ دار ملک کی حیثیت سے اپنی بقاء و سالمیت کا تحفظ بھی کرنا ہے حالات بھی موافق ہیں اور پرعزم قیادت بھی میسر ہے صرف قومی یکجہتی کی ضرورت ہے تاریخ میں ایسے مواقع بار بار نہیں آتے حکمت کا تقاضا یہی ہے کہ دنیا کے مختلف خطوں میں ممکنہ انسانی المیوں کی شدت میں کمی لائی جائے لیکن اس کے لئے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہرگز دانشمندی نہیں۔ (اداریہ۔ روزنامہ الاخبار اسلام آباد 21 ستمبر 2001ء)

ایس اے کیمونیکیشن

ہمارے ہاں کمپیوٹرڈیزائنگ۔کمپوزنگ

اور ہر قسم کی پرنٹنگ کا کام تسلی بخش کیا جاتا ہے

شاپ نمبر 55 وزیر علی سینٹر بادامی باغ لاہور فون پی پی۔7728512-13

Marfat.com
Marfat.com

جہنم کی دسویں گہرائی

بوسنیا کے عقوبت خانوں کے شب و روز

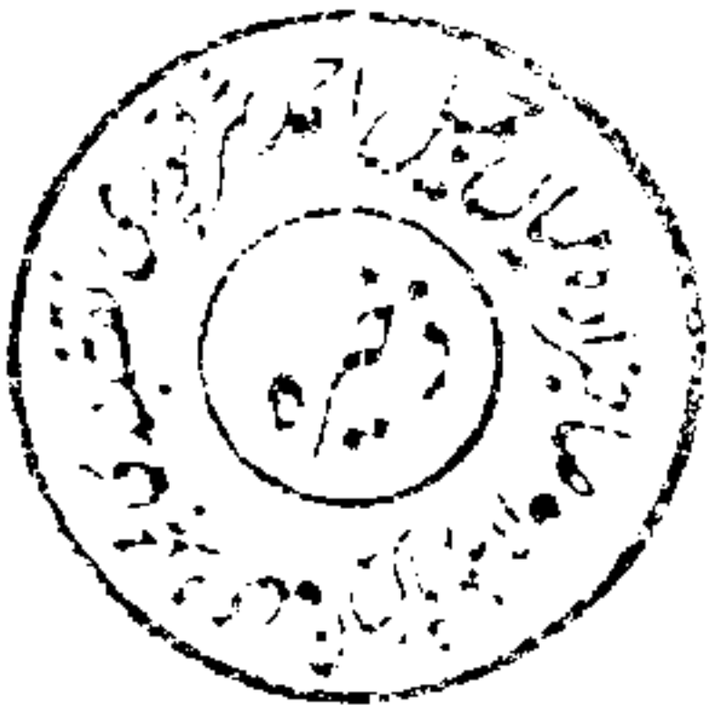

مُصنّف

رزاق ہیکنووِک

مُترجم

امجد اسلام امجد

برائٹ بُکس

8-B اقراء سینٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور ۔ فون 7226406

Marfat.com
Marfat.com

نامور صحافی' ماہنامہ اوورسیز انٹرنیشنل کی مدیر محترمہ شاہدہ لطیف کی
تہلکہ خیز اور چشم کشاء کتاب

حیدر پبلی کیشنز

۳۸-غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور فون : 7223842
E-Mail : haiderpublication@hotmail.com

Marfat.com
Marfat.com

سید الوریٰ ﷺ

جانِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مطہرہ

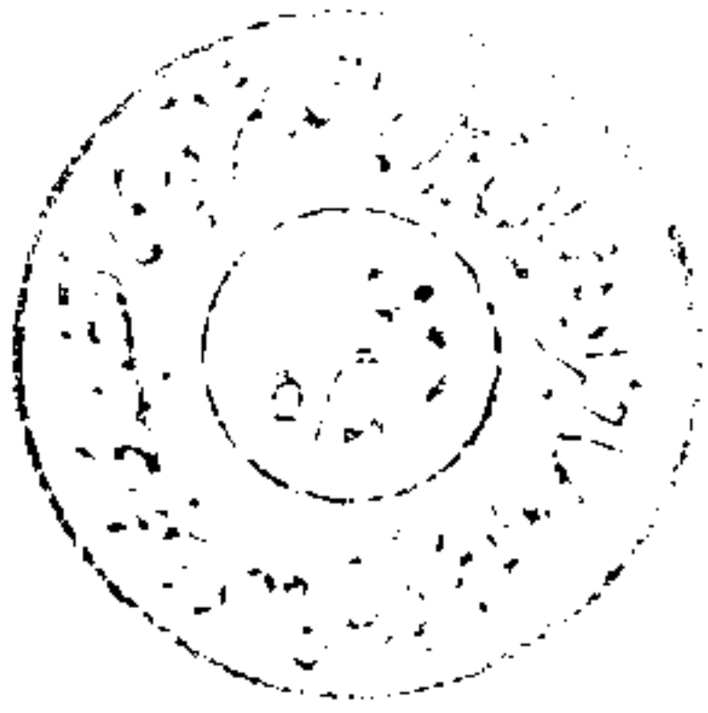

قاضی عبدالدائم دائمؔ

برائٹ بکس

۸۔ بی اقراء سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
فون: ۷۲۲۶۴۰۶

Marfat.com
Marfat.com

PROMEDIA

پرومیڈیا

علم ھی سچائی ھے

	مصنف	
فضائل اہل بیتؑ	سید سجاد حسین شاہ	قیمت=/200
پورا سچ	حیدر جاوید سید	قیمت=/150
باعث تحریر	حیدر جاوید سید	قیمت=/150
دہشت گرد یا انقلابی	حیدر جاوید سید	قیمت=/160
دل و جاں کی بستیاں	حیدر جاوید سید	قیمت=/120
عہد نامہ محبت (دلیپ کمار)	سعید احمد	زیر طبع
پس چہرہ	حیدر جاوید سید	زیر طبع
ادھوری مسافتیں (ناول)	حیدر جاوید سید	زیر طبع

پرومیڈیا

دوسری منزل ایلیاء موٹرز 94 مین مارکیٹ سمن آباد لاہور

فون 27 - 7531126

Marfat.com

Marfat.com

میرے مشہور مقدمے

(نیا ایڈیشن معہ اضافی مقدمات وانکشافات)

ایس ایم ظفر

برائٹ بکس

8-B اقراء سینٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور۔

فون: 7226406

Marfat.com
Marfat.com

Marfat.com
Marfat.com

حیدر جاوید صاحب طرز لکھائی کی حیثیت سے منفرد مقام کے حامل ہیں سیاسیات عالم اور دوسرے موضوعات پر وسیع مطالعہ کی بدولت بے لاگ آراء کے اظہار میں تامل کی بجائے اظہار رائے کے حق کو استعمال کرتے ہیں۔

دہشت گرد کون؟ ۔ان کی تازہ تصنیف حالیہ واقعات سے پیدا شدہ حالات اور مستقبل کے منظر نامہ کے حوالے سے ہے دائیں بائیں کی بحث میں الجھے بغیر انہوں نے ورلڈ ٹریڈ سنٹر اور پینٹاگون پر حملوں کے بعد کے امریکی ردعمل پس پردہ واقعات، سازشوں اور دوسرے امور کا تجزیہ کیا ہے ۔کم وقت میں کمال ہنرمندی سے انہوں نے ایک ایسی کتاب مرتب کی ہے جو قارئین کو نہ صرف غور وفکر کی دعوت ہے بلکہ اس امر سے بھی آگاہ کرتی ہے کہ پاکستان فی الوقت کہاں کھڑا ہے؟ ہماری رائے میں ان کی یہ تصنیف وقت کی اہم ضرورت کو پورا کرنے کے ساتھ حقیقت حال کو سمجھنے میں بھی مدد کا باعث بنے گی۔

سید عالی رضوی

روزنامہ،، جنگ،، لاہور

دہشت گرد کون؟ حالیہ واقعات کے تناظر میں لکھی گئی حیدر جاوید سید کی تازہ تصنیف ہے ان کا شمار ملک کے معروف صاحبان قلم میں ہوتا ہے ورلڈ ٹریڈ سنٹر اور پینٹاگون کے حادثات سے جنم لینے والی صورتحال اور درپیش چیلنجوں کا عرق ریزی سے تجزیہ کر کے سید صاحب نے منفرد انداز میں واقعات کی کڑیاں ملا کر پس پردہ حقائق کو سمجھنے میں قاری کے لئے آسانیاں فراہم کر دی ہیں۔

مولانا فضل الرحمٰن

امیر جمعیت علمائے اسلام پاکستان

حیدر جاوید سید ادھوری کہانی لکھتا ہے نہ جذباتی ہوتا ہے حرف حرف جوڑ کر کہانی لکھے فیچر یا کالم زمینی حقائق کو نظر انداز نہیں کرتا۔ سید کی دوسری تصانیف میری اس رائے کا زندہ ثبوت ہیں۔

دہشت گرد کون؟ گیارہ ستمبر کے سانحات اور بعد کے حالات کا احاطہ ہے۔ حیدر جاوید سید نے ایک بار پھر یہ ثابت کیا ہے کہ ذاتی نظریات فرائض کی بجا آوری کے آڑے نہیں آتے۔

نذیر لغاری

ایڈیٹر روزنامہ،، عوام،، کراچی

BRITE BOOKS
Lahore-Pakistan
Brite Books
B-8, Iqra Centre,
Ghazni Street, Urdu Bazar
Lahore. Ph: 7226406
Mob. 0300-9454692

Marfat.com
Marfat.com